January 1938 Regd L. NO.

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ

قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور پنجاب انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم — اللہ اکبر — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ {آل عمران آیت ۱۰۴}

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان — مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کُل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامتِ نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین۔ مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

Their Highnesses the Sultan and Sultana of Silangor, Malay, (seated fourth and fifth from the left) with their Retinue at the Shah Jehan Mosque Woking.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ اشاعت اسلام

جلد ۲۴ | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۸ء مطابق شوال المکرم سنہ ۱۳۵۶ھ | نمبر ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام
بابت ماہ جنوری ۱۹۳۸ء

۸۱-۳

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو ہز ہائنس سلطان آف سلنگر - ملایا - اور ہر ہائنس سلطانہ کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے - جبکہ صاحب ممدوح شاہجہان مسجد ووکنگ میں رونق افروز ہوئے - فوٹو مذکورہ میں بائیں جانب چوتھی اور پانچویں کرسی پر ہز ہائنس سلطان بالقابہ اور ہر ہائنس سلطانہ جلوہ افروز ہیں -

اسلام کی تلوار

یہ نہایت رنجدہ امر ہے کہ جب کبھی عیسائی لوگ اسلامیات پر رائے زنی کرتے ہیں وہ حق و صداقت سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں - اغلباً یہ خصوصیت محض اسلام کے بارہ ہی میں ہے - شاندار جنگی خدمات کی قدر افزائی پر کسی کو تلوار نذر کرنا یا بطور انعام دینا تمام دنیا میں ایک مسلمہ رواج ہے - "شہزادہ امن" کے پرستار بھی اس رسم کو خوب جانتے اور اسپر عمل پیرا ہیں حقیقت حال یہ ہے کہ ایسے مواقع پر تلوار کا بطور ہدیہ یا انعام دینا تمام دنیا کی تاریخ میں از ابتدا تا انتہا عیسویت کی ایک نمایاں خصوصیت ہے جس کی مثال دوسری مذہبی جماعتوں میں نظر نہیں آتی - لیکن باوجود اس کے ہم نے عیسائیت کی تلوار" کے الفاظ کبھی نہیں سنے مگر افسوس ہے کہ ایک معمولی واقعہ سے جس کی تفصیل ہم ابھی بیان کرتے ہیں انگلستان کے سارے اخبارات میں شور و غل مچ جاتا ہے اور "اسلام کی تلوار" "اسلام کی تلوار" کے الفاظ فضائے آسمانی میں گونجنے لگ جاتے ہیں جسکا مقصد اسلام کو بدنام کرنا ہے - یہ واقعہ کیا ہے ؟ محض اسقدر کہ لیبیان کے مسلمانوں نے مسولینی کو تلوار بطور نذر پیش کی - پھر کیا تھا - انگلستان کے ایک سرے سے لے کر

دوسرے سرے تک تالیاں بجنے لگ گئیں۔ اور ہمیں افسوس ہے کہ ڈیلی ٹیلیگراف جیسے متین اخبار نے بھی اسمیں حصّہ لیا (ملاحظہ ہو اس کی ۱۹ مارچ کی اشاعت) ان عیسائی بزرگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام کو تلوار سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا عیسائیت کو۔ شیفیلڈ ٹیلیگراف نے تو کمال ہی کر دیا۔ آپ بڑی تمکنت سے ارشاد فرماتے ہیں کہ "اسلام کی تلوار" کے الفاظ اس تلوار پر جو مسولینی کو دی گئی ہے عائد نہیں ہوتے۔ کیونکہ یہ الفاظ اس تلوار کے لئے مخصوص ہیں جو محمد (صلعم) استعمال کرتے تھے۔ اور اب وہ اغلباً قسطنطنیہ میں محفوظ ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی اس عجیب و غریب خبر کو پڑھ کر عیسائیوں کے علم و فضل اور عقل و دانائی پر سر در گریباں نہ ہوں تو اور کیا ہو۔ لیکن ان کو وہ عیسائی اصول بھول نہیں جانا چاہئے جس کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:-

"اگر میرے جھوٹ بولنے سے خدا کی صداقت اور عظمت اور جلال ظاہر ہو تو میں گنہ گاروں میں کیوں شمار کیا جاؤں؟ اور کیوں میں وہ برائی نہ کروں جس کا نتیجہ اچھا ہو (رومنز ۳۔ ۷، ۸)

برطانیہ عظمیٰ اور جدید اطالوی پالیسی

اٹلی کی موجودہ فسطائی حکومت نے لیبیا کی آبادی کو یقین دلایا ہے کہ ان کو امن و امان دیا جائے گا۔ ان سے عدل و انصاف کا سلوک ہوگا۔ ان کی خوشحالی اور فلاح و بہبود کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا۔ معہذا شریعت غرائے مصطفوی کا پورا پورا احترام مد نظر رکھا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی اسلام کے ساتھ اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے ساتھ پوری پوری ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔

الغرض اس طرح سے مسولینی نے لیبیا کے مسلمانوں کو یقین دلایا ہے۔ ہم اس سے قبل کئی ایک دفعہ مغربی مدبرین کے اس قسم کے وعدوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔ اور بتا چکے ہیں کہ کہاں تک ان وعدوں کو اہمیت دی جا سکتی ہے۔ اور ان کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر محض پالیسی کے تقاضا سے جسکا مقصد برطانیہ عظمیٰ کو نیچا دکھانا ہو مسولینی لیبیا کے مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے سارے وعدے پورے بھی کر دے تو برطانیہ نے ماشاء اللہ کروڑ در کروڑ مسلمانان عالم کی وفاداری اور خوشنودی کو حاصل کرنے میں بھی کچھ کمی نہیں کی اور وہ اس طور پر کہ برعکس مسولینی کی تحریک کے برطانیہ کے مدنظر محض اقتصادی مفاد ہی ہیں۔ ملکی یا سیاسی مفاد جو بڑی اہمیت رکھتے ہیں ان کو ذرا اہمیت نہیں دی جاتی۔ اس موجودہ غلط پالیسی کی بین مثالوں میں سے ایک فلسطین کا مسئلہ ہے۔ میں بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ باوجود یورپ کے سیاسی مطلع کے پرغبار ہونے کے مسلمانوں کے جذبات کو نہ سمجھنا اور ان کو خاطر میں نہ لانا برطانوی مدبرین کے حسن تدبر کے سخت منافی ہے۔ برطانوی پالیسی میں ضروری تبدیلی کے علاوہ

برطانوی پبلک بھی اگر مسلمانوں کی جانب سے اپنے غیر مدبرانہ رویہ کو بدل ڈالے تو تمام مسلمانانِ عالم کے قلوب کو مسخر کر سکتی ہے۔ برطانوی لوگوں پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ برخلاف عیسائیوں کے مسلمان اپنے مذہب کو سیاسی مفاد سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ باوجود اس کے ہم افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ برطانوی پبلک نے اندرونِ ملک میں اور باہر بھی اسلام اور بانیٔ اسلامؐ کو بُرا بھلا کہنے اور کلیسا کے ہاتھوں میں کھیلنے کا رجحان ظاہر کیا ہے۔

عیسائی دنیا میں عورت

مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کو یہ امر یاد کرا دینا ضروری ہے کہ سویٹ روس باوجود ان تمام تبدیلیوں کے جو یہ عمل میں لا چکا ہے عیسائی دُنیا کا ایک جزو لاینفک ہے۔ عیسائیت باوجود اس امر کے کہ وہاں کے لوگ بظاہر اس کے خلاف بھڑکے ہوئے ہیں پھر بھی ہزاروں لاکھوں انسانوں کے دل و دماغ پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔ جب تک یہ لوگ کسی باقاعدہ مذہب مثلاً اسلام کے سامنے سرِتسلیم خم نہیں کرتے۔ اس وقت تک عیسائی ہی ہیں۔ کوئی دُنیوی تحریک یا مذہبی تحریک جو فرقہ دارانہ رنگ کی ہو اس مسلمہ حقیقت کو بدل نہیں سکتی۔ اس امر کے سمجھ لینے کے بعد ہمارے ناظرین "ڈیلی میل" کی مندرجہ ذیل خبر کو پڑھ کر بہت محظوظ ہوں گے جو اس کی ۲۹۔ اپریل ۱۹۳۷ء کی اشاعت میں شائع ہوئی ہے:-

"مارشل وورو شلو نے مستورات کی پلٹنیں موقوف کرنے کے احکام اس بنا پر جاری کئے تھے کہ وہ بُرائی پھیلا رہی تھیں اور "سرخ سپاہیوں" کے اخلاق کو بگاڑ رہی تھیں۔"

جو لوگ اس قسم کے خیالات کے حامی ہیں کہ مرد و عورت میں ہر حالت میں مساوات قائم کرنا چاہئے۔ ان کے لئے یہ واقعہ غور کے قابل ہے۔ اور اگر چشمِ عبرت وا ہو تو اس سے سبق سیکھا جا سکتا ہے۔ کہ دونوں صنفوں کو ایسی بدتمیزی کے ساتھ آپس میں خلط ملط ہونے کا موقعہ دینا خالی از خطرہ نہیں۔ ڈینی اینگ ایسے قماش کے لوگ ہم مسلمانوں کو الزام دیا کرتے ہیں کہ ہم اپنی تمدنی اور مذہبی زندگی کی اصلاح کے لئے مغربی اطوار اختیار کر رہے ہیں۔ اس قسم کے واقعات جن کا ذکر ڈیلی میل میں کیا گیا ہے ہمارے نکتہ چینوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے کہ ہم نے تو کیا مغربی اطوار اختیار کرنے تھے۔ مغرب کے رہنے والے عیسائی نام نہاد آزادی کے نشہ میں سرشار ہو کر اور اس کے بدنتائج سے آگاہ ہو کر خود بتدریج مسلمانوں کے اطوار اختیار کرتے جاتے ہیں۔

نسوانی آزادی عیسائی فرانس میں

۲۲ مارچ کے ایوننگ نیوز میں مندرجہ ذیل خبر شائع ہوئی ہے۔ "ایک نئے قانون کی رو سے شادی شدہ

فرانسیسی مستورات عدالتوں میں وکالت کا کام کرسکتی ہیں - لین دین کر سکتی ہیں - بینک اکاونٹ کھول سکتی ہیں۔ مغرب کی عیسائی عورتوں کی حالت کس قدر قابل رحم ہے۔ کتنی قانونی مشکلات ہیں جن میں یہ مستورات مبتلا ہیں۔ باوجود اس کے ان کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا ہے یہ وہ آزاد مستورات ہیں جنکا نمونہ پیش کیا جاسکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ مشرقی لوگ جو ہر سال مشرق کی مسلمان عورتوں کی آزادی کے لئے اس قدر چیخ پکار کرتے رہتے ہیں کچھ وقت اپنے گھر کی اصلاح میں بھی خرچ کریں۔ اور اپنے وطن کی برائے نام آزاد مستورات کی حالت زار کو سنوارنے کی کوشش فرمائیں۔ یہ مشرقی لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جس آزادی کو اپنے لئے آلۂ کار بنانا چاہتے ہیں وہ حقیقتاً عورتوں کی آزادی نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ اس کے برعکس یہ ایک چھپی ہوئی اور زیادہ خطرناک شکل غلامی کی ہے"۔

مقام افسوس ہے کہ تمام مغربی طبقہ نسواں کم وبیش اس غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا نظر آتا ہے۔ اس غریب طبقہ کی حقیقی آزادی اس میں ہے کہ موجودہ وحشیانہ طور پر ان کو آلۂ کار بنائے ہوئے ہیں اور اس سے جو اقتصادی اور قانونی نقصانات ان کو پہنچنے کا احتمال ہے اس سے ان کو محفوظ رکھا جائے۔ سچ پوچھو تو یہ آزادی مسلمان عورتوں کو ابتدائے اسلام سے ہی حاصل ہے مگر افسوس کہ عیسائی تعصب اسلام کی اس خوبی کی قدر کرنے سے مانع ہے خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ مغرب کے عیسائیوں کی آنکھوں سے غفلت اور جہالت کے پردے کب دور ہوں گے۔ تاکہ وہ ایک جھوٹی اور مصنوعی آزادی کی بجائے (جو دراصل بے شمار مصیبتوں کا منبع ہے) حقیقی اور اصل آزادی مغرب کی مستورات کو دے سکیں۔ اور حقیقی خوشی کا سامان بہم پہنچا سکیں۔

کیا اسلام موت کے نزدیک ہے؟

آئے دن مسیحی مبلغین بھولے بھالے سامعین کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرتے رہتے ہیں کہ مذہباً اسلام ختم ہوا چاہتا ہے۔ غالباً یہ خود ان کے یاس انگیز مذہبی خطرات کی صدائے بازگشت ہے۔ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ آج من حیث المذہب مسیحیت مردہ ہو چکی ہے بلکہ غیر مناسب نہ ہوگا اگر کہا جائے کہ یہ یگانیت اور لامذہبیت کا مترادف ہے۔ علی الرغم ازیں اسلام کا روحانی اثر دوست اور دشمن برابر قبول کر رہے ہیں۔ اس کے ثبوت میں ہم خود مسیحی نامہ نگاروں کا بیان پیش کرتے ہیں۔ اخبار یارک شائر مورخہ ۱۴ مارچ کی اشاعت میں مسٹر این۔ پی میکڈانلڈ نے لکھا ہے " افریقہ میں قبول اسلام کی صورت یہ ہے کہ اگر ایک عیسائیت قبول کرتا ہے تو دس اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں یورپ کی مسلم آبادی بیس لاکھ سے بھی کم تھی آج پچاسی لاکھ ہے۔ ریورنڈ ڈاکٹر میلول جونس مسٹر کرشائن۔ آئی ٹنلنگ سے دوران ملاقات میں جسکو بالتفصیل مورخہ ۶ مئی کے اخبار کرسچین میں شائع کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں: " اسلام پکن قبائل

میں پھیلا اور پھیل رہا ہے۔ لیگوس میں ایک وسیع مسجد کی تعمیر اس مذہب کی ترقی کا ایک بین ثبوت ہے۔ مسٹر این پی میکڈانلڈ مورخہ ۱۵ اپریل کے اخبار "ایونگ کرانیکل" میں افریقہ اور یورپ میں نومسلم افراد کے اعداد و شمار کا اعادہ فرماتے ہوئے دوبارہ رقمطراز ہیں:۔ "تخمیناً ہر ہفتہ برطانیہ عظمیٰ کی سرزمین میں سات یا آٹھ افراد حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں۔"

مسیحی صحافت کی حق پوشی

برمنگھم کے اخبار "سنڈے مرکری" (Sunday Mercury) کی مورخہ ۳۰ مئی کی اشاعت میں اعلیٰحضرت شاہ فاروق مصر کی رسم تاجپوشی کے متعلق ایک مقالہ شائع ہوا ہے۔ اس کا ایک عنوان "شمشیر محمدؐ" ہے۔ حیرت ہوئی۔ فوراً شوق چرایا کہ دیکھیں اس میں کونسا خیال پیش کیا گیا ہے۔

عنوان کے نیچے یہ لکھا نظر آیا "جسکے بعد شیخ مراغی ان کو (شاہ فاروق کو) محمد علی بانی خاندان ہذا کی مرصع شمشیر مرحمت کرینگے"۔ لیجئے صدق مقالی کی قلعی کھل گئی۔ روایتی ضعف حافظہ کے باوجود یہ امر نہیں بھولے کہ چند ہفتہ قبل ویسٹ منسٹر ایبے (Westminster Abbey) میں کنٹربری کے رئیس الاساقفہ نے شاہ انگلستان کو ایک متبرک شمشیر عنایت کی۔ اور یاد رہے یہ شمشیر مسیحیت کے ایک مقدس (راہب Edmund) راہب کے نام سے منسوب ہے تاہم کسی مسیحی نے بھولے سے بھی حضرت مسیح علیہ السلام سے اس کو نسبت نہیں دی۔ حالانکہ وہ شمشیر جو شیخ مراغی ایک مسلم فرمانروا کو پیش کر رہے ہیں مذہبی حیثیت نہیں رکھتی اور سراسر دنیاوی رنگ لئے ہوئے ہے لیکن تاہم بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نام نامی سے اس پیشکش کا انتساب کرتے شرم نہیں آتی۔ کیا حماقت ہے۔ ہم برطانوی مطبع کو متنبہ کرتے ہیں کہ یہ روش مذموم ہی نہیں بلکہ اس سے قومی وقار جاتا رہے گا۔ اور ہر فرد قوم کا نمائندہ ہوتا ہے۔

عیسائیت اور ہندوستانی اچھوت

اخبار The Church Times کی مورخہ ۹ جنوری کی اشاعت میں ایک دلچسپ عبارت شائع ہوئی ہے، جس کا عنوان "ایک صحیفہ نگار کی بیاض سے ماخوذ" ہے۔ مندرجہ ذیل سطور ملاحظہ ہوں:۔

"ہندوستان کے "اچھوت ادھار" کا مسئلہ رومن کلیسا کی تشویش کا باعث ہے۔ مجھے ۱۸ دسمبر کے The Indian کی ایک کاپی ملی ہے جس میں (دکھیا کو نام کے مقام پر) "رومن کیتھولک کیتھڈرل میں ایک

دلچسپ منظر کا نقشہ کھینچ کر دکھایا گیا ہے۔ ایدیدریودا (ہریجن) رومن کیتھولک کی ایک کثیر جماعت (ایدیدریو جنوبی ہند کے اچھوت ہیں) کیتھڈرل میں فریضۂ مقدس ادا کرنے آئی تھی۔ اس کے افراد پیدائشی کیتھولک جماعت کی نشستوں میں بیٹھ گئے۔ پیدائشی کیتھولک کو یہ حرکت ناگوار گزری۔ اور جب انہیں کوئی چارہ کار نظر نہ آیا تو سب کے سب اپنی نشستوں سے اٹھ کر باہر چلے گئے۔ پادری صاحب نے ایدیدریودا کو تلقین کی کہ تم آئندہ ایسا رویہ اختیار نہ کرنا اس سے احساسات مجروح ہوتے ہیں۔ تم گرجا کی مغربی نشستوں میں بیٹھ جایا کرو؟

کیا فرماتے ہیں علمائے مسیحی جو آج لکھوکھا اچھوت کو مسیحیت میں داخل کرنا چاہتے ہیں اور زر کثیر جمع کر رہے ہیں!؟

مسیحی مغرب کی فرسودگی

Church Times کی متذکرہ بالا اشاعت میں "ورلڈ سٹوڈنٹس کرسچین فیڈریشن" کی دسویں چہار سالہ کانفرنس (مومنٹ) کا مذکور آیا ہے۔ اس میں ڈاکٹر ڈبلو۔ اے۔ وسر۔ ٹی ہوفٹ کانفرنس کے جنرل سکرٹری کی تقریر کا بھی خلاصہ مندرج ہے مشکل ہی سے ایسی دریدہ دہنی کی مثال مل سکے گی یوں لکھتا ہے:

"عنقریب مسیحی مغرب کا لقب ایک عمومی نام بن کر رہ جائے گا۔ جیسے Sunny South مغربی تہذیب ایک زمانہ میں مسیحی تمدن کے مترادف خیال کی جاتی تھی۔ آج مسیحیین ایک نئے دور سے گزر رہے ہیں۔ انہیں خود سمجھ نہیں آتی کہ آیا ایسا زمانہ بھی ہو گزرا ہے جب عامۃ الناس مسیحی مغرب کا راگ الاپتے تھے۔ خانہ جنگی۔ نسلی ایذا رسانی۔ خون آشام آلات حرب کی کثرت، مذہبی آزادی کا انسداد۔ بیگانیت کی نشاۃ ثانیہ۔ ضعیف افراد و اقوام پر جابرانہ تصرف کے باوصف آج "مسیحی مغرب" کے لقب کو مسیحی صحرا سے بدل دیا جائے تو غیر موزوں نہیں۔ مغربی تہذیب صدیوں دجل و فریب کی گہرائیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتی رہی ہے۔"

ہم بلا خوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ مغربی اقوام کی اس دگرگونی کا سبب محض یہی ہے کہ ان کا گرجا دجل و فریب کی تعلیم دیتا ہے۔ گرجا میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت نہیں کی جاتی۔ بلکہ مایا کی رکھشا ہوتی ہے۔

اسلام میں اخلاق کا بلند معیار[1]

آر - ایس - نہرا - سولیسٹر (لندن)

اگرچہ میں ہندو ہوں لیکن میرے اس موضوع پر تقریر کرنے کی کئی وجوہ ہیں - اوّلاً یہ کہ اگرچہ میں ہندو ہوں اور ہندو گھرانے میں پیدا ہوا - لیکن بچپن سے میری دوستی اور ہمسائیگی مسلمانوں کے ساتھ رہی ہے - آپ لوگ اچھی طرح واقف ہیں کہ ہندوستان کے شہروں میں ہندو اور مسلمان علیحدہ علیحدہ نہیں رہتے - دوسرے یہ کہ ہندو مذہب دوسرے مذاہب کی تحقیر اور توہین کرنا نہیں سکھاتا - اور ہندو مذہب کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول رواداری اور امن پسندی ہے - تیسرے یہ کہ میں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے اور گزشتہ پندرہ سال سے اسلامی قانون شریعت کی روشنی میں مقدمات کی پیروی کرتا رہا ہوں - چند سال ہوئے میں نے اپنے ایک مسلمان دوست کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اگر چاہے تو وکالتاً اپنا نکاح کر سکتا ہے - یہ دوست ٹنگانیکا علاقہ میں رہتا تھا - جو افریقہ میں واقع ہے - اور لندن نہیں آسکتا تھا - لیکن یہاں کی ایک انگریز خاتون سے اس کی شادی ہو گئی - اور میں اس کے نکاح کا وکیل بنا - پس آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں اسلام سے کچھ نہ کچھ واقفیت ضرور رکھتا ہوں -

میں نے اپنے موضوع میں لفظ اخلاق کو اس کے وسیع ترین معنوں میں استعمال کیا ہے اور میں اپنے مضمون کو تین حصوں کے ماتحت بیان کرونگا - لین دین میں اسلامی اخلاق - عام اخلاقی حالت - اور صنفی تعلقات میں اسلامی اخلاق - اور میں اپنے بیان کو اپنے ذاتی تجارب سے جو مجھے کئی سال پریکٹس کرنے کے سلسلے میں حاصل ہوئے ہیں، واضح کروں گا - اور ہر حصہ کو حتی الوسع نہایت اختصار کے ساتھ بیان کروں گا -

میں اس امر کی صراحت کر دینی پسند کرتا ہوں کہ جس موضوع پر میں اظہار خیال کر رہا ہوں وہ اخلاق کا وہ حقیقی معیار ہے جس کو انسان کامل حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے سچے متبعین نے دنیا میں قائم کیا اور تلقین فرمائی، اور اس پر عمل کر کے دکھایا - اور یہ معیار اس قدر بلند ہے کہ موجودہ زمانہ کی عورتیں اللہ

[1] یہ وہ لیکچر ہے جو انگلستان کی مسلم سوسائٹی واقع ۱۰ ایکلسٹن سکوائر میں دیا گیا تھا -

جو کہ مادیت کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، بہت مشکل سے اس تک پہنچ سکتے ہیں۔

پہلے میں اخلاق کے ان اصولوں کو لیتا ہوں جن کا اظہار لین دین کے سلسلے میں ہوتا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا میں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو سود کو حرام قرار دیتا ہے۔ اگر آپ اس نہایت مفید اور بلند اصول کا تجزیہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ موجودہ اقتصادی نظام جو سود پر مبنی ہے سراسر غلط ہے۔ دولت زندہ شے نہیں ہے۔ اگر آپ سونے یا چاندی کا پونڈ کسی جگہ رکھ دیں تو خواہ وہ کتنے ہی عرصہ تک وہاں پڑا رہے وہ کبھی دگنا نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ایک بادشاہ یا جرنل یا ڈائرکٹر یا کسان کے ہاتھ میں فی الحال ایک ہی پونڈ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے بانی (صلعم) نے اپنے پیرؤوں کو حکم دیا کہ نہ سود لو نہ دو۔ یہ ایک بدترین قسم کا ظلم ہے جو انسانی حرص نے بنی نوع آدم پر روا رکھا ہے۔ اور مادہ پرست لوگ جو روحانی طور پر اندھے ہیں احمقانہ غرور کے ساتھ اس اصول پر کاربند ہیں۔ سود لینے اور سود دینے کے نتائج بہت دوررس ہیں۔ اور سوسائٹی کی امن پسندی کے حق میں سم قاتل ہیں۔ یہ وہ آلہ ہے جو اس اصول پر عمل کرنے والوں کے سروں پر نہایت شدت کے ساتھ گرتا ہے۔ موجودہ قانون کی رو سے ایک شخص ۴۸ فیصدی تک سود لے سکتا ہے۔ غالباً آپ حضرات میں سے بعض کو اس کا علم نہ ہوگا۔ انگلستان میں ایک سودخوار ۴۸ فیصدی سود تک وصول کر سکتا ہے۔ یعنی اگر ایک شخص آج ۱۰۰ پونڈ قرض لے تو اس کو سال بھر کے بعد ۱۴۸ پونڈ دینا ہوں گے۔ اور دو سال میں سود کی رقم اصل زر سے دوگنی ہو جائیگی۔ غور کیجئے اس اصول کی بنا پر کس قدر خاندان تباہ ہو چکے ہوں گے۔ میرے مشاہدہ میں ایسے واقعات آئے ہیں کہ سود خوروں نے دراصل خاندانوں کو تباہ کر دیا ہے۔ اگر ایک شخص ایک مرتبہ ان سود خوروں کے چنگل میں پھنس جائے تو چونکہ شرح سود اس قدر زیادہ ہے اس لئے وہ شخص شاذ و نادر ہی صحیح سلامت بچکر نکل سکتا ہے۔ موجودہ اقتصادیات کے ماہرین سود خوری کی تعریف کر سکتے ہیں۔ کیونکہ محض اس لئے کہ اس اصول کی بنا پر لوگوں کو دوسروں کی دولت کا کچھ حصہ مفت حاصل ہو سکتا ہے سود خوری آج عظیم الشان پیمانہ پر جاری ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حرص اور طمع بھی عظیم الشان پیمانہ پر پہنچی ہوئی ہیں۔ اور دنیا کی قومیں گویا ایک غار کے کنارے پر کھڑی ہیں اور عین ممکن ہے کہ وہ کسی وقت اس غار میں اوندھے منہ جا گریں۔ عمارتی سوسائٹیاں، بنک، اور بیمہ کمپنیاں بظاہر بہت مفید معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن میں آپ کو ایک مثال دوں گا جو میرے پیشے کے سلسلہ میں عموماً تجربہ میں آتی رہتی ہے۔ ایک شخص نے ۱۲۰۰ پونڈ کو ایک مکان خریدا اور ۱۰ پونڈ ماہوار اس کی قسط مقرر ہوئی۔ اس ۱۰ پونڈ میں سے نصف سے زیادہ تو پہلے دس سال کا سود ہے۔ اس آدمی نے ۷ سال تک باقاعدہ اقساط ادا کیں۔ آٹھویں سال وہ بیمار پڑ گیا۔ اور اس کی تجارت کو بھی کچھ نقصان پہنچا جسکی وجہ

سے وہ قسط ادا نہ کر سکا - عمارتی سوسائٹی نے جو در اصل ایک سود خور کی تجارت کا شاندار نام ہے - ہر ماہ اس پر جرمانہ عائد کیا - میں اس غریب مگر ایماندار آدمی کا وکیل تھا - وہ قسط ادا کرنے کے قابل نہ تھا - لیکن اس سود خور نے جرمانہ عائد کر کے اس کا بار اور بڑھا دیا - اور انجام کار سوسائٹی نے یہ معاملہ اپنے مشیران قانونی کے حوالہ کر دیا - میں ان سے ملنے گیا اور اس مقروض کے حالات بیان کر کے ان سے رحم کی درخواست کی - لیکن انہوں نے کہا "افسوس ہم کچھ نہیں کر سکتے - قانون کی پابندی لازمی ہے - کمپنی کے ڈائرکٹر مجبور ہیں کہ اپنی اقساط وصول کریں" چنانچہ انہوں نے دعوے دائر کیا اور مکان پر قبضہ حاصل کر کے اس شخص کو معہ بیوی بچوں کے سات سال کے بعد نکال باہر کیا - یہ بالکل قانونی کارروائی تھی اور بعض لوگ کہینگے کہ بالکل ٹھیک تھی لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ فعل انسانیت کے مطابق تھا ؟ اگر سود کا سوال نہ ہوتا تو وہ شخص اصل زر بآسانی ادا کر سکتا تھا - اور کمپنی کو بھی اس قدر سنگدلی کی ضرورت نہ ہوتی - کیونکہ اس صورت میں انہیں یہ لالچ نہ ہوتا کہ اس شخص سے مکان نکال کر اسے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا جائے - جو اصل زر اور سود دونوں ادا کر سکے - اسلام میں ایک تاجر دوسرے تاجر یا دوست کو قرض دے سکتا ہے لیکن بغیر سود کے اور مقروض وہ رقم حقیقی شکریہ کے ساتھ واپس کر دے گا - اب آپ اس اصول کی انسانیت کے پہلو پر غور کریں اور دیکھیں کہ سود نہ لینے سے انسان میں کس قدر ہمدردی اور حقیقی محبت کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے - کیونکہ اسلام میں کوئی شخص اپنے روپے کو اس لئے استعمال نہیں کر سکتا کہ سود لے کر اپنے اندر حرص کا جذبہ پیدا کرے - جب تجارت میں معاملات کو انسانیت پر مبنی کیا جائے - تو پھر خود غرضی پیدا نہیں ہو سکتی - اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ زندگی میں تصادم کم ہوگا - اور روزانہ زندگی میں دل کو سکون حاصل ہوگا - میں موجودہ سود لینے والی جماعتوں کے ظلم و ستم اور انسانیت کش طریقوں کی بہت سی مثالیں دے سکتا ہوں - لوگوں کے دلوں میں اسلام کے متعلق عجیب و غریب خیالات پائے جاتے ہیں - بہت کم لوگ اسلام کو اس کی اصلیت میں مطالعہ کرتے ہیں - یعنی کمزور طبع اور محض زبانی دعوے کرنے والے مسلمانوں کے اعمال سے بالاتر ہو کر -

اس کے بعد ہم صنفی اخلاق کو لیتے ہیں - اسلامی قانون میں آپ نے خلوت کا اصول پڑھا ہوگا - یہ کیا ہے ؟ یہ در اصل انسانوں کے لئے اخلاق کا سب سے اعلیٰ اصول ہے - جو جنسی تعلقات کے بارہ میں وضع کیا گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ جو لوگ اس اصول سے ناواقف ہیں ان کی سہولت کی خاطر اس کی تشریح کر دوں - اگرچہ بانیٔ اسلام (صلعم) کو بجلی کے متعلق کچھ زیادہ معلومات حاصل نہ تھیں - لیکن وہ انسانی زندگی میں عورت اور مرد کے مابین تفریق رکھنے کی خوبی اور ضرورت سے بخوبی واقف تھے - سائنس کی اصطلاح میں جذبہ جنسی انسانوں میں سچ مچ بجلی کی ایک لہر

ہے ۔ یہ زندگی کے تسلسل کے لئے ضروری ہے لیکن ان اصولوں کو مدنظر رکھنا بھی لازمی ہے جن کی بدولت یہ بجلی کی رو ، سوسائٹی کو تباہ کئے بغیر جاری رہ سکے ۔ انسان اپنی اصل کے لحاظ سے ایک اخلاقی ہستی ہے ۔ اور آپ لوگ اس مقولہ سے بخوبی واقف ہیں کہ اگر دولت ضائع ہو جائے تو گویا کچھ ضائع نہ ہوا ۔ اور اگر صحت ضائع ہو جائے تو کچھ نقصان ہوگا ۔ لیکن اگر سیرت ضائع ہو جائے تو انسان بالکل تباہ ہو جائے گا ۔ ایک انسان جسکے پاس بلند اخلاقی اصول نہ ہوں وہ ایک حیوان سے بدتر اور سانپ سے زیادہ خطرناک ہے ۔ اسی لئے آنحضرت صلعم نے بلند اخلاقی اصول کے حفظ و بقا کے لئے قانون نافذ فرمایا ۔ اسلامی قانون میں خلوت کے یہ معنے ہیں کہ اگر ایک مرد اور ایک عورت ، جو ایک دوسرے کے اس درجہ قریبی رشتہ دار نہ ہوں جن میں شادی ناجائز ہے کسی مکان یا مقام میں بالکل تنہا اور آزادی کے ساتھ مل کر بیٹھیں جہاں کوئی مخل نہ ہو سکے تو وہ شریعت کی رو سے ایسے جرم کے مرتکب ہوں گے جو قابل گرفت ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس اصول کی کافی تشریح کر دی ہے ۔ اگرچہ میں نے کسی حد تک قانونی الفاظ میں بیان کیا ہے ۔ اب آپ پھر بجلی کی مثال پر غور کریں ۔ جو لوگ بجلی کے اصول سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ منفی بجلی ، مثبت بجلی سے ملنے کے لئے ہمیشہ بے تاب رہتی ہے ۔ جب تک دونوں میں کافی فاصلہ رہے یا ان دونوں کے درمیان کوئی شے حائل رہے تو وہ برابر اپنے اپنے راستوں پر چلتی رہیں گی لیکن جونہی فاصلہ کم ہو جائے یا وہ تفریق دور ہو جائے تو پھر فوراً بجلی پیدا ہو جائے گی ۔ خواہ ساری دنیا دعا کرے کہ بجلی پیدا نہ ہو لیکن کیا یہ دعا کارگر ہو سکتی ہے ؟ ہر شے قاعدہ اور قانون کی پابند ہے ۔ قانون کو توڑنے سے فوراً خراب نتیجہ ظاہر ہوگا ۔ انسانی اور اخلاقی دنیا بھی غیر قابل تبدیل قوانین کی پابند ہے ۔ اسی طرح جسطرح کہ مادی دنیا پابند ہے ۔ اسی لئے خلوت کا اصول عورت اور مرد ، دونوں کی اخلاقی حالت کو قائم رکھنے کے لئے سب سے بلند اصول ہے ۔ اسی اصول کے ماتحت مغربی ممالک میں بوڑھی عورتوں کو ملازم رکھا جاتا ہے تاکہ وہ مجالس میں نوجوان لڑکیوں کی نگرانی کر سکیں بعض لوگ ان عورتوں کو یا ان امور کو جو نوجوان عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے سے دور رکھیں ۔ پرانی دقیانوسی باتیں قرار دیتے ہیں لیکن اسلام اچھی باتوں کو یہ کہہ کر نہیں ترک کرتا کہ وہ دقیانوسی ہو گئی ہیں یہ ہو سکتا ہے کہ بہت سے مسلمان سچے مسلمان نہ ہوں ۔ اور اسلام کے بلند اصولوں پر عامل نہ ہوں ۔ لیکن میرا مقصد یہ ہے کہ میں آپ کو بتاؤں کہ اسلام میں بلند اصول پائے جاتے ہیں ۔ کون واقف نہیں ہے کہ آج دنیا کی اخلاقی حالت کس قدر زار و زبوں ہو رہی ہے ۔ اور لوگ تباہی کے گہرے غار کی طرف تیزی سے چلے جا رہے ہیں ۔ اور وہ دن دور نہیں جب ہم ، ان لوگوں کی حماقتوں کا خمیازہ بھگتیں گے جو اخلاق کے اعلیٰ اصولوں پر عمل نہیں

کرتے ۔ اگرچہ وہ دنیاوی لحاظ سے کتنے ہی بڑے عہدوں پر فائز کیوں نہ ہوں۔ اگر میرے پاس وقت ہوتا تو میں اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ بیان کر سکتا تھا۔ آج کل کے نوجوان مردوں اور عورتوں کی یہ رسم کہ وہ آزادی کے ساتھ جہاں چاہیں ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں، اس خرابی کی ذمہ دار ہے جو دنیا میں پائی جاتی ہے اور اسی اخلاقی خرابی کی وجہ سے، دنیا سے مسرت کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ میں نے گزشتہ نو سال میں بہت سے انگریزوں کے شادی کے مقدمے کئے ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ کس قدر رنجیدہ اور تباہ حال تھے۔ چونکہ وہ اخلاق کے بلند اصولوں پر عامل نہ تھے۔ اور بعض مسلمان بھی اپنے مذہب کے اعلیٰ اصولوں کو چھوڑ کر تکلیف میں مبتلا ہیں۔ افراد، اور بالواسطہ جماعتوں اور انجام کار دنیا کی مسرت اور صحت کا دارومدار، تجارتی اور نجی زندگی میں اعلیٰ اخلاقی اصولوں پر کاربند ہونے میں مضمر ہے۔ اور اسلام میں یہ چیز موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں کاش ہر مسلمان سچا مسلمان بن جائے تو اسلام دنیا میں بہت تیزی کے ساتھ پھیل سکتا ہے۔

اب میں عام اخلاق کے متعلق چند باتیں کہنی چاہتا ہوں۔ اسلام ہی دنیا میں ایک ایسا مذہب ہے جو تمام مسکرات اور منشیات مثلاً شراب سے روکتا ہے۔ موجودہ دنیا اب اس حقیقت سے آگاہ ہو گئی ہے کہ عمدہ زندگی بسر کرنے کے لئے شراب ایک زبردست برائی ہے۔ اور اس لئے اس سے احتراز واجب ہے چنانچہ امریکہ نے اس کے خلاف ایک قانون پاس کیا اور اس کا ملک پر بہت اچھا اثر ہوا۔ لیکن اسلام میں کسی حالت اور کسی تقریب میں بھی شراب پینے کی اجازت نہیں ہے اور شراب خانہ خراب کی برائیاں اس قدر واضح ہیں کہ ان کی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں ہے اس کی بدولت بہت سے خاندان ہر سال تباہ ہو جاتے ہیں۔ بہت سی زندگیاں ہر سال غارت ہو جاتی ہیں، بہت سے نوجوان ابتدائے زندگی ہی میں تباہ ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں عیش و عشرت اور عیاشی کی بڑی سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے۔ سچے مسلمان کے کمرے میں آپ کبھی تصاویر آویزاں نہ پائیں گے سادہ زندگی تو مسلمان کا محبوب طرز عمل ہے۔ عیاشی ہی کی وجہ سے لوگوں میں اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ اور دولتمند، غریبوں اور حاجتمندوں کو بھول جاتے ہیں۔ دیکھو مغربی ممالک میں کیا ہو رہا ہے۔ ایک دولتمند آدمی کو سوچنا چاہئے کہ دنیا میں غریب لوگ بھی آباد ہیں۔ لندن کے مغربی حصہ میں بہت سے تھیٹر، سینما اور ہوٹل ہیں جو سراسر معمور ہوتے ہیں لیکن اسی شہر کے مشرقی حصہ میں لاکھوں آدمیوں کو پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں ملتی اور طرفہ یہ ہے کہ اس حالت کو منصفانہ قرار دیا جاتا ہے خود غرض لوگوں کے ہاتھوں میں آکر عدل و انصاف کا معیار کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔

محدود وقت کی وجہ سے میں ان اصولوں کی تفاصیل نہیں کرسکتا۔ میں نے صرف چند نمایاں اور لائق توجہ امور پر روشنی ڈالدی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ سامعین میں سے جو حضرات مسلمان ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ اسلامی اخلاق کے بارہ میں جانتے ہیں اور عمل کرتے ہیں۔ جتنا میں نے آج آپ کے سامنے بیان کیا ہے۔

اشاعتِ اسلام

(از رضاء الدین احمد بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ (علیگ) آنریری سکرٹری انجمن اتحاد)

ظلمتِ جہل سے تاریک تھا صحرائے عرب		نورِ ایماں سے منور نہ تھی خاکِ یثرب
موجبِ فخرِ قبائل تھے عجب لہو ولعب		لب پہ تھی یادِ بتاں سب کے بجائے "یارب"
دیر تھا انکا حرم، اپنا حرم آہ نہ تھا		اک صنم خانہ تھا وہ کعبۂ اللہ نہ تھا
نشۂ کفر سے سرشار تھے سب اہلِ عرب		دین و ایمان سے بیزار تھے سب اہلِ عرب
سرکش و ظالم و خونخوار تھے سب اہلِ عرب		کس مصیبت میں گرفتار تھے سب اہلِ عرب
اپنی دخترِ پہ ستم ڈھانا ذرا بار نہ تھا		گاڑ دینے میں اسے زندہ انہیں عار نہ تھا
باوجودیکہ نہ تھا کوئی عرب میں معصوم		اپنی رحمت سے خدا نے نہیں رکھا محروم
آتشِ کفر ہوئی جبکہ زدن میں معدوم		کافروں کو بھی ہوئی منزلت دیں معلوم
کوئی پیغام لئے عرش بریں سے آیا		اہلِ دنیا کیلئے نعمت عقبیٰ لایا
اس کے اخلاق میں تھی شان الٰہی کی جھلک		اس کے آگے سرِ تسلیم جھکاتے تھے ملک
ہے خجل اس کے مراتب سے بلندئ فلک		نور سے اس کے جھپک جاتی ہے سورج کی پلک
شبِ معراج میں اسرار رسالت بھی کھلے		پردۂ راز اٹھا عرش کے جلوے دیکھے
نورِ ایماں سے منور ہوا سارا عالم!		رازِ باطن سے ہوا عالم ظاہر محرم
کر دیا ختم نبوت نے وہ عہدِ پُر غم		جس سے شیرازہ مسرت کا تھا درہم برہم

دیا قانونِ شریعت نے تمدن کو فروغ
دورِ حق آگیا، جب ختم ہوا دورِ دروغ

اسلام اور نکاح

جناب سید غلام شاہ صاحب - کریمی - بی - اے (آنرز)

اسلام ایک عملی مذہب ہے - اور انسان کی اخلاقی - جسمانی - اور سوشل ترقی اس کا بڑا مقصد ہے جس مسئلہ پر آج ہم لکھنا چاہتے ہیں وہ بیاہ یا نکاح کا مسئلہ ہے - ہر ایک شخص جانتا ہے کہ اسلام میں ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت ہے لیکن لفظ " اجازت " کو خوب یاد رکھنا چاہیئے - یہ خیال غلط ہے کہ اسلام کثیر الازدواجی یا ایک سے زیادہ نکاح کرنے پر ہر انسان کو مجبور کرتا ہے - ہرگز نہیں - کہیں ایسا حکم نہیں کہ " تم ایک سے زیادہ نکاح ضرور کرو " یا " تم پر ایک سے زیادہ شادیاں کرنا فرض ہے " - کثیر الازدواجی کا مقصد محض اس قدر ہے کہ ایک شخص ایک سے زیادہ بیبیاں خاص خاص حالات کے ماتحت نکاح میں لا سکتا ہے - یہ محض اجازت ہے اور وہ بھی مشروط - اور خاص حالات واقعات کے ماتحت - اور اسی میں اسلام کی کمال زیرکی مضمر ہے - شادی کے دو مقصد ہوتے ہیں - ایک انسان کا ذاتی مقصد اور دوسرا قومی مقصد - ان دونوں مقاصد کی تکمیل کی راہ میں بعض مشکلات حائل ہیں - ان مشکلات کا حل مذہب اسلام نے ہی بتایا ہے - اس وقت ہم بعض اہم مشکلات کا ذکر کرتے ہیں جو نکاح کے معاملہ میں لوگوں کو پیش آتی ہیں - اور پھر ہم بتائیں گے کہ کس طرح اسلام نے بنی نوع انسان کی بہبود و سود کو مد نظر رکھتے ہوئے ان مشکلات کا قلع قمع کر دیا ہے -

ابھی تھوڑے دن ہوئے اخبار " ٹٹ بٹس " میں مفصلہ ذیل سطور میری نظر سے گزریں - ایک شخص بیان کرتا ہے کہ :-

" میری بیوی دماغی عوارض سے عرصہ دس سال سے بیمار ہے - ڈاکٹر کہتے ہیں کہ وہ پاگل خانہ سے کبھی باہر نہیں نکالی جا سکتی (یعنی اسکو شفا ناممکن ہے) میں ایک خاموش آدمی ہوں - اگر پہلی بیوی سے آزادی حاصل ہو جائے تو مجھے شادی خانہ آبادی کی بہت آرزو ہے - اس معاملہ میں میں ناظرین کرام سے کوئی مفید مشورہ چاہتا ہوں "

یہ ایک دردناک واقعہ ہے اور اس لئے زیادہ دردناک ہے کہ اس کا لکھنے والا ایک عیسائی ہے - اور عیسائیت جو جواب اس کو دے سکتی ہے وہ حسب ذیل ہے :-

" اگر شادی سے پہلے ہی تمہاری بیوی میں دیوانگی موجود تھی اور اس معاملہ کو تم سے چھپایا گیا تھا تو اس سے

آزادی حاصل کی جا سکتی ہے - اگر ایسا نہیں تھا تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ قانون تمہارے حق میں نہیں ہے - اور تم پہلی بیوی سے آزادی حاصل نہیں کر سکتے ۔"

بالفاظ دیگر جب تک اس کی بیوی زندہ ہے (خواہ وہ پاگل خانہ ہی میں ہو) وہ دوسری شادی نہیں کر سکتا جس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو وہ مجبورانہ زندگی بسر کرے اور یا بدکاری کرے - یہ مشکل اور معمہ جو عیسائیت کے لئے ایک عقدۂ لا ینحل بنا ہوا ہے اسلام نے نہایت آسانی سے حل کر دیا ہے - اور اس کا حل کثیر الازدواجی کی اجازت میں ہی مرکوز ہے -

ایک اور مثال لیجئے - فرض کیجئے کہ ایک شادی شدہ انسان ہے جس کے قوائے جسمانی و دماغی سب مضبوط اور تندرست ہیں - وہ خوب طاقتور اور توانا ہے - خوب کھاتا پیتا اور معقول آمدنی والا ہے - اور اس کے گھر میں تمام سامان عیش و عشرت موجود ہیں - لیکن بدقسمتی سے کئی سال گزر جانے کے باوجود اس کے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور شاید بیوی کی حالت ایسی ہے اور اس کو کوئی ایسا عارضہ لاحق ہے کہ تاعمر اس سے کوئی بچہ پیدا نہ ہو سکے - کسی دوسرے کا بچہ لیکر پال لینا اسے پسند نہیں یا ایسی صورت ممکن ہی نہ ہو سکتی ہو - اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی بیوی سے محبت رکھتا ہے اور دوسری شادی کی خاطر اس کو طلاق دینا نہیں چاہتا - اب ایسے مذہب میں جس میں ایک ہی شادی کی اجازت ہو اس مشکل کا کوئی حل نہیں مل سکتا - ایسے شخص کو اپنی مشکلات رفع کرنے کے لئے اسلام کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہیئے اور اپنی تکالیف کا علاج اس دین فطرت سے کرنا چاہیئے - لاریب اسلام ہی واحد علاج ان مشکلات اور مصائب کا ہو سکتا ہے - یہاں تک تو ہم نے بعض ان مسائل پر غور کیا ہے جو انسان کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں - اب ہم ان مسائل پر غور کرنا چاہتے ہیں جو قومی مقاصد سے تعلق رکھتے ہیں -

فرض کرو کہ ایک ملک یا قوم کچھ عرصہ تک مصروف جنگ رہتی ہے - لازماً لڑائی کے خاتمہ پر اس کے مردوں کی تعداد کم ہو جاتی ہے - بہت سی مستورات جو ابھی عالم شباب میں ہی تھیں بیوہ ہو جاتی ہیں اور بے شمار لڑکیاں جو نکاح کے قابل تھیں ان کو شوہر نہیں مل سکتے - بعض عورتوں کو کچھ کام کرنے کے لئے مل سکتا ہے لیکن بہت سی حالتوں میں کام نہیں مل سکتا - یہ بدنصیب اپنا گزارہ کس طرح کریں؟ ان کو نان و نفقہ کون بہم پہنچائے - یہ تمام کی تمام یتیم خانوں اور بیوہ خانوں میں داخل نہیں کی جا سکتیں - نوکری کہیں ملتی نہیں - گزارہ کی کوئی صورت نہیں - ایسے دردناک حالات میں وہ کیا کریں؟ لازماً وہ ایسے گھر کی تلاش میں ہوں گی جس میں وہ بآرام زندگی بسر کر سکیں - ان کے دل میں شادی خانہ آبادی کی کس قدر تڑپ موجزن ہو گی - اب جائے غور ہے کہ یورپ کے جن ملکوں میں ایک ہی نکاح کرنے کی اجازت ہے ان میں اس قابل رحم طبقۂ نسواں کے لئے دو ہی ناخوشگوار صورتیں باقی رہ جاتی ہیں - اگر یہ بدنصیب طبقے

اپنی عفت اور عصمت کو سنبھال کر رکھے تو مفلسی اور قلاشی ان کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ اور وہ ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دیتی ہیں۔ دوسرا طریق کار ان کے لئے یہی ہے کہ وہ بداخلاقی اور ناگفتنی عیوب میں مبتلا ہو کر اپنے دن کاٹیں یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جس کا حل اسلام میں ہی پایا جاتا ہے۔ اور میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ اسلام نے جس خوبی اور جس عمدگی سے انسانی فطرت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ کو حل کیا ہے وہ نہایت ہی قابل تعریف ہے۔ اسلام ایسی عورتوں کے لئے ایک معزز اور دیانتدارانہ زندگی بسر کرنے کے مواقع پیش کرتا ہے۔ وہ اجازت دیتا ہے کہ ایسی عورتیں اپنا گھر بنالیں۔ ایسا گھر جس میں ان کو تمام آرام میسر ہوں۔ وہ شادی کرلیں اور ایک معزز شہری کی زندگی بسر کریں۔ وہ مائیں بن جائیں اور ان کو پاک و صاف زندگی حاصل ہو۔ قصہ کوتہ اسلام ان کی اعلیٰ اخلاقی حالت کا ضامن بن جاتا ہے اور ان کی عفت و عصمت کو معصیت کے داغوں سے بچا لیتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ جب اسلام اپنے ابتدائی مراحل میں تھا اس وقت مسلمانوں اور غیر مسلم اقوام میں عموماً جنگوں کا ایک سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اس جنگ و جدل کا نتیجہ یہ تھا کہ مرد بہ تعداد کثیر راہی ملک عدم ہوگئے تھے حضرت پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے جو دنیا میں آخری شریعت لے کر مبعوث ہوئے تھے۔ ان دردناک حالات کو ملاحظہ فرمایا کہ مستورات بہت بڑی تعداد میں بیوگی کی حالت میں رہ گئی تھیں۔ آپؐ نے اپنے متبعین کو حکم دیا۔ کہ وہ ان مسلمانوں کی بیوہ عورتوں سے نکاح کریں جو خدا کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے اپنے مولیٰ سے جا ملے ہیں۔ سب سے پہلے خود جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرف قدم اٹھایا۔ چنانچہ ان بارہ بیویوں میں سے جن سے آپؐ نے نکاح کیا آٹھ بیبیاں ایسی تھیں جن کے خاوند جام شہادت پی چکے تھے۔ یہ ہے اصلیت آپؐ کے زیادہ نکاح کرنے کی جس پر معترضین زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت کے سامنے معترضین کے اعتراضات پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتے۔ اور اس سے اس تہمت کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ جو معاندین آپؐ پر لگاتے ہیں نعوذ باللہ اگر آپؐ اپنے نفس پر قادر نہ ہوتے جیسا کہ مخالفین آپؐ کے متعلق کہتے ہیں تو آپؐ عین جوانی کے عالم میں ایک دوشیزہ سے شادی کرنا پسند فرماتے لیکن جب آپؐ کی عمر پچیس سال کی تھی آپؐ نے ایک چالیس سالہ بوڑھی عورت سے شادی کی۔ اور پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ آپؐ نے اپنی پہلی بیوی کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا اور پچیس برس تک ایک ہی بیوی پر قناعت کی۔ لاریب آپؐ دنیا کے معلم تھے۔ اور جو کچھ آپ دوسروں کو تعلیم دیتے تھے سب سے پہلے خود اس پر عمل کرتے تھے۔

ممکن ہے یہ بات یورپین مہمان وطن کو بری لگے لیکن عقل جس بات کو تسلیم کرتی ہے وہ یہ ہے کہ کثیر الازدواجی

یعنی زیادہ نکاح کرنے میں بہ نسبت ایک ہی نکاح کے زیادہ حب وطن کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ ایک نکاح کرنا محض خودغرضی ہے۔ کیونکہ اس میں ایک ہی فرد کے مفاد کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ لیکن برعکس اس کے زیادہ نکاح کرنا ایک قوم کی ضروریات کو مدنظر رکھنے کے مترادف ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ امر حب الوطنی سے زیادہ تعلق رکھتا ہے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس قدر زیادہ بیویاں انسان نکاح میں لائے گا اسی قدر زیادہ وہ محب الوطن ہو جائے گا بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ جس قدر انسان محض اپنے ہی مفاد کو مدنظر رکھے گا اور اپنے ہی سود و بہبود کا طالب ہوگا اسی قدر حب الوطنی کا جذبہ اس میں سے مفقود ہوتا جائے گا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک ملک یا قوم اپنے سپاہیوں کے بل بوتے پر زندہ ہوتی ہے۔ اپنی بقا کی جدوجہد میں ہر ایک گھر کا فرض ہے کہ وہ قومی فوج کے جوانوں میں اپنا حصہ دے۔ اور جب یہ حالت ہے تو لازماً وہ گھر جس میں زیادہ بیبیاں ہیں بہ مقابلہ ایسے گھر کے جس میں محض ایک ہی بیوی ہو زیادہ تعداد میں جوان دے سکتا ہے۔ یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ ایک ہی بی بی پر قناعت کرنا اور بچے نہ پیدا کرنے کی تجاویز سب حب الوطنی کے خلاف اقدام ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں روس اور جرمنی نے اس حقیقت کو معلوم کر لیا ہے۔

مغرب کی دو بڑی خرابیاں طلاق اور زنا ہیں۔ لیکن ایسے حالات کا پیدا ہونا بالکل قدرتی امر ہے۔ ایک ہی نکاح اصولاً غلط ہے۔ منہ سے یہ کہہ دینا کہ ایک ہی مرد اور ایک ہی بیوی زندگی کی کٹھن منزل طے کرنے میں ایک دوسرے کے زیادہ ممد و معاون ہوں گے۔ اور رنج و راحت میں شرکت کرینگے۔ لیکن کیا یہ بالکل حقیقت ہے اور اس میں صداقت ہی صداقت ہے؟ کیا یہ طریق ساری سوسائٹی کی خوشحالی کا ضامن ہے؟ ہرگز نہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایک نکاح تمام مردوں کے لئے بالکل معقول ہے لیکن کہاں اور کن صورتوں میں؟ ظاہر ہے کہ یہ انہی صورتوں میں ممکن اور معقول ہو سکتا ہے جن کا تعلق اس دنیائے ہست و بود سے نہیں بلکہ کسی اور خیالی دنیا سے ہو جہاں فرقہ وارانہ جھگڑے نہ ہوں اور سب کے سب افراد ایک ہی قومیت کے رنگ میں رنگین ہونے سے آپس میں نہایت متحد ہوں۔ اور۔ ع ۔ تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری ۔ کے مصداق ہوں۔ ہاں ایک نکاح اسی دنیا میں ممکن ہو سکتا ہے جہاں جنگ و جدل کا نام و نشان نہ ہو اور جہاں کامل امن و امان اور صلح و آشتی کا دور دورہ ہو۔ جہاں انسان نہایت محبت اور یگانگت کے ساتھ رہتے ہوں۔ اور خدا کا خوف ان کے دلوں کے اندر موجزن ہو۔ اور بالآخر جہاں ہر ایک مرد اپنی مرضی کے مطابق بیوی اور ہر ایک عورت اپنی مرضی کے مطابق خاوند حاصل کر سکے۔ اور ان کے مزاجوں اور طبیعتوں میں کسی قسم کا اختلاف

واقع ہونے کا اندیشہ نہ ہو لیکن اس ہماری دُنیا میں ایسے حالات کہاں ہیں ؟ اور جب ایسے حالات نہیں ہیں اور ہرگز نہیں ہیں تو ایک ہی نکاح کی حدبندی لازماً کبھی بھی قابل عملدرآمد طریق قرار نہیں دیا جا سکتا۔
میں کہتا ہوں اور ہر دانا میری تائید کرے گا کہ اگر وہاں کثیر الازدواجی کا قانون رائج کر دیا جائے تو مغرب کی بہت سی خانہ داری کی تکالیف و مصائب کا آج ہی ازالہ ہو جائے۔ طلاقوں کا رواج کم ہو جائیگا اور آئے دن جو خودکشی کی واردات ہوتی رہتی ہیں وہ بھی بہت حد تک کم ہو جائیں گی۔ اور مرد پھر ایک دفعہ سوسائٹی میں اپنے اصل درجہ کو حاصل کرے گا۔ مصنوعی اور جھوٹی تہذیب اور مادیت پرستی کی بجائے اصل انسانی جوہر چمک اٹھینگے اور طبقہ نسواں خاک مذلت سے اٹھکر اوج رفعت پر پہنچ جائے گا۔ نسل انسانی کی ماں ہونے کے لحاظ سے اسے قابل رشک عزت ملے گی۔ اور طبقہ ذکور اس کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھے گا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام عورت کو مرد کا غلام نہیں بناتا بلکہ دُنیا میں اسلام سب سے پہلا مذہب ہے جس نے عورت کو مرد کے برابر کی حیثیت اور حقوق دیئے ہیں۔ لیکن اس کے متعلق ہم کسی آئندہ اشاعت میں اپنے خیالات کا اظہار کرینگے۔ یہاں محض اسی قدر اشارہ کر دینا کافی ہے کہ اسلام نے مرد اور عورت کے فرائض میں ایک خط امتیاز کھینچ دیا ہے۔ جس سے خود گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے اور سارا ملک اور قوم امن و امان کی زندگی بسر کرتا ہے۔

مسلم بک سوسائٹی

ادارہ ہذا مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی ایک شاخ ہے۔ فروخت کتب کا منافع مغرب میں تبلیغ اسلام کے کارِ خیر میں صرف ہوتا ہے۔ یہ ایک اظہر من الشمس حقیقت ہے کہ آج دُنیائے اسلام میں ووکنگ مسلم مشن ہی خالصتہً ایک ایسا ادارہ ہے جس کی بلند بانگ آواز چہار دانگ عالم کے گوشہ گوشہ میں غیر مسلمین کو دعوت الی الاسلام کا پیام ربانی سنا رہی ہے۔ ووکنگ مسلم مشن کی انگریزی اسلامی مطبوعات کی نشر و اشاعت نے وہ کام کیا ہے جو مبلغین کے حیطۂ اقتدار سے باہر ہے بعید المسافت مقامات میں مبلغین کی رسائی محالات سے ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کا ماہانہ مجریہ اسلامک ریویو کا ایک ایک صفحہ بذات خود ایک مبلغ ہے۔ کون ہے جو اس حقیقت سے واقف نہیں کہ آج ہماری قلمی تبلیغ نے مغرب میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ (خواجہ عبد الغنی سکرٹری ووکنگ مسلم مشن)

وحی و الہام۔ اُس کی نوعیّت اور فعل

(مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی۔ اے)

اور نہیں ہے طاقت کسی آدمی کو کہ بات کرے اس سے اللہ مگر بذریعہ وحی، یا پردے کے پیچھے سے۔ یا بھیجے فرشتہ پیغام لانے والا پس دل میں ڈال دے اس کے حکم سے، جو کچھ وہ چاہتا ہے۔ تحقیق وہ بلند مرتبہ اور حکمت والا ہے۔

اور اسی طرح وحی کیا ہم نے تیری طرف روح کو، اپنے حکم میں سے۔ تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔ لیکن کیا ہم نے اس کو نور۔ ہدایت کرتے ہیں ہم اس کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں بندوں اپنے میں سے۔ اور البتہ تو ہدایت کرتا ہے سیدھی راہ کی طرف وہ اللہ کی راہ ہے، جو مالک ہے اس کا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ خبردار رہو! اللہ ہی کی طرف سب کام پھر جاتے ہیں ۞ (سورہ شوریٰ۔ آیات ۵۱ تا ۵۳)

ایک مذہبی کتاب کا یہ فرض ہے کہ وہ ان تمام امور پر روشنی ڈالے جن کا تعلق مذہبی زندگی سے ہے۔ قرآن مجید نے اس اصول پر بار بار زور دیا ہے۔ اب یہ مختلف مذاہب کے پیروؤں کا فرض ہے کہ وہ یہ معلوم کریں کہ ان کی مذہبی کتب کس حد تک اس فرض سے عہدہ برآ ہوتی ہیں۔ قرآن مجید کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نے اس فرض کو بخوبی انجام دیا ہے۔ مذہب کے دوسرے امور سے قطع نظر کر کے اگر کوئی کتاب منجانب اللہ ہونے کی مدعی ہے تو اسے یہ بتانا چاہئے کہ وحی و الہام کی حقیقت کیا ہے۔ آج دنیا میں بہت سی کتابیں ہیں جو الہامی ہونے کی مدعی ہیں لیکن کیا ان میں سے کوئی ایک کتاب بھی یہ بتا سکتی ہے کہ وحی و الہام کیا ہے، اس کا نزول کس طرح ہوتا ہے اور وہ کس مقصد کو پورا کرتا ہے؟ میرا خیال ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ باقی سب کتابیں اس اہم نکتہ کے متعلق بالکل خاموش ہیں۔

قرآن کریم نے وحی کی تین اقسام بیان کی ہیں۔ پہلی قسم وحی ہے۔ اس لفظ کے معنی امام راغب نے یہ لکھے ہیں "بعجلت کوئی بات دل میں ڈال دینا"۔ ہر مرد اور عورت نے تجربہ کیا ہوگا کہ بعض اوقات نازک لمحات میں جبکہ انسان کو دشواری کا کوئی حل بظاہر نظر نہیں آتا۔ اسے ایک روشنی نظر آتی ہے اور وہ فوراً دشواری کا حل معلوم کر لیتا ہے جب اس قسم کی روشنی حاصل ہوتی ہے تو بڑے سے بڑا لاادری بھی اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ یہ ایک خارجی شے ہے۔ اور کسی طرح اس کے دماغ

کی پیداوار نہیں ہے۔ لیکن جب کچھ وقت گزر جاتا ہے تو وہ اپنی نخوت کی بنا پر اس علم کو اپنی ذاتی لیاقت کا نتیجہ سمجھ لیتا ہے اور اس طرح پھر تاریک لاادریت میں گم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس آدمی کی نظر میں جسے حقیقت حال کا علم ہے۔ اور جو روحانی تجارب سے مالامال ہے یہ علم، اس علم سے متمیز ہے جو اس کو اپنی دماغی قابلیت کی وجہ سے دنیاوی امور میں حاصل ہوتا ہے۔ اس کے لئے یہ ایک خارجی شے ہے۔ یعنی الہام منجانب اللہ۔

چونکہ یہ تجربہ بہت عام ہے۔ اس لئے یہ تجربہ انسان کے اس عقیدہ کی بنیاد ہے کہ خدا انسان کے معاملات میں مداخلت کرتا رہتا ہے۔ اور یہ امر اس قانون سے علیحدہ ہے جس کے ماتحت اس نے کائنات کو پیدا کیا۔ اور قوانین کے ماتحت رکھا ہے۔

الہام کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ پس پردہ ہو۔ اس میں سچی خواب اور رویا دونوں شامل ہیں جو دنیاوی واقعات کو واضح طور پر دکھاتی ہے۔ یہ دونوں متشابہ تجربے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ خواب کا تعلق نیند سے ہے اور رویا کا تعلق بیداری سے ہے۔

یہ تجربہ اگرچہ اس قدر عام نہیں ہے۔ بعض اوقات ہر قسم کے آدمیوں کو حاصل ہو جاتا ہے جن میں سے بعض دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر افراد اس قسم کے ایک یا دو تجربے اپنی زندگی میں ضرور یاد کر سکتے ہیں۔ نیک پاکیزہ اور روحانی طاقت رکھنے والے آدمیوں کو یہ تجربے اس قدر کثرت کے ساتھ ہوتے ہیں کہ وہ نسبتاً علم کے اس ذریعہ کی طرف زیادہ مائل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی روحانی تجارب اسی قسم کے الہام کے تھے۔ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ "وحی کی اولیں صورت جس سے آنحضرت صلعم آشنا ہوئے یہ تھی کہ آپ کو سچی خوابیں آنا شروع ہوئیں۔ اور جو بات آپ خواب میں دیکھتے تھے وہ دن میں اسی طرح واقع ہوتی تھی۔ اس کے بعد آپ کو تنہائی مرغوب ہوگئی اور آپ غار حرا میں خلوت گزیں ہو گئے۔ اور وہاں آپ نے باطنی مجاہدات شروع کئے۔"

لیکن اس پس پردہ وحی میں ایک اور تجربہ بھی شامل ہے جو بہت نادر الوقوع ہے۔ یعنی آدمی بعض الفاظ سنتا ہے۔ اپنی روحانی طاقت کے ذریعہ سے، جو یا پیشگوئی پر مبنی ہوتے ہیں یا کسی خاص امر میں ہدایت پر۔ لیکن بولنے والا نظر نہیں آتا۔ یہ بات خواب میں یا شاذونادر حالت بیداری میں بھی ملتی ہے۔

اس جگہ ایک شخص یہ سوال کر سکتا ہے کہ ہم ایک سچی خواب اور ایک جھوٹی خواب میں کس طرح فرق کر سکتے ہیں یا الہامی کشف میں اور معمولی انسانی کشف میں یا ان الفاظ میں جو تحت الشعور سے پیدا ہوتے ہیں اور

ان الفاظ میں جو خدا کی طرف سے سنائی دیتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً ان واقعات کی حقانیت کو حقائق کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر جب کوئی خواب، یا کشف یا رؤیا سچا ثابت ہوتا ہے تو پھر ملہم کو اپنے الہام کی صداقت میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ لیکن اس کے علاوہ ایک مبصر جوہری فوراً دیکھتے ہی کہہ دیتا ہے کہ یہ پتھر اصلی ہے اور یہ نقلی۔ اسی طرح ملہم بھی اپنے سابقہ تجارب روحانی کی بنا پر فوراً معلوم کر لیتا ہے کہ فلاں الہام منجانب اللہ ہے یا اس کے اپنے دماغ کی پیداوار ہے جس شخص کو وحی والہام کا تجربہ ہو وہ اس معاملہ میں غلطی نہیں کر سکتا۔ دشواری انہی کو معلوم ہوتی ہے جن کو الہام کی نوعیت کا علم نہ ہو اور اس کا تجربہ بھی نہ ہوا ہو۔

مزید تفصیلات سے پہلے میں مکرر اس حقیقت کو واضح کرتا ہوں کہ الہام ایک ایسا علم ہے جس کا تعلق انسان کے دماغ سے نہیں بلکہ یہ ایک خارجی تجربہ ہے۔ یہ علم اس کے فوق الشعور یا تحت الشعور کی پیداوار نہیں ہے اور نہ یہ ہماری دماغی قوتوں کی کارگزاری میں مخل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ ہماری دماغی قوتیں ہماری رہنمائی سے عاجز ہو جاتی ہیں۔ الہام کو دماغ سے وہی نسبت ہے جو دوربین یا خوردبین کو جسمانی آنکھ سے ہے۔

لیکن اب تک جو کچھ میں نے وحی والہام کے بارہ میں کہا ہے اس کا تعلق انہی الہامات سے ہے جو زیادہ تر شخصی نوعیت رکھتے ہیں۔ اور اس لئے ان کا دائرہ عمل محدود ہے۔ ان تجارب سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں اولاً ان کی بدولت انسان حقیقت الہام سے آگاہ ہوتا ہے اور اس عقیدہ میں اس کی مدد کرتے ہیں کہ وحی کی ایک اعلیٰ ترین صورت بھی ہو سکتی ہے جس کا ذکر میں ابھی کروں گا۔ اور جو انسان کے حق میں بحیثیت فرد اور نوع نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ ثانیاً یہ تجارب خدا کی ہستی کا نہایت روشن ثبوت ہیں۔ ہمارے تمام عقلی قیاسات ہمیں اس نتیجہ تک پہنچا سکتے ہیں کہ خدا ہونا چاہیئے۔ یا یہ کہ غالباً خدا ہے۔ لیکن محض عقل کی مدد سے ہم اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے کہ فی الحقیقت خدا موجود ہے۔ اگرچہ بالواسطہ شہادات اور حالات و قرائن کی شہادات کسی شے کی ہستی پر دلالت کر سکتی ہیں۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ وہ شے فی الحقیقت موجود نہ ہو صرف براہ راست ثبوت ہی کسی شے کی ہستی کو مبرہن کر سکتا ہے۔ اور یہ براہ راست شہادت ہم کو خدا کی آواز سے ملتی ہے جبکہ وہ انسان سے کہتا ہے " میں موجود ہوں"

علاوہ بریں یہ انسان کی حماقت ہے کہ وہ صرف اپنی عقل کی روشنی سے خدا کو پانے کی کوشش کرے

کیونکہ خدا کوئی مادی شے نہیں کہ آپ زمین کھود کر برآمد کر سکیں - یہ سچ ہے کہ انسان میں ایک قوت موجود ہے
جسے ضمیر کہتے ہیں یا قوت استدلال کہتے ہیں لیکن ضمیر یا استدلال کی مدد سے خدا کو پانے کی کوشش ایسی ہی ہے جیسے
کہ آفتاب کے غروب ہوجانے کے بعد چراغ لے کر اسے ڈھونڈنا تاکہ لوگ اسے دیکھ سکیں اس لئے سورج کو خود
لوگوں پر ظاہر ہونا چاہئے اور جب وہ ظاہر ہوتا ہے تو اور نئے قسم کی روشنیاں سب ماند پڑجاتی ہیں بلکہ اسیطرح بیکار
ہوجاتی ہیں جس طرح اس کے ظہور سے پہلے تھیں پس یہ انسان کا طفلانہ خیال ہے کہ وہ عقل یا ضمیر کی مدد سے خدا کو
پا سکتا ہے - بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ یہ ایک قسم کی جسارت ہے اور تاریخ کے لحاظ سے تمام جسارتوں سے زیادہ خطرناک
ہے اس کی وجہ سے ایک شخص اپنے آپ کو خدا کی اس بار بار مدد کرنے والی روحانی نوازش سے بے نیاز محسوس کرنے
لگتا ہے جسکے بغیر انسان کا روحانی سفر اسے منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتا - اور وہ یہ بات بھول جاتا ہے کہ اگرچہ اس
کی عقل ان قوانین کا احاطہ کر سکتی ہے جو جسمانی عالم میں نافذ ہیں لیکن ان کا نہیں کر سکتی جو جذباتی عالم میں کارفرما
ہیں عقل جذبات کو سمجھنے اور ان کی رہنمائی کرنے کے بجائے ان کی خادم بن جاتی ہے - اور عقل انسان کے بدترین
فعل کو بہترین ثابت کر سکتی ہے - اور اسے معقولیت کا حسین لباس پہنا سکتی ہے - اور یہی وجہ ہے کہ خالص عقلی
فلسفہ جسکے ساتھ روحانی تجارب شامل نہ ہوں عموماً انسان کو دہریت، لاادریت، خود پرستی اور جذبات پرستی کے
سمندر میں غرق کر دیتا ہے -

لوگ لفظ ضمیر بے سوچے سمجھے بولتے ہیں - میں اس نظریہ کے حامیوں سے اس امر میں متفق ہوں کہ انسان میں
ایک وجدانی احساس موجود ہے جو صحیح اور غلط میں تمیز کر سکتا ہے اور اس طرح انسان کی اخلاقی طور پر رہنمائی کرتا ہے
لیکن اس صلاحیت کے ساتھ ساتھ انسان میں برائیوں کے ارتکاب سے لذت اندوزی کی خواہش کا امکان بھی تو
موجود ہے - اور حقیقت تو یہ ہے کہ انسان میں نیکی اور بدی، دونوں ہی کے ارتکاب کی طاقت یکساں طور پر موجود
ہے اور اسی لئے اسے خارجی امداد کی ضرورت ہے - خارج سے اسے ایک تحریک جو کہ اسے اپنی نیکی کی صلاحیتوں سے
آگاہ کر سکے ضمیر یا نیکی کی طرف رجحان، اگرچہ انسان میں موجود ہوتا ہے لیکن جب وہ چاروں طرف سے برائی
کے جذبات میں محصور ہوتا ہے تو پھر وہ رجحان جب تک اس کی تائید خارجی طور پر نہ ہو برائیوں کا مقابلہ کرنے اور ان
پر غالب آنے کی طاقت نہیں رکھتا - اور اگر خارجی امداد نہ ہو تو وہ رفتہ رفتہ برائیوں سے مغلوب ہو کر خود بھی ان
کے اندر جذب ہوجاتا ہے - عقل تو ایک دودھاری تلوار کی مانند ہے - وہ ہمیشہ ایک غالب آنے والی طبیعت
کی موافقت میں کام کرتی ہے - اور اس کے طرز عمل کو درست ثابت کرنے کے لئے دلائل مہیا کرتی ہے جس طرح

عدالتوں میں وکیل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض بڑے عقلمند لوگ، بڑی بڑی بدیوں کا ارتکاب کرلیتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کو ان الفاظ بیان کیا ہے۔ " انجیر اور زیتون کو دیکھو اور طور سینا کا خیال کرو اور اس بلد امین کا! بے شک ہم نے انسان کو بہترین تقویم پر پیدا کیا ہے پھر ہم نے اسے اسفل السافلین میں پھینکدیا۔ مگر وہ لوگ اس ذلت سے مستثنےٰ ہیں جو ایمان لاکر اعمال صالحہ بجالاتے ہیں۔ ان کے لئے ایسا انعام ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔"

اس عبارت کی تشریح یہ ہے کہ "بدھ مذہب کی کامیابی پر غور کرو جس کا نشان انجیر یا برگد کا درخت ہے۔ نیز مسیحیت پر غور کرو جس کا نشان زیتون ہے۔ نیز یہودیت پر غور کرو جس کا نشان کوہ طور ہے۔ آخر میں اسلام جیسے عالمگیر مذہب پر غور کرو جس کا نشان "بلد امین" ہے اور جو اس مقدس دارالامان سے شائع ہوگا۔ ان حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اندر روحانی ترقی کرنے کی لا انتہا صلاحیت موجود ہے۔ لیکن یہ صلاحیت ادنٰے اور سفلی خواہشات سے محصور ہے۔ اور ابدی زندگی صرف ان لوگوں کو مل سکتی ہے جو الہام خداوندی کی نوازش سے بہرہ اندوز ہوں۔ قرآنی الفاظ "جو ایمان لاتے ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو ہدایت ربانی کی ضرورت کا احساس کرتے ہیں۔ اور انجام کار اسے تلاش کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

انسان کے دل میں صداقت کی روشنی کو، جسے ضمیر کہتے ہیں بڑے مشکل مقامات میں سے ہوکر گزرنا پڑتا ہے۔ اس کی غذا وہ روحانی قوت ہے جو عبادت سے حاصل ہوتی ہے اور پھر شریعت الہامیہ اس کی رہنمائی حوصلہ افزائی اور تصدیق کرتی رہتی ہے۔ اس طرح وہ ایک معمولی سے بیج سے بڑھ کر تنا ور درخت بن جاتا ہے۔ انسان کے تمام جذبات کو ڈھانک لیتا ہے اور ان تمام رجحانات کو جذب کرلیتا ہے جو اس میں خرابیاں پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس طریق عمل کو تین حصوں میں منقسم کیا ہے۔ پہلی منزل میں وہ بالکل کمزور ہوتا ہے۔ اور جذبات انسانی کے رحم پر ہوتا ہے جو اگر چاہیں تو اسے فنا کرکے رکھدیں۔ اس منزل میں شعور کو "نفس امارہ" کہتے ہیں۔ یعنی وہ شعور جس پر انسان کی بغاوت پسند طبیعت کا قبضہ ہے۔ روحانی طاقت اور انتظام اس درجہ کمزور ہوتا ہے کہ محسوس نہیں ہوسکتا۔ دوسری منزل میں روحانیت کو اپنے حقوق کو پیش کرنیکا احساس حاصل ہوجاتا ہے۔ اور وہ ان کو انسان کی جسمانی زندگی کے مقابلہ میں پیش کرتی ہے۔ اور اگر یہ مقابلہ ہمت اور جرأت کے ساتھ جاری رہے تو پھر ہمارے روحانی سفر میں آخری منزل آجاتی ہے جبکہ ہمارا ضمیر ہمارے جذبات پر پہلے طور سے حکمران ہوجاتا ہے۔ اور ہم گناہ کرنے کے رجحان سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔

پس آپ نے دیکھا کہ ضمیر نہ تو کوئی تیار شدہ چیز ہے اور نہ ایک مستقل صداقت ہے۔ اگر غفلت کیجئے تو وہ مردہ ہوسکتا ہے اور اگر توجہ کی جائے تو اسے مشیئت خداوندی کا پورا علم حاصل ہوسکتا ہے اور ہم اس کے ماتحت زندگی بسر کرسکتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کا ذکر بایں الفاظ کیا ہے "اور غور کرو نفس اور اس کی تکمیل پر، اللہ تعالےٰ نے اسے الہام کیا فجور اور پاکیزگی کا۔ پس جس شخص نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ وہ فلاح پاگیا۔ اور جس شخص نے اسے تباہ کردیا وہ خود بھی برباد ہوگیا۔" (۹۱: ۷ تا ۱۰)

پس انسان کا روحانی عنصر جسے عموماً لوگ ضمیر کہتے ہیں جو اس کی اخلاقی زندگی میں، اس کی رہنمائی کرتا ہے ایک قابل تربیت شے ہے۔ اور اگر اسے یونہی چھوڑ دیا جائے تو پھر وہ آپ کو نیکی کی طرف اسی قدر رہنمائی کرسکتا ہے جس قدر کہ وہ دانہ جو غلہ کی کوٹھری میں پڑا ہوا ہے، درخت بن سکتا ہے۔

لوگ جس طرح بے سمجھے بوجھے ضمیر کے متعلق رائے زنی کرتے ہیں۔ اسی طرح تعلیم کے متعلق بھی خیالات بے سروپا ظاہر کرتے ہیں۔ میں نے ثابت کردیا ہے کہ محض عقلی تربیت کی بدولت انسان میں لازمی طور سے اخلاقی شعور پیدا نہیں ہوسکتا۔ جب یہ حقیقت ماہرین فن تعلیم کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ صحیح قسم کی تعلیم سے ضمیر پیدا ہوسکتا ہے۔ گویا اس طرح سے اصل مبحث سے گریز کرتے ہیں۔ لیکن یہ تو ایک مضر دائرہ میں حرکت کرنا ہے۔ کیونکہ بہرحال یہ انسانی جماعت ہی فیصلہ کرے گی کہ کونسی تعلیم مناسب اور صحیح ہے۔ اور یہ فیصلہ اس حالت پر منحصر ہے جو قوم کے روحانی شعور کی اس وقت ہوگی۔ الغرض ضمیر اور تعلیم کے حامی خواہ کچھ کہیں تاریخ تو صاف طور سے بتاتی ہے کہ قوموں کے اخلاقی شعور کا مدوجزر ہوا کرتا ہے۔ اور بعض قومیں اعلیٰ درجہ کی دماغی قابلیت اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے باوجود انتہائی اخلاقی پستی میں مبتلا ہوتی ہیں۔

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

(از ادارہ)

تاریخ کے اس نازک دور میں ملت بیضا کی ناگفتہ بہ زبوں حالی اظہر من الشمس ہے ۔ مسلمان ہر جگہ مصائب و آلام میں محصور ہیں ۔ ان مصائب کا واحد علاج اسلام ہے ۔ آج اگر مسلم بھائی عملاً مسلمان ہو جائیں تو ذلت و رسوائی سے انہیں نجات مل سکتی ہے ۔ اسلام ہی فقط ان کے لئے شمع ہدایت ثابت ہو سکتا ہے ۔ تاریخ اسلام اس امر کی شاہد ہے کہ اسلام ہی ہمیشہ مسلمانوں کی مصیبت کے وقت ان کے آڑے آیا ہے اور اسلام مسلمانوں کی امداد کا کبھی بھی شرمندۂ احسان نہیں ہوا ۔

ترکستان ، حجاز ، ایران ، یا افغانستان میں سیاسی ترقی کی جھلک دیکھ کر کہیں ہم غفلت کی نیند نہ سو جائیں ۔ ہمیں اپنے زوال کا یقینی احساس ہونا چاہئے ۔ ایسے انداز اور نہج سے ہماری ترقی کا آغاز ہونا چاہئے کہ تاریخ عالم میں یہ امر متحقق ہو جائے کہ اسلام پیش پا افتادہ قوم کو از سر نو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کر دیتا ہے ۔ اسلام اور نیز دیگر مذاہب میں ہمیشہ تبلیغی گرم بازاری رہی ہے ۔ لیکن جاننا چاہئے کہ مذہب کی فتح و نصرت کے وجوہ مختلف ہوتے ہیں ۔ تاریخ کے کسی نہ کسی دور میں ترک ، مغل ، انگریز ، فرانسیسی ، یا ہسپانوی اقوام نے مسلمانوں کو شکست دی ہوگی ۔ اور یہ ممکنات سے ہے ۔ لیکن ان شکستوں سے یہ نہیں تعبیر کر لینا چاہئے کہ اسلام بت پرستی یا مسیحیت سے مات کھا گیا ۔ تاریخ کے صفحات میں نظر آئیگا کہ جن اقوام کو مسلمانوں کے اسلحہ قابو میں نہ لا سکے مذہب اسلام کی کہربائی قوت نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لے لیا ۔ کیا جس طرح اسلام نے زمانہ قدیم میں ترک اور وحشی اقوام کو زیر کیا تھا ۔ آج اس کے اندر یہ طاقت نہیں کہ ٹیوٹن اور سلٹس اور عہد حاضر کی دیگر ذی اقتدار اقوام کو اپنے جھنڈے کے نیچے لے آئے ؟ ان مسائل کے جواب کا انحصار ہمارے مذہبی عقائد پر ہے ۔ موجودہ زمانہ میں ایسی خواہش کا مقتضا یہ ہے کہ ہم حسب ذیل چھ باتوں کو ذہن میں رکھیں ۔

(۱) مذہب حقہ کی حیثیت

وہ مذہبی خیالات جن میں خلوص ہو ، دولت یا سیاسی قوت کے دباؤ میں ہرگز نہیں آتے ۔ تاریخ کی بے شمار مثالوں سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ مذہب بالخصوص گمنام اور غیر مہذب لوگوں میں

جنم لیتا ہے اور بعد ازاں دُنیا کی ممتاز اقوام اس کو بطیب خاطر قبول کرتی ہیں۔ مذہب کے محاسن اور اس کے پیروؤں کا جوش و خروش۔ یہ وہ ہتھیار ہیں جو ذریعہ کامیابی ہیں۔ اگر دولت اور سیاسی اقتدار اشاعت دین کے لئے موثر ذرائع ثابت ہوتے تو آج دُنیا کثرت سے عیسائی ہوتی۔ بنی نوع انسان کی معاشرتی زندگی کی جملہ شرائط میں روحانی ضروریات کو بھی دخل ہے۔ لازم ہے کہ اس طرف بھی توجہ مبذول کی جاویں۔ بنی نوع انسان اس درجہ مبتذل نہیں ہو سکتی کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی بجائے شیطان لعین کی پرستش اختیار کرے بعض اوقات صحیح معنے میں مایا کی پوجا کا امکان ہے۔ لیکن اس وقت بھی ضمیر کی آواز مردہ نہیں ہو سکتی۔ روح کو جہاں ذرا روحانی غذا پہنچائی جائے فوراً اس کے اندر صفائی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک مغرور برطانی گنوار کی روح میں کلمۃ اللہ کی اتنی ہی تڑپ موجود ہے جتنی ایک دیہاتی پٹھان میں۔ اس اجمال کی تفصیل اُن متعدد خطوط سے ہوتی ہے جو وقتاً فوقتاً ہمیں متلاشیان حق سے مسجد ووکنگ میں وصول ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک خط کا اقتباس ذیل میں دیا جاتا ہے۔

"فی الحال میں کسی مذہب کا پیرو نہیں۔ کیونکہ چار سال کا عرصہ ہوا جب میری عمر ۱۵ سال کی تھی میں عسائیت سے تائب ہو چکا ہوں۔ اُس وقت سے میں نے نہایت وسیع مطالعہ کیا ہے۔ خالصتہً ادبی کتب کے علاوہ میں نے جرمن فلسفہ مابعد الطبیعات میں بھی کافی دلچسپی لی ہے۔ لیکن تا حال مجھے اطمینان قلب حاصل نہیں ہوا۔ مجھے رفتہ رفتہ یہ احساس ہوتا جاتا ہے کہ مذہب کو فلسفہ سے زیادہ منزلت حاصل ہے۔ مگر وہ کونسا مذہب ہے؟ مشرق سے ہمیشہ مجھے قلبی انس رہا ہے۔ لیکن تاہم بُدھ مت کی قنوطیت سے مجھے سخت تنفر ہے۔ البتہ جب میں اسلام کی جانب رجوع کرتا ہوں تو مجھے اس میں ایک خاص شان نظر آتی ہے۔ مشرقی عقائد کی بیہودگیوں اور بدمزگیوں سے اسلام وراء الورا نظر آتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ میں مسیحی مصنفین کی معاندانہ تنقیدات سے بے نیاز ہو کر اسلام کی صحیح تعلیمات کا مطالعہ کر سکوں۔"

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مغربی ذہنیت کس قدر روبہ تغیر ہے۔ کیا یہ واقعات حوصلہ افزا نہیں؟ ہمیں چاہئے کہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ اور تبلیغ اسلام کے پروگرام کو سرگرمی سے سرانجام دیں۔

(۲) سہولتیں جو موجودہ دنیا میں حاصل ہیں

خوش قسمتی سے مذہبی تعصبات کا دور ختم ہو چکا ہے۔ آج مذہبی معاملات میں متشددانہ رویہ اختیار نہیں کیا جاتا۔ باشندگان یورپ نے ماضی میں مذہبی عصبیت کا کافی مزا چکھ لیا ہے۔ اب آئندہ اس سے یہ توقع نہیں کہ پھر پرانی غلطیاں دہرائی جائیں۔ اسلام نے تلوار کے استعمال کو جائز نہیں سمجھا بلکہ یہ تو سراسر روح اسلام کے منافی ہے۔ البتہ حالات زمانہ نے

مسلمانوں کو مدافعانہ ذرائع اختیار کرنے پر مجبور کیا اور یہی وجہ ہے کہ تلوار استعمال کی گئی۔ ہمارے مخالف مسیحی مبلغین خصوصاً اسی شوشہ کو لئے ہوئے ہیں اور اسلام کی غلط بیانی پر تلے ہوئے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں کہ اسلام تشدد کا حامی ہے۔ اگر ان حالات میں ہم خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے اور موجودہ بدلی ہوئی فضائے مغرب سے تبلیغی فائدہ نہ اٹھایا تو یہ ایک شدید غلطی کا ارتکاب ہوگا۔ وقت ہے کہ ہم مغرب کو یہ بتلائیں کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ اس کی اشاعت کسی بیرونی طاقت کی شرمندۂ احسان نہیں۔ ہماری تمام تر توجہات نہایت سکون و اطمینان سے ان شبہات کے ازالہ میں صرف ہونی چاہئیں۔ ہم کو چاہئے کہ اسلام کی تعلیمات کا علم بلند کریں کیونکہ مقتضائے وقت ابھی یہی ہے۔

(۳) ہم کو اپنے افلاس سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

یہ سچ ہے کہ آج کسی مہم کا بیڑا اٹھانے کے لئے سرمایہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ آج دنیا میں مسلم قوم ہر جگہ نادار اور بے سروسامان ہے۔ مگر ہم کو یہ حقیقت نہیں فراموش کرنی چاہئے کہ ایک وقت تھا جب ہم تاج و تخت کے مالک تھے۔ بدقسمتی سے ہم نے خود اپنی شان و شوکت کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگایا۔ اگر ہمارا یہ خیال ہے کہ ہم بغیر قربانی کے ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکتے ہیں تو یہ قوانین قدرت کا ایک غلط اندازہ ہے۔ کمزور اور پست اقوام نے غلامی سے اس وقت نجات حاصل کی ہے جب انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ ہم اپنا ایک ایک آدمی جنگ کی بھینٹ چڑھا دینگے۔ لیکن قدم بڑھے ہوئے پیچھے نہیں ہٹائینگے کیا آج ایسے نازک وقت میں جبکہ مسلمان ہر چہار طرف سے خطرات میں گھرا ہوا ہے قوم سے یہ مطالبہ کرنا کہ اس کا ہر فرد آگے بڑھے اور مسلمانوں اور اسلام کی عزت و ناموس کی حمایت میں اپنا تمام املاک قربان کر دے، کوئی مبالغہ آمیز مطالبہ ہے؟

(۴) مسیحی مبلغین سے عبرت آموز سبق

دوسری جماعتوں کے علی الرغم ایک مسلم کا قومی وقار اس کے مذہب سے وابستہ ہے۔ اس کے برعکس ایک عیسائی یا کسی دوسرے مذہب کے پیرو کے خیال میں مذہب ایک ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے باوجود مسیحی مبلغین مسیحیت کی اشاعت و تبلیغ کے لئے وسط ایشیا کے دور دراز مقامات اور افریقہ کے سنگلاخ خطہ میں جاتے رہتے ہیں۔ خود انگلستان جو مسیحی مرکز ہے مذہب سے بیزاری کا اظہار کر رہا ہے۔ یہ داعیان الی الشر عوام کو اسلام کے خلاف ورغلاتے رہتے ہیں۔ ہماری بے رخی اور عدم توجہی سے ان کے حوصلے اور بھی زیادہ

بڑھ گئے ہیں ۔ اب ان کو یہ خیال سوجھا ہے کہ مسلمانوں کو مرتد کریں ۔ ان کی نکبت و افلاس سے فائدہ اٹھا کر یہ باطل کے علمبردار روپیہ پیسے کے لالچ سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مسیحیت کو اسلام پر فوقیت حاصل ہے ۔ یہ نازیبا حرکت مسلم دنیا کے دور دراز مقامات ہی میں نہیں بلکہ عربی بولنے والے ممالک مثلاً شام ۔ میسوپوٹامیہ اور مصر میں بھی یہ داؤں چلا رہے ہیں ۔ عربی زبان میں متعدد رسائل اسلام کے متعلق غلط فہمی پیدا کرنے کی غرض سے شائع کئے گئے ہیں ۔ ان میں یہ بد طینت مسیحیت کو ایک مستحسن شکل میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ چند رسائل ہیں جن کے نام مسلم نما ہیں جیسے "The Muslim World" اُن کا مقصد وحید یہ ہے کہ اسلام کو بدترین مذہب کی شکل میں پیش کریں ۔ کیا خود داری کا تقاضا یہ نہیں کہ ہم اس معاملہ پر سنجیدگی سے غور کریں ۔ کیا اب وہ وقت نہیں آیا کہ ہم مذہبی معاندانہ پروپاغندہ کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی روک تھام میں پوری قوت صرف کریں اور ساتھ ہی ساتھ مغرب میں تبلیغ اسلام کا بیڑا اٹھائیں ۔

(۵) مسیحی اقوام کا جوش وخروش

یہ قیاس غلطی پر مبنی ہوگا کہ اس قدر مسیحی پروپاغنڈہ کا موجب محض مبلغین کا مذہبی جوش وخروش ہے مبلغین تو صرف محنت ہی کر سکتے ہیں ۔ اصل راز سرمایہ ہے ۔ لکھوکھا پونڈ جو مشرق میں متعدد مسیحی ادارات پر صرف ہوتے ہیں اس سب کی بھرتی مغرب کی مسیحی اقوام کے سر ہے ۔ جبکہ مسیحی مبلغین مذہب اسلام کے خلاف جو ان کی راہ میں سنگ گراں ثابت ہو رہا ہے ، تباغض وتحاسد کا اظہار کرتے ہیں تو یورپ وامریکہ کی مسیحی اقوام ان کی تحریص اور حوصلہ افزائی کے لئے مالی اعانت سے جی نہیں چراتیں بلکہ مسیحیت کی تبلیغ کی مدد کو خیرات کا بہترین مصرف سمجھا جاتا ہے ۔ یہ سچ ہے کہ مغربی اقوام بالعموم مسیحیت سے متنفر ہوتی جاتی ہیں سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ مسیحیت اپنی کانچلی اتار پھینک رہی ہے ۔ لیکن یہ غریب لوگ کیا کر سکتے ہیں ؟ ایک طرف تو مبلغین نے صدہا سال سے ان کے دماغ میں یہ بات ڈالی ہوئی ہے کہ اسلام ایک نہایت " وحشی " مذہب ہے اور یہ کہ اس کی بیخکنی بنی نوع انسان کی زبردست خدمت ہوگی ۔ دوسری طرف اپنے مذہبی مدرکات سے مجبور ہو کر یہ حسبۃً للہ کوئی قربانی کرنا چاہتے ہیں ۔ تاوقتیکہ انہیں معلوم نہ ہو کہ حقیقی مذہب کونسا ہے ۔ یہ فی الحال اسی مذہب کو اختیار کرینگے جو انہیں قابل تحسین نظر آئے ۔ یہ خیال غلط ہے کہ عیسائی مذہبی خیالات سے بے حسی برتتے ہیں ۔ عیسائی طبقہ آج بھی مذہبی احساسات رکھتا ہے ۔ اس امر کا شاہد برطانوی مطبع ہے جس میں عیسائی طبقہ کی مذہبی حس کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے ۔ یورپین چونکہ موجودہ تہذیب کے علمبردار ہیں اس لئے یہ فطرتی تقاضا

ہے کہ تمام دیگر اقوام اور غیر مسلم اقوام ہر امر میں ان کی اتباع کریں لیکن اگر ہم ان کے تاریک تر پہلوؤں کی پیروی شروع کر دیں تو ہماری قومی حیات کا شیرازہ یقیناً منتشر ہو جائے گا۔

(۶) تہذیب و تمدن کا انجام اسلام ہے

ایک مذہبی جماعت کی حیثیت سے قومی وجود اور شان و شوکت کے لحاظات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں اس فرض کا احساس بھی لابدی ہے کہ بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے کیا سعی عمل میں لائی جاوے آج مغربی تہذیب رو بہ انحطاط ہے اسے متعدد لاینحل مسائل کا سامنا ہے۔ چونکہ ان میں مذہبی قیادت نہیں ہے اس لئے اقوام میں باہمی حسد و شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ مزدور اور سرمایہ دار کا باہمی قضیہ بالشوزم کا محرک ہوا ہے۔ بین الاقوامی نفرت کی آگ جو گزشتہ جنگ عظیم میں نہیں بجھی تھی پھر از سر نو شعلہ زن ہوا چاہتی ہے۔ یورپ کے مدبرین نے اس تہذیب کے زوال کی پیشتر ہی سے پیشگوئی کی ہے اور خطرہ سے خبردار کر دیا ہے بعض نے یہ بھی تجویز کی ہے کہ اگر تہذیب حاضرہ کو تباہی سے بچانا چاہتے ہو تو اس میں اسلام کے اصول شامل کرو۔ مغربی تہذیب کے زوال کا مسئلہ خود اہل مغرب ہی کے لئے موجب تردد نہیں بلکہ اس سے تمام بنی نوع انسان کی زندگی پر سخت اثر پڑے گا۔ کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم اس صورت حالات کا اپنے مذہب کی تعلیم سے علاج پیش کریں۔ اور قرآن کریم کی روشنی میں اس مرض کے مداوا کی فکر کریں۔

وكذالك جعلنٰكم امة وسطاً لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيداً ط

(ترجمہ) چنانچہ ہم نے تمہیں ایک گروہ اعلیٰ درجہ کا بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو۔ اور رسول تمہارا پیشرو ہو۔ (البقرہ ۲: ۱۴۳)

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ اپنے قومی اضمحلال کے باوجود مسلم جماعت ان نامعاشرتی احساسات سے آزاد ہے جو طاعون کے جراثیم کی طرح مسیحی اقوام میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اسلام میں اخوت کا مسئلہ ایک مستحسن امر ہے۔ اور دیگر مذاہب سے زیادہ مستحکم طور پر موجود ہے۔ لہذا انسان اور پیروان قرآن کریم کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم مغربی اقوام کو اسلام کی معاشرانہ مذہبی تعلیمات کا درس دیں اور ان کی توجہ بالخصوص اس طرف منعطف کرائیں

طریق عمل۔

جو کچھ سطور بالا میں مذکور ہے اس سے من حیث الجماعت ہمارا فرض ظاہر و باہر ہے۔ اسلام آخری مذہب ہے

(۱۳۵۶)
یہ عیسائیت سے چھ سو سال اور ہندویت، یہودیت، بدھ مت سے سالہا بعد ظہور میں آیا۔ تاہم اپنی تیرہ سو چھپن سالہ زندگی میں یہ مذہب تمام دنیا پر چھا گیا ہے۔ آج ستر کروڑ نفوس اس کے نام لیوا ہیں۔ اگر باوجود اپنے سیاسی اقتدار کے عیسائیت کسی مذہب سے خائف ہے تو وہ اسلام ہے۔ ایسا کیوں ہے۔ ہمارے آبا و اجداد کے جذبۂ تبلیغ کی بدولت۔ اس زمانہ میں جبکہ ایک ضلع کے قریب دوسرا ضلع بیرونی سرزمین خیال کیا جاتا تھا (مسافت کے اعتبار سے) مسلمانوں نے اس وقت کی معلومہ دنیا چین سے ہسپانیہ تک چھان ماری اور غیر مہذب اقوام کے دل و دماغ میں اسلامی خیالات کی تخم ریزی کی۔ ان کی کامیابی کا یہ نقشہ اس لئے نہیں پیش کیا جا رہا کہ ہم مستقبل کی شان و شوکت کا خواب دیکھیں بلکہ مناسب ہے کہ ہم کوئی طریق کار اختیار کریں۔

ابتدا کیسے ہو؟

تمام دانشوروں نے ہمیشہ وہ راہ اختیار کی ہے جس میں مخالفت کا امکان بہت کم ہو۔ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی لئے مدینہ منورہ کو بجائے مکہ معظمہ کے اپنا مرکز بنا لیا تھا۔ اور یہی مکہ معظمہ بعد ازاں تمام اسلامی دنیا کا مرکز بنا۔ حالات کا خوش آیند جائزہ لیتے ہوئے ہمیں ووکنگ (انگلستان) میں مسلم مشن کے استحکام و قیام پر خوش ہونا چاہیئے ۱۹۱۲ء میں حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور نے اس مشن کی بنا ڈالی تھی۔ مرحوم نے اس کار خیر کی خاطر اپنی چلتی ہوئی وکالت پر لات مار دی تھی۔ موصوف کی دوربین نگاہ نے اس حیات بخش تحریک کا میوہ لئے تیار کیا تھا جو مستقبل میں مسلمانوں کو پستی کے گڑھے میں نہ گرنے دے۔ اور ساتھ ہی ساتھ مغربی تہذیب کو بھی اس کے خود ساختہ سم قاتل کے مہلک اثرات سے نجات دے۔ رہا مرکز کا انتخاب، ووکنگ سے بہتر مرکز متصور نہیں ہو سکتا تھا۔ استعماری اور تجارتی اغراض کی وجہ سے آج انگلستان کا اثر تمام دنیا پر غالب ہے۔ امریکہ کی قوت مل جانے سے انگریزی زبان کثرت سے بولی جانے والی زبان ہو گئی ہے۔ اس معاملہ پر ایک دوسرے نقطہ نظر سے غور کیجئے۔ ستر کروڑ مسلم آبادی میں گیارہ کروڑ نفوس برطانی عملداری میں رہتے ہیں۔ انجام کار یورپین طاقتوں میں برطانی طاقت مشرق کی اسلامی آبادی سے زیادہ سروکار رکھتی ہے۔ انگلستان کے وسط میں اسلامی مرکز کا قیام ایک مبارک خیال لئے ہوئے تھا اس سے صرف یہی فائدہ نہیں ہوا کہ ہم ان سہولتوں سے مستفید ہوئے ہیں جو انگلستان میں ہمیں حاصل ہیں۔ بلکہ اس کے علاوہ عیسائیت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے بھی اچھا میدان ہاتھ آ گیا ہے۔ گو اول اول تو خیال نہیں آیا۔ لیکن بعد ازاں رفتہ رفتہ مسیحی تبلیغی جماعتوں کو ہراسانی ہوئی۔ ایک مقالہ میں جس کا عنوان

"اسلام کا چیلنج مسیحیت کو" تھا کچھ عرصہ ہوا، لندن کے ایک اخبار "کیتھولک ٹائمز" میں شائع ہوا جس میں حسب ذیل الفاظ میں خطرہ کا اعلان مسیحیین کی طرف سے شائع ہوا:-

"کیا ہمیں اس امر کا احساس ہے کہ ہم ایک خطرہ سے دوچار ہیں۔ جو گو فی الحال اس قدر مختصر ہے جتنا ایک آدمی کا ہاتھ۔ لیکن اگر اسے مدافعانہ ذرائع سے روکا نہ گیا تو یہ ایک نازک صورت اختیار کر لیگا۔ یہ خطرہ، اسلام کا برطانیہ پر حملہ ہے۔ علاوہ جن کے پاس دیکھنے کے لئے آنکھیں ہیں، جان سکتے ہیں کہ یہ خطرہ ہماری چہار دیواری کے اندر ہے۔"

تمام مغربی اقوام میں سے برطانوی قوم ایک ایسی قوم ہے جس کو مذہب سے محبت ہے۔ جو اگرچہ مذہب سے متنفر بھی ہو جائے لیکن مذہب سے علیحدگی گوارا نہیں کرتی۔ یہ قوم ایک ایسے مذہب کی تلاش میں تھی جس سے انکی عقلیت اور خیالات مذہب میں یگانگت پیدا ہو جائے۔ چند سالوں میں ہی انجام کار برطانوی قوم مشن کی تبلیغی سرگرمیوں میں کافی دلچسپی لینے لگی۔ شرفا، تجار، تعلیم یافتہ نوجیوں نے اس سے وابستگی کا اظہار کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ نو مسلمین کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے۔ اور وہ دن قریب ہے جب ہم لاکھوں کی تعداد کا اعداد و شمار کرینگے۔ پانچوں براعظموں سے اس وقت خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہے۔ خطوط بعض اوقات ایسے مقامات سے آتے ہیں جہاں کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ مثلاً بلجیم۔ ہالینڈ۔ ڈنمارک وغیرہ۔ وجہ یہ ہے کہ متعدد حضرات ایسے ہیں جو غائبانہ ہماری اسلامی کتب کے مطالعہ سے متاثر ہوتے ہیں۔ خصوصاً انگریزی خواں طبقہ جہاں کہیں بھی ہو ہمارا قدردان ہے۔ جب مسیحی مبلغین کو معلوم ہوا کہ ان کی پھیلائی ہوئی غلط بیانیاں دور ہوتی جاتی ہیں تو پھر اس وقت انہوں نے ایک اور چال کھیلی۔ اور وہ یہ کہ یہ مشہور کیا گیا کہ ووکنگ میں صحیح اسلام کی تبلیغ نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک "جدید اسلام" پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ کذب و افترا بھی بہت جلد طشت از بام ہو گیا۔ اور اس کی وجہ ہماری پیہم تبلیغی جد و جہد ہے۔

ہمارے ادارہ کے دور رس نتائج۔

رہا اس اثر کے متعلق جو خود ہمارے برادران اسلام نے قبول کیا۔ جن حضرات کو ہمارے لٹریچر کے مطالعہ کا اتفاق ہوا ہے ان کے قلوب میں مذہب کی ایک تازہ لہر دوڑ گئی ہے۔ یہ حقیقت کہ اسلام میں ایک ایسی قوت ہے جس کے سامنے عہد حاضرہ کا بہترین دماغ انسان بھی جلد یا بدیر سر تسلیم خم کئے بغیر نہیں رہ سکتا عیاں کر دی گئی ہے۔ ہمارے لٹریچر کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی مسلم طالب علم اب ایک فاضل مسیحی مبلغ کے ساتھ بیدھڑک

مناظرہ کرسکتا ہے۔ معاشری استحکام جو اس مذہبی بیداری کا ماحصل ہے نمایاں خصوصیت رکھتا ہے۔ مسجد ووکنگ میں عیدین کی نماز ایک ایسا منظر پیش کرتی ہے جس سے اخوت اسلامی کا صحیح نقشہ کھنچ جاتا ہے انگلستان میں صرف اس واحد ادارہ کے ذریعہ سے مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان ایک مرکز پر مجتمع ہوتے ہیں۔ ترک۔ ایرانی۔ افغان مصری حبشی۔ عرب اور ہندی اقوام اپنے انگریز، سکاچ، فرانسیسی برادران اسلام سے ملتے ہیں۔ کیا یہ ایک نعمت غیر مترقبہ نہیں۔ یعنی ایک ایسی سرزمین جہاں رات دن تثلیث پرستی ہوتی رہتی ہو وہاں خدائے واحد کے پرستاروں کا ایک جم غفیر عید کے روز اپنی عبودیت کے اظہار کے لئے مسجد ووکنگ میں جمع ہو۔

ہم ذیل میں مکرر اسی مسیحی رسالہ کا ایک اور اقتباس ہدیہ ناظرین کرام کرتے ہیں جو اس نے عیدالفطر کے متعلق لکھا "برطانیہ عظمیٰ میں اسلام روزافزوں ترقی پر ہے۔ یہ تمام مساجد مکہ کی مسجد سے مشابہ ہیں جہاں عیدالفطر کی تقریب میں تمام دنیا کے حصص سے ہندی۔ افغانی۔ ایرانی۔ کردی۔ ترک۔ شامی۔ عرب مصری۔ جاوانیز نماز کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ نو مسلمین میں اعلیٰ بھی ہیں۔ ادنےٰ بھی ہیں اور درمیانہ درجہ کے بھی"

ہم کسی زاویہ نگاہ سے غور کریں نتیجہ یہی برآمد ہوگا کہ اس پرآشوب ایام میں قدرت کو منظور تھا کہ اسلام کا وقار قائم ہو۔ اور اسی لئے یہ مقدر ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب مرحوم ومغفور مغرب میں مسلم مشن ووکنگ کی بنیاد ڈالیں پس انہوں نے اللہ کے حکم سے یہ بنیاد ڈالی۔

موجودہ صورت حالات۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ومغفور اپنے فرائض سے سبکدوش ہوگئے۔ آپ کی زندگی اسی کار خیر (تبلیغ اسلام) میں صرف ہوئی۔ اس احسن کام کے لئے آپ نے حد درجہ قربانی فرمائی۔ یہانتک کہ اپنی صحت بھی اس کی نذر کردی۔ دوران علالت بھی آپ نے کبھی آرام نہ لیا۔ مذہب کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھ گئے۔ آپ کی قربانی کا مقصد واحد مغرب میں تبلیغ اسلام تھا۔ کاش! آج برادران اسلام، مرحوم ومغفور کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کرتے رہیں۔ اس وقت جبکہ افق مغرب پر ہر چہار طرف سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ اللہ تعالےٰ کے اذن سے آناً فاناً ایک روشنی پیدا ہوئی جس سے تمام آسمان درخشان ہوگیا۔ اور مسلم مشن ووکنگ کو اس روشنی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

یہ تو ایک مسلمہ امر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب مرحوم ومغفور ایک فانی انسان تھے لیکن جس کام کا انہوں

نے بیڑا اٹھایا تھا وہ غیر فانی ہے۔ اس کو فانی نہیں کہا جا سکتا۔ لہذا ضروری ہے کہ اس کی بقا کا بندوبست کیا جائے اس کی بقا مال سے ہی ہو سکتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب مرحوم و مغفور نے مورخہ ۲۷ اپریل سنہ ۱۹۳۲ء کو مشن مذکورہ ایک رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے حوالہ کر دیا۔ تاکہ آپ کے بعد بھی اس متبرک کام کے انتظام و انصرام میں سر مو فرق نہ آئے۔

قوم اور اس کی ملکیت۔

لہذا ووکنگ مسلم مشن اب جملہ برادران اسلام کی ایک متفقہ جائداد ہے۔ اس کی بقا و قیام کی ذمہ داری مسلم جماعت کے ہر فرد پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن برادران اسلام بجا طور پر سوال کر سکتے ہیں کہ ہم کن کن طریق سے اس اپنی قومی جائداد کا تحفظ کر سکتے ہیں۔ ذیل میں ہم چند طریقوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:۔

(۱) **سرمایہ محفوظ**۔ ایک ادارہ کے لئے یہ نہایت اہم ہے کہ کسی بنک میں اس کا سرمایہ محفوظ جمع ہو۔ تاکہ پیش آمدہ مصائب کا تدارک کیا جا سکے۔ ٹرسٹ چاہتا ہے کہ سرمایہ محفوظ میں کم از کم دو لاکھ روپیہ جمع ہو جائے آج کل اقتصادی ابتری کی وجہ سے ووکنگ ٹرسٹ کو تکالیف ہیں۔ اور سخت امداد کا طالب ہے۔ ووکنگ مسلم مشن کی زندگی میں اس سے زیادہ مصیبت کا وقت کبھی نہیں آیا۔

(۲) **مفت لٹریچر فنڈ**۔ یہ زمانہ پروپاگنڈہ کا ہے۔ دراصل عہد حاضرہ کے تار و پود میں تعلیم شامل ہے نوشت و خواند کی ضرورت ہر شعبہ میں خواہ معاشرتی ہو یا تجارتی، محسوس کی جاتی ہے۔ ہمارے نومسلمین کی بیشتر تعداد مفت تقسیم لٹریچر کے ذریعہ ہوئی ہے۔ ہمارے ہاں مفت تقسیم کے لئے چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ ہوتے ہیں جو نہایت سود مند ثابت ہوئے ہیں۔ ہمارا ماہواری انگریزی رسالہ اسلامک ریویو اس سلسلہ میں نہایت کامیاب ثابت ہوا ہے۔ ہم نے لائبریریوں میں اس کے بھیجنے کا اہتمام کیا ہوا ہے۔ برادران اسلام کی اعانت سے ہر ماہ رسالہ ان کو مفت بھیجا جاتا ہے۔ لیکن ابھی وسیع میدان موجود ہے۔ ہماری قوت قوم کی حمایت سے وابستہ ہے۔ ہم تو محض آلہ کار ہیں۔

(۳) **اسلامک ریویو کے لئے اور خریدار ہونے چاہئیں**۔ اسلامک ریویو محض حضرات چندہ دہندگان کو لذیذ مذہبی غذا ہی نہیں بہم پہنچاتا بلکہ علاوہ ازیں یہ رسالہ ان کی اعانت کی ایک رسید بھی ہے۔ خریداران ریویو کا سالانہ چندہ مفت لٹریچر کے مصرف میں لگ جاتا ہے۔ دراصل اسلامک ریویو کا چندہ گویا مفت تقسیم لٹریچر کی امداد ہے۔ جس قدر خریداران اسلامک ریویو کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائیگا اسی قدر ہمارے پروپاگنڈہ میں ترقی

ہوتی جائیگی۔ سڈنی سے ہمارے ایک آسٹریلین دوست اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ رسالہ اسلامک ریویو وہ فرائض سرانجام دیتا ہے جو ایک مبلغ اسلام بھی نہیں دے سکتا۔ اسلامک ریویو کی ایک کاپی کو باری باری پڑھ کر کچھ عیسائی مسلمان ہو گئے۔ دیگر ممالک کے انگریزی بولنے والے طبقہ کو چھوڑ کر کیا سلطنت برطانیہ کے گیارہ کروڑ مسلمان "اسلامک ریویو" کے پانچ ہزار خریدار بھی بہم نہیں پہنچا سکتے۔

ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات۔ ووکنگ مسلم مشن ایسے منظم ادارہ کی ضروریات پر انگلستان میں ایک سو پچاس پونڈ کی رقم زیادہ نہیں۔ تمام اسلامی دنیا میں کیا ایک سو پچاس آدمی بھی ایسے نہیں مل سکتے جو اس اسلامی ادارہ کی فی کس ایک ایک پونڈ یا بارہ پونڈ سالانہ سے امداد کر سکیں یقیناً یہ ایک حقیر مطالبہ ہے۔ یہ امر قابل تسلیم ہے کہ مسلمانوں نے ان امور میں کبھی خست سے کام نہیں لیا۔ اور یہ انہیں کی امداد کا نتیجہ ہے کہ ووکنگ مسلم مشن اس قدر مدت سے سرزمین مغرب قائم ہے لیکن بایں ہمہ ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ بسا اوقات ہمیں مالی فکرات لاحق ہوئے ہیں۔ یہ شرم کا مقام ہے کہ ایسے معاملہ کو بیرونی دنیا کے سامنے طشت ازبام کیا جائے۔ قوی توقعات لئے ہوئے ہم آپ سے یہ عرضداشت کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ یہ دنیا دار المحن ہے۔ ہر شے کی بقا کا انحصار محنت پر ہے۔ ایک پرکاہ سے لے کر ایک عظیم الشان قوم تک نظر ڈال جائیے۔ ہر چیز جدوجہد میں مصروف ہے مخلوق بھی جدوجہد کرتی ہے۔ اور تمدن بھی مسلمانوں کی تہذیب اور سیاست خاص ان کی ذات سے وابستہ ہے۔ اگر ایک طرف انہیں اپنی جسمانی ہستی کی بقا کے لئے ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں تو دوسری طرف وہ اپنے تمدنی وجود سے بھی قطع نظر نہیں کر سکتے۔ اقوام کی زندگی لباس و طعام کی ہی متلزم نہیں بلکہ تمدن بھی اس کے لئے درکار ہے۔ اگر تاریخ سے کوئی سبق حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جو قوم بنی نوع انسان کے تمدنی مسائل میں اضافہ نہیں کر سکتی اس کو بہت جلد نسیاً منسیا کر دیا جاتا ہے۔ اور اس حقیقت نفس الامری کو ذیل کی آیات کے ساتھ قومی دماغ پر جلی حروف سے منقش کر دینا چاہیئے۔

یاایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم ۔ تومنون باللہ و رسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ۔ ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (ترجمہ) اے ایمان والو! کیا تم کو ایسی تجارت بتائیں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے۔ ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کے راستہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے۔ یہ بہتر ہے تمہارے لئے۔ اگر تم سمجھ جاؤ +

مطالعہ قرآن مجید

(جناب شیخ محمد امین صاحب نو مسلم۔ بیرسٹرایٹ لا۔ لاہور)

مجھے قرآن پاک کے ساتھ عشق ہے۔ اور مجھے کامل یقین ہے کہ اگر مسلمان اس کتاب پاک کو اپنا رہنما بنالیں تو ان کی گزشتہ شان و شوکت پھر واپس آسکتی ہے۔ اگر کوئی مسلمان یہ مکمل ارادہ کرلے کہ میں پورے طور پر اس کتاب کی تعلیم پر عمل کرونگا اور وہ اس کے جملہ احکام بجا لاوے۔ اور ان تمام بری باتوں سے بچے جن سے اس کتاب میں منع کیا گیا ہے۔ تو انشاء اللہ تعالےٰ اس زندگی میں ہی بہشت کی لذت کو محسوس کرنا شروع کردے گا۔ مشہور نو مسلم انگریز مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب نے اس تجربہ کی بنا پر جو ان کو اسلامی ممالک میں سفر کرنے سے حاصل ہوا تھا اس بات کی شہادت دی ہے کہ انہوں نے دنیا میں سب سے زیادہ خوش و خرم ان مرد عورتوں کو پایا جو کہ عین قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔

مس مہر بانو موسلی وسرام (جن کے اسلام پر مضامین اکثر اخباروں میں چھپتے رہتے ہیں) فرماتی ہیں کہ "وہ قرآن پاک جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مسلمانوں کو ان کی رہنمائی کے لیے ایک بہت بڑی نعمت کے طور پر ملا تھا، بدقسمتی سے مسلمانوں نے اس کو طاق میں اٹھا کر رکھدیا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ مسلمان جو اپنے کارہائے نمایاں سے تمام دنیا پر غالب آگئے تھے ان کی حالت دن بدن بد سے بدتر ہو رہی ہے ان کی اس بیماری کا علاج ان کے اپنے ہاتھوں میں ہے مگر افسوس کہ وہ اس پر غور نہیں کرتے۔ ہماری تاریخ میں وہ ایک سنہری دن ہوگا۔ کہ جس دن مسلمان بیدار ہو کر اپنی گرتی ہوئی حالت سے پوری طرح واقف ہوں گے۔ ان کا فرض ہے کہ اپنے تئیں اس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائق پیرو ثابت کریں جس نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی مدد سے اپنے بے مثل کارناموں سے تمام دنیا کو حیران کردیا تھا۔ خدا کرے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی سچی محبت پیدا ہو جائے۔ جو کہ ان کی مصیبتوں کا خاتمہ کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔

مولانا ابو الکلام صاحب آزاد نے چند سال ہوئے اپنے ایک لیکچر میں فرمایا تھا کہ اکثر مسلمان قرآن پاک کو اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ نیز انہوں نے فرمایا تھا کہ اس میں شک نہیں کہ قرآن پاک اپنے پاس رکھنے کی چیز ہے لیکن اس کو اینٹ اور مٹی کے گھروں میں رکھنے کے بجائے اپنے دلوں میں رکھنا چاہیئے۔ قرون اولےٰ کے مسلمان حمائل شریف کو اپنے سینہ پر بندھا ہوا لئے پھرتے تھے۔ اور ہر فرصت کے وقت اسی کو پڑھا کرتے

تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ اس کے پڑھنے سے ان کو ایسے عظیم الشان علوم حاصل ہو گئے تھے کہ جس کام کو وہ ہاتھ لگاتے تھے اسی میں ان کو کامیابی ہوتی تھی۔ یہ قرآن پاک سے بے رغبتی ہی ہے کہ جو مسلمانوں کی تمام مصیبتوں کا اصل باعث ہے۔

پڑھنے کو تو بہتیرے مسلمان قرآن پاک کو پڑھتے ہیں لیکن جن وجوہات سے وہ اس سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھاتے وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) بعض لوگ قرآن پاک کو عربی میں پڑھتے ہیں اور اس کا ترجمہ نہیں سمجھ سکتے۔ میرا اپنا تو یہ ایمان ہے کہ اس متبرک کتاب کو چھونے سے بھی برکت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ یہ کتاب مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے نازل کی گئی ہے۔ اگر ہم اس کا مطلب ہی نہ سمجھ سکیں تو ہم ہدایت کس طرح حاصل کر سکتے ہیں پس ہمیں چاہیئے کہ جو کچھ ہم پڑھیں اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کریں۔

(۲) بعض مسلمان ختم قرآن کے بڑے شوقین ہوتے ہیں۔ ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے اس کتاب کو ختم کرلیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ اس کے ختم کر لینے سے بڑا ثواب اور برکتیں حاصل ہوتی ہیں بہت سے لوگ اپنے سامنے شیرینی رکھ لیتے ہیں۔ اور قرآن پاک کو جلدی جلدی پڑھ کر اس شیرینی کو یا تو خود ہی کھا لیتے ہیں یا دوستوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ بالفاظ دیگر انہوں نے قرآن پاک کا مطالعہ بھی ایک رسم بنا لیا ہے پس اگر ان کو پورا فائدہ حاصل نہیں ہوتا تو اس میں حیرانی کی کونسی بات ہے۔ اللہ تعالےٰ خود قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ قرآن پاک کو آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔ ورتل القرآن ترتیلا۔ اور اس کے معانی پر غور (تدبّر) کرو۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا قاعدہ تھا کہ قرآن پاک کا ہر ایک لفظ نہایت ادب اور احترام اور خضوع و خشوع کے ساتھ اس کے معانی پر غور کرتے ہوئے پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو صرف سورۂ بقر ختم کرنے میں گیارہ سال لگے جب انہوں نے اس سورۃ کو ختم کر لیا تو انہوں نے اپنے احباب کو دعوت دی کہ اس متبرک کام کی تکمیل پر ان کے ساتھ خوشی منا دیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کی مادری زبان عربی تھی۔ دراصل قرون اولےٰ کے مسلمان قرآن پاک کو اس طور سے پڑھتے تھے کہ اس پر عمل کر سکیں . . . . "جو کچھ پڑھو، اس پر عمل کرو" یہ ان کا اصول تھا۔

مثلاً سورۂ بقر کی پہلی آیت ہی کو لیجئے۔ ذالک الکتب لا ریب فیہ (اس کتاب میں

کسی قسم کا شک وشبہ نہیں) قرونِ اولیٰ کے مسلمان آگے نہیں چلتے تھے جب تک کہ وہ اس آیت پر یقین نہ لے آویں کہ قرآن پاک کی تعلیم میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے تمام وعدے بالکل سچے ہیں۔ آج کتنے مسلمان ہندوستان میں ایسے ہیں جن کا قرآن پاک پر اتنا ہی پکا یقین ہے جتنا کہ ہندوستان میں رائج الوقت انگریزی قانون پر ہے۔ اپنے اسلامی بھائیوں اور بہنوں کو میرا ناچیز مشورہ یہ ہے کہ پیشتر اس کے کہ تم دوسری آیت کو پڑھو پہلے اس آیت پر ایمان لے آؤ کہ اس کتاب میں کسی قسم کا بھی شک وشبہ نہیں ہے۔ جب آپ کو یہ ایمان حاصل ہو جائے کہ قرآن پاک کے تمام وعدے سچے ہیں اور ہو کر رہیں گے تو تمہارے اندر ایسی طاقت پیدا ہو جائے گی۔ کہ کوئی تمہارا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ اور تمام مشکلات تمہارے آگے سے فرار ہو جائیں گی۔

(۳) خود قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق اس کو رات کے وقت پڑھنے کا بڑا بھاری اثر ہوتا ہے۔ انّ ناشئة الّيل هي اشدّ وطاً واقوم قيلا۔ دل میں اس وقت امن ہوتا ہے۔ اور وہ نہایت سکون کے ساتھ اس پر غور کرتا ہے۔ اور اس کے اثر کو قبول کر لیتا ہے۔ علم النفس کے ماہرین بھی ہمیں بتاتے ہیں کہ سونے سے پہلے جو ہمارے آخری خیالات ہوتے ہیں وہ ہمارے دماغ کو مشغول رکھتے ہیں۔ مثلاً اگر سوتے وقت ریاضی کے کسی سوال کو سوچ رہے ہوں تو جاگنے پر اس کا حل اکثر دفعہ اپنے دل میں پاتے ہیں پس میں اپنے تمام نوجوان دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ رات کو سونے سے پہلے قرآن شریف پڑھ لیا کریں۔ ان کا ایسا کرنا گویا تمام رات قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہوگا۔ کیونکہ حالت نیند میں بھی ان کا دل انہی آیتوں کے دھیان میں رہے گا جو انہوں نے سونے سے پہلے پڑھی تھیں۔

(۴) قرآن پاک کی سب سے اعلیٰ تفسیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوانح حیات ہیں۔ وہ جو کہتے تھے وہی کرتے تھے اور جو کرتے تھے وہی کہتے تھے۔ آج تیرہ صدیوں کے بعد بھی ان کے اخلاص سے ہمارے دل متاثر ہوتے ہیں۔ ان کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ قرآن پاک کی آیات کا صحیح مطلب کیا ہے۔ اور ان پر کس طرح عمل کرنا چاہیئے؟

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

(بابت ماہ اگست ۱۹۳۷ء)

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۶ اگست ۳۷	۶۴۴	واپسی پیشگی	۳	۱۵	۷۴
۹ ,,	۶۵۳	جناب محمد یوسف سعید صاحب مشن			۱۰
,,	۶۵۴	,, خانبہادر شیخ منہاج الدین صاحب ,,			۱۰
۱۲ ,,	۶۷۷	,, جمال محمد صاحب ,,			۵۰
۱۲ ,,	۶۲۴	,, نواب سیف نواز جنگ بہادر ,,			۳۰
,,	۶۲۵	,, انتظار علی صاحب عباسی ,,			۱۵
۱۳ ,,	۷۴۱	,, مولوی محمد اظہر الحق صاحب ,,			۴
۱۴ ,,	۷۵۲	,, کرم الٰہی صاحب قریشی ,,			۵
,,	۷۵۸	,, محبوب خانصاحب ,,			۳
۱۶ اگست	۷۶۲	,, شیخ سعدی صاحب			۱۰
,,	۷۶۲	,, عبدالرحیم صاحب			۱۰
,,	۷۶۳	,, ڈاکٹر امین اکبر خانصاحب ۳ روپیہ امانت - ایک روپیہ چندہ مشن -			۴
,,	۷۶۵	نامعلوم از سندر گڑھی مشن	۰	۴	۰
۱۸ اگست	۷۹۲	مسز اقبال حسین صاحب			۵
,,	۷۹۳	مسز خواجہ کمال الدین مرحوم ومغفور			۳
۱۹ اگست	۸۰۰	جناب اے ایچ - ایم - آدم اسکوا سرکل ۲۴۳ روپیہ وصول ہوئے -			۲۴۳
۳۰ اگست	۸۰۶	خانبہادر امام الدین صاحب مشن			۳
,,	۸۰۷	,, کے ایس عبدالعزیز		۴	۱
۳۰ ,,	۸۱۷	,, عبدالکریم صاحب			۵
۳۰	۸۴۸	,, ظرافت اللہ صاحب			۳۰
۳۱ ,,	۸۵۱	,, سید عبدالحلیم صاحب			۲
		فروخت اسلامک ریویو - اگست ۱۹۳۷ء		۸	۹۱۶
		,, اشاعت اسلام ,,		۴	۳۷
		,, ووکنگ گزٹ ,,		۱۴	۳۴
		,, فروخت کتب		۱۲	۴۷۷
		۱۸۸۵—۷—۹			

تفصیل آمد مفت تقسیم برائے اسلامک ریویو بابت ماہ اگست ۱۹۳۷ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۵ اگست	۶۴۴	جناب سید مقبول احمد صاحب			۵
۱۴ ,,	۷۵۳	محمد کبیر خانصاحب			۵
۱۹ ,,	۸۰۱	سید سراج الحق صاحب			۲۵
۲۰ ,,	۸۱۱	سید محمد وارث صاحب			۵
۲۱ ,,	۸۳۰	مسٹر غلام مرتضےٰ صاحب		۴	۷
,,	۸۲۱	محمد عبدالحلیم صاحب			۵
۶ ستمبر	۸۴۳	ڈاکٹر عبدالوحید صاحب			۵
۳۱ اگست	۸۵۳	سید کشفی شاہ صاحب نظامی			۱۵
			۰	۸	۷۲

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور - بابت ماہ اگست ۱۹۳۷ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
اگست	۲۴	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک از نمبر [illegible] تا ۱۳۴۲ [illegible]، کتب مہیا کردہ برائے فروخت [illegible]، سٹیشنری لفافے - سیاہی - رجسٹر [illegible]، کتابت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ جولائی ۱۹۳۷ء [illegible]			
		پروف ریڈنگ رسالہ اسلامک ریویو بابت اپریل ۳۷ء علے الحساب [illegible]			
		کاغذ برائے اشتہارات کتب [illegible]			
		ترجمہ برائے اشاعت اسلام [illegible]			
		متفرق [illegible]			
		کاغذ برائے اشاعت اسلام [illegible]			
		۲۸۲—۱۱—۹	۹	۱۱	۲۸۲

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور بابت اگست ۱۹۳۷ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۱۰ اگست	۴۳	میسرز ربن پرنٹنگ پریس۔ طباعت ووکنگ گزٹ نمبر ۳۳ و ۳۴۔ و اشتہار القاسم او ضمیمہ اسلامک ریویو			۲۵
”	۴۴	میسرز نیو یونین پریس:۔ علی الحساب طباعت اسلام ٹو الیسٹ اینڈ ویسٹ			۴۰
”	۴۵	میسرز معراج الدین۔ جلد سازی اسلامک ریویو و اشاعت اسلام بابت ماہ جنوری ۱۹۳۷ء		۱۰	۳۹
”	۴۶	میسرز نیشنل ٹریڈنگ کمپنی ۱۲ ریم کاغذ برائے فہرست کتب اردو		۱۱	۳۸
”	۴۷	میسرز نورانی پریس طباعت رسالہ اشاعت اسلام اپریل و مئی و سرورق مئی و جون ۱۹۳۷ء			۲۹
”	۴۸	میسرز فوٹو آرٹ پریس۔ بنوائی بلاک برائے اسلامک ریویو	۹	۱	۲۴
”	۴۹	میسرز کمرشل یونین پریس طباعت لفافے اسلامک ریویو اور اشاعت اسلام		۱۴	۳۰
”	۵۰	میسرز کلکتہ آرٹ پریس۔ طباعت فوٹو اسلامک ریویو			۱۳
	۵۱	تنخواہ عملہ وعتمہ لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۳۷ء		۴	۴۷۵
۱۲ اگست	۵۲	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:۔ محصول ڈاک از نمبر ۱۳۲۳ تا ۱۵۳۴؛ کتب خرید کردہ برائے فروخت؛ سٹیشنری۔ لفافے۔ سیاہی؛ ترجمہ اشاعت اسلام؛ موسمی اخراجات؛ کتابت اشاعت اسلام بقیہ جولائی ۱۹۳۷ء؛ متفرق — ۲۹۴			۲۹۴
	۵۳	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:۔ محصول ڈاک از نمبر ۱۵۳۵ تا ۱۶۹۹؛ کتب خرید کردہ برائے فروخت؛ کتابت فہرست کتب و علی الحساب از ماہ اگست؛ سٹیشنری۔ ربن۔ لفافے۔ سیاہی؛ ترجمہ اشاعت اسلام؛ ایک ریم فلسکیپ پیپر؛ متفرق — ۱۹۶—۷—۰		۷	۱۹۶
	۵۴	میسرز سول اینڈ ملٹری گزٹ طباعت اسلامک ریویو ماہ جولائی و اگست ۱۹۳۷ء			۲۰۰
	۵۵	میسرز این سی۔ گوئل ۸ ریم کاغذ برائے اشاعت اسلام			۴۶
	۵۶	میسرز ملک پرنٹنگ پریس طباعت چٹ اسلامک ریویو وغیرہ			۲۷
	۵۷	میسرز معراج الدین جلد بندی اسلامک ریویو و اشاعت اسلام ماہ اپریل ۱۹۳۷ء		۲	۲۵
		پیشگی سفر خرچ ایجنٹ مشن			۳۰
		کرایہ دفتر و کتب خانہ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۷ء			۴۵

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۶ ستمبر	۸۷۱	جناب ہز ہائنس نواب صاحب مانگرول مشن		۸	۴۹
”	۸۷۲	نواب سر نظامت جنگ بہادر			۳۰
”	۸۷۳	جناب کرم الٰہی صاحب			۵
۸ ”	۹۰۳	” خان بہادر شیخ منہاج الدین صاحب			۱۰
”	۹۰۴	” کے ایچ مینار صاحب			۲
۸ ستمبر	۹۰۸	جناب داؤد دماریکر		۴	۹
۹ ستمبر	۹۱۸	علی احمد خان صاحب در شمین			۵
۱۰ ”	۹۳۱	” مولوی محمد اظہر الحق صاحب			۴
۱۱ ”	۹۴۱	” ایم جمال محی الدین صاحب			۱۰۰
۱۳ ”	۹۴۹	” قاضی برکت علی صاحب			۵

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۳ ستمبر	۹۵۰	جناب آغا محمد ابراہیم صاحب مشن			۴
۱۳ //	۹۶۷	// ڈاکٹر این اکبر خان صاحب بابت عطیہ			۴
۱۵ //	۹۸۵	// محمد حسین صاحب			۲۵
//	۹۸۸	واپسی پیشگی نزد ووکنگ مسجد انگلستان	۱۱	۱۳	۸۱۳
//	۹۸۹	// //	۴		۱۲۵۴
۱۷ //	۹۹۰	بزل الرحمن صاحب			۲۰
۲۸ //	۱۰۰۳	محمد بوسعید صاحب			۱۰
۳۰ //	۱۰۱۴	عبدالکریم صاحب			۵
۲۲ //		معرفت سکرٹری صاحب مشن			
//		جناب قاسم حسین صاحب ـمـہ/			
//		// صادق حسین صاحب عہ/			
//		// سید محمد علی // عہ/			
//		// نادر علی اینڈ کو عہ/			
//		// محمد اسمعیل صاحب عـمـہ/			
//		// سید رحمت علی // عہ/			
//		// سید ریاض الدین احمد // عـہ/			
//		// ایم آفتاب عمر صاحب ـمـہ/			
//		// خانبہادر محمد بشیر الدین احمد صاحب عـمـہ/			
//		// اسلام احمد خاں // عہ/			
//		// ایم عبدالرحمن // عہ/			
//		// سلطان حسن خاں // عہ			
	۱۰۲۷	دلکوطہ/	۰	۰	۱۴۵

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۳ ستمبر	۱۰۳۰	خانبہادر میاں عبدالعزیز صاحب			۵۰
۲۵ //		ایس اے کیو خانزادہ			۲۵
۲۹ //	۱۰۵۷	دی آنریبل جسٹس نعمت اللہ صاحب			۲۵
//	//	// محمد اسمعیل صاحب			۱۵
//	//	جناب ایس ایم جمیل اسکوائر			۵
//	//	خانبہادر نواب سید محمد عیسٰی صاحب			۵
۲۹ //	۱۰۵۸	لفٹننٹ کرنل ایچ ایم سلامت اللہ صاحب			۵۰
۳۰ //	۱۰۵۹	جنابہ بیگم صاحبہ شیخ محمد حبیب اللہ صاحب			۲۵
		فروخت اسلامک ریویو ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء	۶	۸	۶۶۵
		// اشاعت اسلام			۴۰
		// ووکنگ گزٹ		۳	۲۲
		// کتب	۶	۱۱	۱۶۱
					۱۱۸۸ — ۰ — ۳

تفصیل آمد مفت تقسیم برائے رسالہ اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ستمبر	۸۵۴	جناب سردار خان بہادر سید شمس الدین صاحب			۳۰
۴ //	۸۶۶	// ڈاکٹر عبدالغنی صاحب			۵
۹ //	۹۱۷	// احترام الدین صاحب			۱۰
۱۳ //	۹۶۶	// شیخ محمد شفیع صاحب			۲۵
۱۷ //	۹۹۷	// بدر الدجیٰ صاحب			۱۰
۱۸ //	۱۰۰۸	// حمید اے خاں //			۱۰
۲۸ //	۱۰۵۰	// عبدالہاشم خاں //			۵
					۹۵ — ۰ — ۰

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
	۶۰	پیشگی ارسال کردہ ووکنگ مسجد۔ د پونڈ		۱۴	۶۶۲
	۶۱	تنخواہ عملہ بابت ماہ اگست ۱۹۳۷ء		۷	۲۷۵
	۶۲	پیشگی سفر خرچ سفیران مشن			۲۰۰
	۶۳				۵۰
	۶۴	پیشگی ارسال کردہ ووکنگ مسجد انگلستان		۱۴	۶۶۲
	۶۵	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل۔			
		محصول ڈاک از نمبر ۱۷ تا ۸۲ ۱۸۱ [illegible]			
		کتب خرید کردہ برائے فروخت [illegible]			
		بل بجلی [illegible]			
		کتابت بقایا بل اگست ۳۷ء [illegible]			
		ترجمہ برائے اشاعت اسلام [illegible]			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
		سٹیشنری [illegible]			
		متفرق [illegible]			
		۲۹۴ — ۱۲ — ۳	۳	۱۲	۲۹۴
	۶۶	تنخواہ عملہ بقیہ بابت ماہ جون ۱۹۳۷ء		۵	۱۵۲
	۶۷	تنخواہ عملہ بقیہ ماہ جولائی و اگست ۳۷ء		۱۰	۳۰۴
	۶۸	بل اخراجات مسجد ووکنگ اندراج سابقہ	۱۱	۱۳	۸۱۳
	۶۹	// // //	۰	۴	۱۲۵۴
	۷۰	کنوے ینس الاؤنس ماہ جون			۳۰
	۷۱	// // // جولائی و اگست			۶۰
	۷۲	کمیشن بل	۶		۳۳
					۳۱۱۳ — ۱۳ — ۰

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک رواداراانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں اِن غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قایم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اِس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آراء کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعتِ اسلام** ہمارا اوّلین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اِس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اِسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورینو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) ... ست عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریکِ خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغِ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعتِ اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زرِ کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاقِ فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیتِ کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کارِ خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عیدِ قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعتِ اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی اِن رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

۱) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمیٔ امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی حبیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

۱) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹراتِ آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں۔ (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

۱) ضروری ہدایات ۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

MARCH 1938 Regd L. NO 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانیٔ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا، لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (للعہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اکبر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا (ہی کیوں نہ) لگے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان — مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ وکل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سر انجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامتِ نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دوبار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین۔ مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں۔ مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

AL-HAJJA A'ISHA WENTWORTH—FITZWILLIAM.

Al-Hajja is grand daughter of the late Earl Fitzwilliam, performed Hajj in 1935 and is a keen supporter of Islam. The Woking Mission is indebted to her patronage in very many ways and at the occasion of Eid, she was the hostess.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۴ | مارچ سنہ ۱۹۳۸ء مطابق محرم سنہ ۱۳۵۷ھ | نمبر ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

اشاعت اسلام

بابت ماہ مارچ ۱۹۳۸ء

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو ہم اپنی پرجوش انگریز نومسلمہ بہن الحاجہ عائشہ ڈینفورتھ فٹنز ولیم کے فوٹو سے زینت دیتے ہیں۔ جو ایڈمرل فٹنز ولیم مرحوم کی بزرگ دختر نیک اختر ہیں۔ اور کہ جنھوں نے گزشتہ عید الفطر کی عظیم الشان دعوت کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ موصوفہ شاہجہان مسجد ووکنگ کے سامنے رونق افروز ہیں۔

ووکنگ مسلم مشن کے بانی مبانی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ومغفور تھے۔ وہ اپنے فرائض سے سبکدوش ہو گئے۔ آپ کی زندگی مغرب میں تبلیغ اسلام میں صرف ہوئی۔ اس احسن کام کے لئے آپ نے حد درجہ قربانی فرمائی۔ آپ کی قربانی کا مقصد واحد مغرب میں تبلیغ اسلام تھا۔ کاش! آج برادران اسلام۔ مرحوم ومغفور کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کرتے رہیں۔

یہ تو ایک مسلمہ امر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب مرحوم ومغفور ایک فانی انسان تھے لیکن جس کام کا انھوں نے بیڑا اٹھایا تھا۔ اس کو فانی نہیں کہا جا سکتا۔ لہذا ضروری ہے کہ اس کی بقا کا بندوبست کیا جائے۔ اس کی بقا مال سے ہی ہو سکتی ہے۔

عیسائیت اور اس کا نظام حیات

عیسائی دنیا میں سماجی، ذہنی اور اخلاقی حیثیت سے ترقی کی طرف جو قدم بھی اٹھایا جاتا ہے۔ اس کے متعلق عیسائی پروپگنڈا کرنے والے ہر وقت یہ ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں کہ یہ ہمارے مذہب کے فیوض و برکات ہیں۔ یورپ کے آزاد خیال اس جھوٹی تعلی کو بہت دنوں سے ناپسند کر رہے ہیں۔ اور وہ پورے طور پر اس بات کا ثبوت پیش کر چکے ہیں کہ یورپ میں ترقی و عروج کی طرف جو قدم بھی اٹھایا گیا ہے وہ عیسائی مذہب کی اتباع میں نہیں بلکہ مخالفت میں اٹھایا گیا بلاشبہ یورپ کے آزاد خیال مذہبی حلقوں میں بدنام ہیں۔ خواہ کچھ بھی ہو۔ اس سلسلہ میں عیسائی قوم کے مذہبی حلقوں کی شہادتیں مطلوب نہیں ہیں۔

سنڈے ٹائمز نے اپنی ۵ ستمبر کی اشاعت میں مسٹر کلاڈ یونسر مجسٹریٹ لندن کی اس تقریر کے چند ٹکڑے چھاپے ہیں جو انہوں نے کیمبرج میں منعقد ہونے والی چرچ میں کانفرنس کے موقعہ پر کی۔ یہاں ہم اس اہم تقریر کے دو اقتباس درج کرتے ہیں۔ فاضل مقرر نے فرمایا:۔

"مذہب کی موجودہ صورت حال میں سب سے زیادہ پریشان کن امر یہ ہے کہ مسیحی نظام حیات میں اس وقت تک جو ترقی بھی ہوئی ہے۔ یہ ان لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو مذہب سے بالکل علیحدہ ہیں۔ یا اپنے خیال میں عیسائی گرجا اور حقیقے کہ خود عیسائیت کے دشمن ہیں"

"پھر اس سال شادی اور بیاہ کی ناکامی سے متاثر ہو کر قانون اور دستوریت میں جو اہم تبدیلیاں ہوئی ہیں اور اس طرح خدمت دین کی تنظیم کی جو کوششیں کی جا رہی ہیں یہ بعض دفعہ مجھے اس تعجب میں ڈال دیتی ہیں کہ آیا یہ لوگ چرچ کے مخالف ہونے کے باوجود مسیحی قانون نکاح کا استعمال بہتر طریق پر تو نہیں کرتے۔"

ان مذکورہ بالا اقتباسات میں مقرر بخوبی کہہ سکتے تھے کہ ان شعبوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کے مقصود کو ان لوگوں نے بہت اچھے طریقے عملی جامہ پہنایا ہے جو ظاہرا و باطن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے متاثر ہیں۔ درحقیقت، یہ روشن خیال انگریزوں کی، اسلامی قانون اور تعلیمات سے ناواقفیت ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ عیسائی ہیں اور لازمی طور پر عیسائی ہی رہیں گے۔ راقم الحروف ایک ساعت میں شادی بیاہ کی ان اہم دفتری تبدیلیوں کے سلسلے میں یہ دکھا کر کہ یہ ازدواجی زندگی خالص اسلامی ہے اور اس میں عیسائیت کو کوئی دخل نہیں ہے اسلام کے دشمنوں کو اسلام کے دوستوں میں تبدیل کر سکتا ہے۔

انگریز عیسائیت کو چھوڑ رہے ہیں۔ اس تقریر کے آخر میں مسٹر یونسر فرماتے ہیں:۔

"میں اپنے چاروں طرف دیکھتا ہوں کہ سمجھدار لوگ اپنے بچوں کو بپتسمہ دینے سے انکار کر رہے ہیں۔ ان کے کمسن اور نابالغ، عیسائی بننے کی رسم ادا کرنے نہیں آتے۔ اور ان کے خاندان کا کوئی فرد بھی گرجا کی عبادت میں شریک نہیں ہوتا۔ متعدد مہذب عیسائی گھروں میں بائیبل، حساب و الجبرا کی کتابوں کی ہی طرح کم اہمیت سمجھی جاتی ہے تاہم نظامِ حیات کے ہر جائزہ میں ان لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد مسیح علیہ السلام کے متبعین کی معلوم ہوتی ہے"

مقرر کا آخری فقرہ، تنقید کا محتاج ہے۔ وہ اس چیز کو واضح نہیں کرتے کہ آیا مسیح علیہ السلام کے متبع بننے کے لئے کسی شخص کو اس بات کی ضرورت ہے یا نہیں کہ وہ ان عقائد کا قائل ہو جنھیں موجودہ عیسائیت پیش کرتی ہے اگر کسی شخص کو موجودہ عیسائیت کے عقائد کو تسلیم کرنا ضروری نہیں تو ہم یہ کہنے کی جرأت کرینگے کہ اس نقطہ نگاہ سے بہترین مردوں اور عورتوں کے نمونے اسلام میں ملتے ہیں، سیاسی حیثیت سے کمزور ہونے کے باوجود مسلمان ہی دنیا میں ایسے لوگ ہے جن میں عقیدہ، محبت اور انسانی ہمدردی کی صفات نہایت اچھے طریق پر پائی جاتی ہیں۔ بلاشبہ ہمارے ایک انگریز دوست نے ایک موقعہ پر یہ بالکل صحیح کہا تھا کہ موجودہ دنیا کے سمجھدار انگریز اپنی مذہبی زندگی کے اعتبار سے عیسائی ہونے سے زیادہ مسلمان ہیں۔ ہماری اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان لوگوں کو اس مذہب میں جلد لے آئے جسکے یہ روحانی طور پر پابند ہیں۔

گرجوں کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرانے والے مزاحی کارٹون۔ ایک ایسے ادارے کے لئے جو اپنی زندگی کے دن پورے کر چکا ہے اپنی زندگی کا ثبوت پیش کرنے کے لئے یہ طریق کار کس درجہ شرمناک اور تکلیف دہ ہے جو آج کل عیسائی گرجوں کے رہنماؤں نے اپنی مزاحیہ حرکات و افعال کی وجہ سے اختیار کر رکھا ہے۔ باوجودیکہ ان لوگوں کو ہر قسم کے مادی وسائل حاصل ہیں مگر پھر بھی بہت دنوں سے گرجوں میں خالی نشستوں کا مسئلہ بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔

بہت دن ہوئے۔ فروری کے ریویو کے پرچہ میں ہم نے ایف۔جی۔ ایچ۔ ہمفری کے ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے چرچ کے حالات پر ناظرین کو متوجہ کیا تھا اور لکھا تھا:۔

"اس بات کا تجربہ کیا جا رہا ہے کہ گرجا کی شام کی عبادت سینما گھر میں ہوا کرے۔ اور چرچ کے عہدیدار اور ارکان اتنی قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں کہ وہ ایک معروف جگہ شام کی عبادت ادا کرنے کی رسم اور اس کے آرام کو قربان کر دیں اور ایک ایسی کم معروف جگہ میں چلے جایا کریں۔ جہاں گرجا میں نئے آنے والے لوگ آنے کے لئے تیار رہیں"

اس اثنا میں مختلف عالمگیر مسائل معرض وجود میں آچکے ہیں۔ مگر چرچ نے اپنی شرمناک بزدلی اور ناکامی کے باعث انہیں اپنی پہلے سے مشتبہ امت کے سامنے بہت بُری صورت میں پیش کیا ہے۔ اور صورت حال بیانتک خراب ہوگئی ہے کہ ڈیلی سکیچ (۲۶ راگست ۱۹۳۷ء) کے بیان کے مطابق شیفورڈ وش میتھوڈسٹ چرچ کا ایک مقتدا کلفورڈ ڈیور، مزاحی اقوال و حرکات کے ذریعہ بڑے بڑے اجتماعات کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ ان مزاحی اقوال میں سے مثال کے طور پر ایک جملہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

" تمہاری بیوی تم پر ہر وقت سوار رہتی ہے ؟ یا تم اپنی بیوی کو بُرا بھلا کہتے ہو ؟ اگر ایسا ہے تو تم روحانی فاقہ کشی میں مبتلا ہو۔ ہمارے پاس آؤ۔ ہم تمہاری اصلاح کردینگے "

ہم حیران ہیں کہ کیا مذہب اس سے زیادہ بھی بُری اور ذلیل ترین صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے؟

چرچ زعما کی خود اپنے ہاتھوں اپنی ذلت ۔ مذہب کو اس درجہ حقیر صورت میں پیش کرتے وقت اس تحریک کے علمبردار خود اپنے کردار اور اخلاق کو کچھ کم نقصان نہیں پہنچا رہے ہیں۔ فی الحقیقت ان کی اس حرکت سے ان کے اخلاق کو بہت کافی نقصان پہنچتا ہے۔ خواہ کچھ بھی ہو چرچ کوئی ہوائی چیز نہیں ہے۔ اس کے معمار وہی لوگ ہیں جو اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس کا انداز اور مذاق وہی ہوگا جو اس کے رہنماؤں کا ہوگا۔ یہ فقرہ جو اوپر نقل کیا گیا ہے، قائل کے مزاح کا ایک اچھا نمونہ تو پیش کرتا ہے۔ مگر اس کا اثر نہ تو انسان کی روحانی زندگی پر کچھ بہتر ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی وجہ سے کسی مذہبی ادارہ کے ظاہری وقار کے تحفظ کی ضرورت ہی تسلیم کی جاتی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس ذہنیت کا کرشمہ ہے جو چرچ کے پس پشت کام کررہی ہے۔ اس ذہنیت کی بے مائگی کی مزید وضاحت اس اشتہار میں ملتی ہے جو مذکورۂ بالا اخبار میں شائع کیا گیا ہے۔

اس اشتہار کی ابتدا یوں ہوتی ہے :- " ہم نہ تو گنوار ہیں۔ اور نہ ہی مذہبی فریب کار۔ ہم نہایت بے تکلفی کے ساتھ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہم مقدس انسان نہیں ہیں۔ ہاں البتہ ایک ایسی ایماندار جماعت ضرور ہیں جو عیسائی بننے کی کوشش کرتی ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ مسیحی ہی زندگی کے مسائل کا تنہا حل ہے۔

اشتہار ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے :- " یہ جگہ آزاد ہے۔ مگر ہم نقال اور بچوں کے بہلاوے کی چیزیں مہیا نہیں کرتے۔"

پہلے چند الفاظ کو چرچ کے زعما بھی صاف طور پر تسلیم کرتے ہیں جو اس احساس سے متفق نہیں ہیں۔ جو اس ادارہ سے تعلق رکھنے والے عام دماغ میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کی اپنی زندگی کا ثبوت ہے

ایک بہت ہی حقیر ثبوت - خیر کچھ بھی ہو - عیسائی بننے کی کوشش کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس کی بنا پر دوسری تمام دنیا کو بھی عیسائی بننے کی دعوت دی جائے - اور آخر میں اس عام مادی ذہنی نقطہ نگاہ کا ثبوت دیا گیا ہے جس کی ذمہ داری بھی چرچ ہی پر عائد ہوتی ہے - گو اسے مصنف فراموش کر گیا ہے - اگر یہ سب چیزیں مقصود نہیں ہیں - اور یہ الفاظ محض اس لئے استعمال نہیں کئے گئے ہیں کہ لوگوں کو خوش کیا جائے اور ان میں اس چیز سے دلچسپی پیدا کی جائے جو گرجا کے اندر ہوتی ہے - تو اس صورت میں مزاحی تھیٹر اور چرچ میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا - یہ یقینی طور پر وہ انتہائی ذلت ہے - جو چرچ کے زعما اپنے ہاتھوں خود اٹھا رہے ہیں -

حیرت ہوتی ہے کہ اس کا وہ وقار جو اسے حاصل ہے - ابھی تک کیسے قائم ہے ؟

ایک ضروری عرضداشت

ووکنگ مسلم مشن انگلستان جملہ برادران اسلام کی ایک متفقہ جائداد ہے - اس کے بقا و قیام کی ذمہ داری کل مسلم دنیا کے ہر فرد پر عائد ہوتی ہے - ووکنگ مسلم مشن ایسے منظم ادارہ کی ضروریات پر انگلستان و ہندوستان میں اڑھائی ہزار روپے کے لگ بھگ خرچ ہوتا ہے - کیا تمام اسلامی دنیا میں اڑھائی صد مسلم بھائی اس اسلامی ادارہ کی دس روپے ماہوار فی کس سے اس کی امداد کر کے اس مفید اسلامی ادارہ کو مالی تفکرات سے نجات نہیں دلا سکتے - یہ ایک حقیر سا مطالبہ ہے - یہ امر قابل تسلیم ہے کہ مسلمانوں نے ان امور میں کبھی بھی خست سے کام نہیں لیا - یہ انہی کی امداد کا نتیجہ ہے کہ ووکنگ مشن اس قدر مدت سے سرزمین مغرب میں قائم ہے - لیکن با ایں ہمہ ہمیں کہنا پڑتا ہے - کہ بسا اوقات ہمیں مالی تفکرات لاحق ہوتے ہیں - یہ شرم کا مقام ہے - کہ ایسے معاملہ کو بیرونی دنیا کے سامنے طشت از بام کیا جائے قوی توقعات لئے ہوئے ہم آپ کے سامنے یہ عرضداشت پیش کرتے ہیں -

(سکرٹری ووکنگ ٹرسٹ)

خطبہ عید الفطر

(جناب مولوی آفتاب الدین صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان)

شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن ھدی للناس و بینات من الھدی والفرقان
فمن شھد منکم الشھر فلیصمه ط ومن کان مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر ط
یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ۔ ولتکملوا العدة ولتکبروا الله علی ما ھداکم
ولعلکم تشکرون ط

یعنی رمضان المبارک کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو لوگوں کا رہنما ہے۔ اور اس میں ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کے لئے کھلے کھلے حکم موجود ہیں۔ پس تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے تو لازم ہے کہ وہ روزے رکھے۔ اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرلے۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہتا۔ اور یہ حکم اس نے اس لئے دیا ہے کہ تم روزوں کی گنتی پوری کرو۔ تاکہ اللہ نے جو تم کو راہ راست دکھائی ہے اس پر اس کی بڑائی کرو اور اس کا احسان مانو" (۲: ۱۸۵)

برادران و خواہران ملت! الحمد للہ کہ ہم آج عید الفطر کی تقریب سعید کے موقعہ پر اس جگہ مجتمع ہوئے ہیں۔ فی الحقیقت یہ تقریب تو ابتدائے رمضان سے شروع ہوئی جو روزوں کا مہینہ ہے، دوسرے مذاہب کے برخلاف ہم مسلمان اپنے بانی مذہب علیہ السلام کی زندگی کے خاص واقعات مثلاً ولادت، وفات یا کسی کامیابی کو رسمی طور پر تیوہار نہیں سمجھتے مبادا اس کی وجہ سے توحید الٰہی کی عظمت اور اہمیت میں کچھ کمی واقع ہوجائے بلکہ ہم قرآن مجید کے نزول کی سالگرہ مناتے ہیں۔ یہ آنحضرت صلعم کا ایک روحانی تجربہ تھا۔ جو آپ نے بالکل تنہائی میں حاصل کیا تھا۔ جبکہ آپ غار حرا میں عزلت گزیں تھے۔ جو مکہ کے قریب ہے۔ بہرحال یہ ایک ایسا تجربہ تھا۔ جو آپ نے انسانی تاریخ کے آخری زمانہ میں بنی نوع آدم کی بہبود کے لئے حاصل کیا۔ اگرچہ کامل قرآن کا نزول جستہ جستہ، جو کہ مختلف احکام، توضیحات اور ہدایات جسمانی و اخلاقی و تمدنی و اقتصادی و سیاسی و انتظامی و روحانی پر مشتمل ہے۔ آپ کی بقیہ ۲۳ سالہ زندگی کے عرصہ میں ہوا۔ لیکن اس کا آغاز، رمضان کے آخری ہفتہ میں ہوا تھا۔ ۶۱۰ء میں جبکہ آپ کی عمر کا چالیسواں سال تھا۔ اسی لئے یہ مہینہ مقدس ہے جس کے اختتام پر

اظہار مسرت کے لئے ہم اس جگہ جمع ہوئے ہیں۔ علاوہ بریں دنیا میں ہمارا طریقہ تہوار منانے کا سب سے جداگانہ ہے۔ ہم اس تہوار کو پورے مہینہ تک صبح سے شام تک روزہ رکھ کر مناتے ہیں۔ اور اگر دنیا میں کسی تہوار کو خالص روحانی رنگ میں منایا جاتا ہے۔ تو وہ صرف یہ ماہ رمضان ہے جس میں پہلی مرتبہ قرآن کریم کا نزول ہوا تھا۔ اور ہمارا طریقہ اس تقریب کی اہمیت کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ نزول وحی ہمیشہ روزے کے ساتھ وابستہ رہا ہے۔ مثلاً توریت کے نزول سے پہلے حضرت موسیٰ نے چالیس دن تک روزہ رکھا۔ اور اسی طرح حضرت عیسٰے نے بھی کیا۔ اور جس زمانہ میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزہ دار رہتے۔

روزہ اور نزول وحی کا رابطہ سمجھنا کچھ دشوار امر نہیں ہے۔ اگر آپ روحانی مدارج حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وقتاً فوقتاً جسمانی حالت کی اصلاح کرنا ناگزیر ہے۔ حواس ظاہری کے تقاضوں کو اگر قابو میں نہ لایا جائے تو روح کو خدا کے ساتھ رابطہ پیدا کرنے میں بہت دشواری پیش آئے گی جس طرح اگر موسمی حالات کو قابو میں نہ کیا جائے تو لاسلکی پیغام رسانی میں دشواری لاحق ہو جائے گی۔ قرآن کی رُو سے، بارگاہ الٰہی سے، انسانی روح سے برابر یہ سوال ہوتا رہتا ہے کہ "الستُ بربکم" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اور روح انسانی برابر یہ جواب دیتی ہے کہ "بلیٰ" یعنے بیشک تو ہمارا رب ہے" بالفاظ دیگر روح ہمیشہ خدا کا اقرار کرتی رہتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر یہ دُنیا گناہ اور نافرمانی سے کیوں معمور ہے؟ بلا شبہ یہ جسمانیت کا اثر ہے جو اپنی بیجا مداخلت کی وجہ سے روح کے اس ایزدی سوال کے سننے میں مزاحمت پیدا کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ حضرت عیسٰے نے جبکہ یہ کہا کہ روح تو مائل ہے لیکن جسم کمزور ہے تو انھوں نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا تھا۔ بلا شبہ جسم اپنے تقاضوں میں بیحد خود غرض اور یکطرفہ ہے۔ اور روحانی ترقی کے لئے جسمانی تقاضوں کو وقتاً فوقتاً قابو میں لانا چاہئے۔ چنانچہ اسلام میں روزہ کا حکم، انہی تقاضوں کو قابو میں لانے کے لئے دیا گیا ہے۔ جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے۔ روزہ میں صرف خور و نوش اور سگریٹ پینے ہی کی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ ہر قسم کی جسمانی لذت سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ ایک سال میں پورے مہینہ تک جسمانیت پر یہ قیود انفراداً اور اجتماعاً ہماری روحانیت کی ترقی کے لئے بہت مفید ثابت ہوتی ہیں کیونکہ ان دنوں حالات ہماری روح، معارف الٰہیہ کو سمجھنے کے لئے زیادہ مستعد ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اس مہینہ میں کثرت کے ساتھ کلام الٰہی کی تلاوت کی جاتی ہے۔ مساجد کے علاوہ گھروں میں بھی اسلامی دُنیا کے اس کونے سے لے کر اس کونہ تک مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور قرآنی احکام کو حرز جان بنانے کے لئے اس مہینہ سے بہتر کوئی زمانہ موزوں نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کو سننے کے لئے رمضان میں ایک

خالص نماز پڑھی جاتی ہے جسے تراویح کہتے ہیں۔ یہ بوقت عشا پڑھی جاتی ہے۔ اور حفاظ جو اسلامی ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ اس نماز میں پورا قرآن مجید نمازیوں کو سنا دیتے ہیں۔ یعنی اسلامی دنیا اپنے عاجزانہ طریق پر وہی فضا پیدا کر دیتی ہے جو کہ نزول قرآن کے وقت موجود تھی اور عموماً الٰہی احکام کے لئے ضروری ہے جس طرح وہیل مچھلی گاہے گاہے سمندر کی تہہ سے نکلکر سانس لینے کے لئے سطح آب پر آتی ہے۔ اسیطرح اسلامی دنیا سال بھر میں ایک مرتبہ جسمانیت سے بالاتر ہو کر روحانی تجارب حاصل کرتی ہے۔ اور وحی الٰہی کی فضا میں سانس لیتی ہے۔

بانگ تکبیر جو ہم اس وقت بلند کر رہے ہیں۔ یہ ہمارے باطنی احساس کا ظاہری نشان ہے۔ جو ہم نے اس مہینہ میں پیدا کیا ہے۔ بلاشبہ جب روح جسمانیت کی مداخلت بیجا سے آزاد ہو جاتی ہے تو اس کو حضوری ایزدی کا زبردست احساس حاصل ہوتا ہے۔ جس طرح مطلع صاف ہو تو آفتاب کی شعاعیں پوری قوت کے ساتھ زمین پر پڑتی ہیں۔

ہماری یہ آج کی مختصر نماز (دوگانۂ عید) اور خدا کی یہ تمجید، بے شک اس مقدس مہینہ کے تہوار کا نہایت موزون تکملہ ہے۔ جو آپ اور ہم آج ادا کر رہے ہیں۔

روزہ کے ساتھ صدقات کا حکم بھی وابستہ ہے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ آنحضرت صلعم یوں تو تمام سال بکثرت خدا کی راہ میں اپنا مال محتاجوں کو دیتے تھے۔ لیکن اس مہینہ میں آپ کی فیاضی اور سخاوت حد سے بڑھ جاتی تھی۔ دیگر عمدہ احکام کی طرح صدقات کے طریق کو برقرار رکھنے کے لئے اسلام نے صدقہ کی مقدار معین فرما دی ہے۔ اور یہ فطرہ، ہر گھر کے بڑے آدمی کو تمام افراد خاندان کی طرف سے، نماز ادا کرنے سے پہلے دینا پڑتا ہے۔ اور اس فطرہ کی کم از کم مقدار عمہ ہے۔

روزہ اور صدقات میں جو رشتہ ہے اسے سمجھنے کے لئے کوئی دشواری پیش نہیں آسکتی جسطرح روزے سے حواس خمسہ کی حرص میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اور ان کے مظاہر میں کمی واقع ہوتی ہے، صدقات وخیرات سے، انسان کی طبیعت میں حرص وطمع کا جو مادہ موجود ہے اس کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ انسان کی خود غرضی کو کم کرنے کے لئے اسے عملی طور پر ایثار سے کام لینا ضروری ہے۔ لہذا صدقات انسان کی روح میں ترقی کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں۔ جبکہ روزہ رکھنے کی بدولت اس کی حرص میں کمی واقع ہو چکتی ہے۔ اور اس ضمن میں ہمارے سامنے روزہ کا ایک اور فائدہ بھی پیش نظر ہو جاتا ہے

جس کا ہمارے زمانہ کے ایک اہم مسئلہ سے گہرا تعلق ہے۔ آج دنیا میں امارت اور افلاس کے مابین ایک شدید جنگ جاری ہے۔ اور یہ جنگ اپنی نوعیت کے لحاظ سے تاریخ عالم میں بے نظیر ہے۔ بے رحمی اور بہیمیت میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اس کی بدولت تمام یورپ، تمدنی امن سے محروم ہو گیا ہے۔ اسپین کے مناظر آج یورپ کے ہر ملک میں دیکھنے کا امکان موجود ہے۔ اور بلا شبہ یہ ایک نہایت ہی خطرناک صورت حال ہے۔ تاہم اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ غریب لوگ دولتمندوں کو محض اس لئے نفرت اور حقارت سے نہیں دیکھتے کہ وہ غریب ہیں یا وہ امیر ہیں۔ وہ امیروں کی دولت سے اس قدر ناراض نہیں ہیں، جس قدر ان کے متکبرانہ طرز عمل سے، اور ان کی سنگدلی سے۔ اگر غریبوں کو اس بات کا پتہ چل جائے کہ دولتمند طبقہ ان کی تکالیف میں ان سے ہمدردی رکھتا ہے اور ان میں کمی کرنے کے لئے کوشاں ہے تو نہ صرف ان کی دشمنی دور ہو جائے گی۔ بلکہ وہ دولتمندوں سے محبت کرنے لگیں گے۔ اور تمام اقوامی اور بین الاقوامی معاملات میں ان کی پیروی کرینگے۔ اور ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہوں گے۔ جیسا کہ وہ ازمنہ ماضیہ میں کرتے رہے ہیں۔ بدقسمتی سے آج مغرب میں، دولتمندوں کے دل میں، غریبوں کے لئے کوئی محبت نہیں ہے اور یہی اس طویل القیام طبقاتی جنگ کا اصلی باعث ہے۔ یہ فرض کر لینا مناسب نہیں کہ یورپ کے دولتمندوں کا طبقہ دنیا جہان سے نرالا ہے۔ یا ان کے دل میں اس نامناسب ذہنیت کو ترک کرنے کا خیال نہیں ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اس امر کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ دولتمندوں میں بنی نوع آدم کے خیرخواہ بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض کی سخاوت اس قیاس پر ایک روشن دلیل ہے۔ وہ طبقہ جسکے افراد میں نوبل اور راتھ چائلڈ اور نیوفیلڈ جیسے مخیر پیدا ہو سکیں۔ اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ انسانی تکالیف کا احساس نہیں کر سکتا۔ دراصل مغربی دولتمند افراد کی دماغی تربیت صحیح طریق پر نہیں ہوئی جسکی وجہ سے ان کے جذبات ہمدردی پورے طور سے بیدار نہیں ہوتے۔

یہ فطرت انسانی کا غلط مطالعہ ہے کہ آپ انسان کو تربیت جذبات شریفہ کے معاملہ میں ہدایت خارجی سے بے نیاز سمجھ جائیں۔ اور اسی طرح یہ فرض کر لینا بھی غلطی ہے کہ محض خارجی قوانین ہمارے تمدنی تعلقات کو درست کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ہماری معاشرتی زندگی کے اقتصادی پہلو کو درست کرنے کے لئے اشتراکیت نے جو کچھ کیا ہے، اسلام نے اس سے بدرجہا بہتر اور

ان جملہ نقائص، مظالم اور عیوب سے پاک صاف رہ کر قانون وراثت کے ذریعہ سے انجام دیدیا ہے، جو اشتراکی نظام میں پائے جاتے ہیں۔ اسلامی قوانین متعلقہ تقسیم دولت کی تاثیر اس بنا پر ہے کہ وہ ہماری تمدنی اور اخلاقی زندگی کی اصلاح کے سلسلہ میں سب سے بالا مرتبہ پر ہیں۔ نماز جماعت کا نظام جس کی بنا پر دولتمندوں کو دن میں کئی دفعہ غریبوں کے ساتھ دوش بدوش کھڑا ہونا پڑتا ہے اور اس کی وجہ سے کامل مساوات کا منظر پیدا ہوتا ہے، اور زکوٰۃ کا نظام جس کی رو سے دولتمندوں کو اپنی آمدنی کا جو ضروریات سے بچ رہے، چالیسواں حصہ بطور فرض مذہبی غریبوں میں تقسیم کرنا پڑتا ہے۔ یہ دونوں باتیں دولتمندوں کے غرور کو توڑنے کے لئے کافی ہیں۔ اور رفاقہ مست اور گرسنہ لوگوں کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ روزے کی بدولت طبقۂ امرا میں، مفلسوں کی تکالیف کا جو احساس پیدا ہو سکتا ہے۔ وہ ہزاروں مواعیظ سے بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔

پس دولتمندوں کا اس حکم کی رو سے، اکل و شرب اور دیگر لذات جسمانی سے مجتنب رہنا، معاشرتی مساوات پیدا کرنے کے لئے عملی سبق لینا ہے۔ اور یہ نہ صرف بہت موثر ہے بلکہ اقتصادی قوانین کی تاریخ میں ایک عدیم المثال چیز ہے۔ لہذا قرآن مجید اپنے آپ کو بجا طور پر، انسانوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور امتیاز حق و باطل کی روشن دلیل قرار دیتا ہے۔ خدا کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ نعمت عظمےٰ عطا فرمائی۔

علاوہ بریں دنیا کو آج کل امن کی اشد ضرورت ہے۔ اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ دنیا، اس ضرورت کے برعکس جنگ و جدل کی تیاریوں میں مصروف ہے، تمام اقوام عالم ہر وقت جدال و قتال کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ اور ہم سب جانتے ہیں کہ کیوں؟ اس کا سبب انسان کی غیر محدود حرص ہے۔ اجتماعاً اور انفراداً، جن اقوام کے پاس نسبتاً تھوڑی دولت ہے وہ زیادہ کی خواہشمند ہیں اور جن کے پاس زیادہ ہے، وہ اور زیادہ چاہتی ہیں اور اس خواہش میں وہ کسی اصول کی پابندی کرنا پسند نہیں کرتیں۔ واضح ہو کہ قوم کا رجحان، دراصل افراد کے رجحان کا آئینہ ہوتا ہے اور یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ایک بدمعاش اور خود غرض آدمی، اگر کسی اجتماعی فعل میں شرکت کا خیال کرتا ہے تو وہ ایک ولی بن جاتا ہے۔ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جب ایک فرد جماعت میں شامل ہوتا ہے تو وہ اپنا معیار فکر، فراموش کر دیتا ہے۔ اجتماعی حرص کو قابو میں لانے کے لئے ہمیں انفرادی حرص کو قابو میں کرنا چاہئے اگر ہم کسی جماعت میں ایثار کا جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ تو پہلے ہمیں افراد میں یہ جذبہ پیدا کرنا ہوگا۔ رمضان کے روزے افراد میں حرص کا جذبہ فنا کرنے کے لئے فرض کئے گئے ہیں۔ اور ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان میں ایثار کا جذبہ نشوونما

پائے۔ اور اس بنا پر وہ انسانیت کے سامنے اس امن کا وعدہ کرتا ہے۔ جس کی اسے آج کل سخت ضرورت ہے
دشمنان اسلام کا قول یہ ہے کہ اسلام، اسلامی دنیا کے لئے ایک مصیبت ہے جس کی وجہ سے اس
کی ترقی اور زندگی بخش تحریکات کا سلسلہ رکا ہوا ہے۔ کاش ان دشمنان اسلام کو تاریخی حقائق سے آگاہ ہونے
کی توفیق حاصل ہوتی۔ وہ اقوام عالم جو کسی زمانہ میں زندہ اور طاقتور تھیں جب ان کا زوال ہوا تو پھر وہ اپنی سابقہ
حیثیت حاصل نہ کر سکیں۔ مثلاً آج کوئی شخص اشوری۔ بابلی۔ فنیقی اور قدیم یونانی یا رومی اقوام کا نشان
بھی صفحہ ہستی پر نہیں دیکھ سکتا۔ ان کی فارغ البالی تو خارج از بحث ہے۔ لیکن عرب قوم کو آپ آج بھی زندہ
دیکھ سکتے ہیں جس نے بقول لوتھراپ سٹاڈرڈ ایک زمانہ میں ایک نئی دنیائے اسلام قائم کر دی تھی۔ اسی طرح
ایرانی بھی زندہ ہیں جنھوں نے اسلام کی شاندار جنگی خدمات انجام دی ہیں۔ یہ سب اقوام آج بھی زندہ ہیں
اور نہ صرف زندہ ہیں بلکہ ان میں ایک مرتبہ پھر دنیا میں اپنی سطوت کا سکہ جمانے کی آرزو موجود ہے۔ دیر
صرف موقعہ ملنے کی ہے پس یہ اسلام ہی کا طفیل ہے جس کی بدولت مسلمان قوم نے دنیا کی تاریخ میں ایک
استثنائی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ اگر مذہب اسلام ان قوموں کی دستگیری نہ کرتا تو ان کا بھی وہی حشر ہو چکا
ہوتا جو ان سے پہلے دیگر اقوام عالم کا ہوا۔ خدا کے زندہ مذہب اسلام نے نہ صرف مسلمان اقوام کو پوری
تباہی سے محفوظ رکھا ہے۔ بلکہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ موجودہ انسانیت کو بھی تباہی سے بچانا اسلام ہی کیلئے
مقدر ہو چکا ہے۔

برادران و خواہران! جیسا کہ ایک بڑے شاعر نے کہا ہے کہ طوفانی موجوں کا تباہ کن اثر، اسجگہ
محسوس نہیں ہوتا۔ جہاں وہ شور کے ساتھ ساحل سے ٹکراتی ہیں۔ سمندری حملوں کا ایسے مقامات پر نتیجہ خیز اثر
مرتب نہیں ہوتا۔ بعض اوقات کچھ ریت سمندر میں بہہ جاتی ہے اور بعض اوقات کچھ سنگریزے۔ لیکن دور
دراز مقامات پر جو ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ سمندر زمین پر خاموشی کے ساتھ حملہ آور ہوتا رہتا
ہے۔ اور جہاں کوئی دراڑ نہیں تھی وہاں دراڑیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور وہ دراڑیں بڑھتے بڑھتے خلیجیں
بن جاتی ہیں۔ پس اس کے حملے بیکار نہیں ہوتے۔ دنیائے فکر و جذبات میں، اسلام پر بھی یہی اصول
عائد ہوتا ہے۔ اسلامی اقوام کی سیاسی جدوجہد میں دنیا کو اسلام کی بہت کم کامیابی نظر آتی ہے
لیکن اسلام کے احیاء کی علامات اس میں نمایاں ہیں۔ لیکن اسلام کی حقیقی کامیابی، فاشزم اور
کمیونزم کے باہمی جدال میں نظر آتی ہے۔ اور یورپ کی صلح کن تحریک اور جرمنی کے نئے مسلک کے

باہمی نزاع میں (واضح ہو کہ یہ مسلک خالص جنگجویانہ تحریک پر مبنی ہے) یا پھر امریکہ کی امتناع شراب کی ناکام کوششیں ہیں، یا ہندو کی شراب خوری کی لعنت سے نجات حاصل کرنے کی کوشش میں یا مغربی ممالک کے ترقی کن قوانین نکاح میں یا سب سے بڑھ کر یورپ کی قیام امن کی کوششوں میں، اسلام کو چھوڑ کر ساری دنیا کی صورت حالات، ایک انقلاب عظیم کی متقاضی نظر آتی ہے۔ اور یقیناً یہ انقلاب اسلامی اصولوں کے مطابق ہی واقع ہوگا۔ کیونکہ اسلام کے علاوہ دنیا کا کوئی مذہب دنیا کی موجودہ مشکلات کا تسلی بخش حل پیش نہیں کرسکتا۔ خواہ وہ تمدنی ہوں یا اخلاقی یا اقتصادی۔

۱۸۷۸ء کے لگ بھگ ایک بالغ نظر انگریز مصنف مسٹر باسورتھ اسمتھ نے اسلام کے متعلق یہ پیشگوئی کی تھی "اسلام بذات خود ایک ناقابل زوال، طاقت ہے اور جب، خارجی خرابیوں، اور استنبول کے، جانشینان پیغمبر کے مغالطہ وہ اقتدار سے پاک ہو جائے گا۔ تو وہ پھر دوبارہ سرسبز ہوگا"

موصوف کو اس بات کا گمان بھی نہ ہوگا کہ میرے الفاظ نصف صدی کے بعد سچے ثابت ہوں گے یورپ کے تمام بالغ نظر افراد کو اس حقیقت کا احساس ہے کہ اسلام ہی ایک ہے جسکے قوانین اس درجہ عمدہ اور عملی ہیں، انسانیت کی نجات کا واحد ذریعہ ہے۔ اور ان قوانین میں سے روزہ کا حکم جسکے خاتمہ کی تقریب کے سلسلہ میں ہم سب جمع ہوئے ہیں۔ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ دنیا کی موجودہ مشکلات اور بدنظمی کو دور کرنے میں، یہ اصول بڑی حد تک موثر ثابت ہو سکتا ہے۔

ضروری اعلان

جو مسلم بھائی رسالہ اشاعت اسلام کے لئے تین جدید خریداران کا سالانہ چندہ مبلغ ۹ روپے (بحساب ۳ روپے سالانہ فی کس) بذریعہ منی آرڈر پیشگی بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ ارسال فرمائیں گے ان کی خدمت میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور بانی مسلم مشن ووکنگ کی معرکۃ الآراء کتاب "تمدن اسلام" کی ایک کاپی مفت نذر کی جائے گی۔ خادم

(سکرٹری ووکنگ مسلم مشن)

مکتوبات ووکنگ

برمنگھم۔

جناب عالی! آپ کا محررہ، مورخہ ۱۶۔ ماہ گزشتہ ملا۔ بہت بہت شکریہ۔ مجھے مسرت ہے کہ آپ نے قیامت کے متعلق مجھے اسلامی تعلیمات سے آگاہ فرمایا۔

مجھے اس امر میں آپ سے اتفاق ہے کہ حضرت یسوع علیہ السلام کے متبعین اولی کے عقائد میں سرا سر یگانیت نہ تھی۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اپنے کلیسائی احباب سے یہ کہوں کہ ہمارے موجودہ اصول عقائد کا عہدنامہ جدید سے کوئی تعلق نہیں تو وہ نعل در آتش ہوجائیں گے۔ ہنوز میرا عقیدہ ہے کہ عہدنامہ جدید میں یسوع کی صحیح تعلیمات محفوظ ہیں۔ اس سلسلہ میں ملنے اور گبن کی تصانیف میری تقویت کا باعث ہیں۔ ان میں ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ابتداً مسیحین کا عقیدہ وہی تھا جسکے متعلق میں نے اپنے گزشتہ خط میں آپ کو لکھا ہے۔ اگر ہم متقدمین مذہب کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو یہ ممکن ہے کہ ہم اندازہ کرسکیں گے کہ کس قدر اغلاط ہیں جو مسیحیت کے مختلف فرقوں کے عقائد کے ساتھ منسوب ہیں۔ مثلاً وہ بزرگ اشخاص جنکی زندگی کا مطالعہ کیا جائے، وہ یہ ہیں جسٹن بھائی کارپ۔ ارنیس اس ٹرٹیولین۔ پوتھیس۔ یمنیس الینڈرس سے لے کر ایرس اور ایتھنیس تک سات رسولوں کے خطوط یا الہام ابواب ۲ اور ۳ مجھے دراصل گرجاؤں کی اصل حالت ہی سے متعلق نظر نہیں آتے بلکہ اس میں الحاد کا مذکور بھی ہے (اس کا ذکر تھیسلونین باب ۲ بھی ہے) اس طرح میرا خیال ہے کہ مسیحیت کی Laocliceanstate کانسٹنٹائن سے شروع ہوئی۔

جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے، میں اپنے عقائد کو ہر کسوٹی پر پرکھوانے کے لئے تیار ہوں۔ آپ کی مجوزہ دو کتب یعنی ینابیع المسیحیت (انگریزی) اور کیا اناجیل الہامی ہیں (انگریزی) کا مطالعہ کروں گا۔ اس سے پیشتر آپ کے سکرٹری نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ لٹریچر مفت تقسیم کرتے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں، اگر برا محسوس نہ کریں، کہ ان کی قیمت ادا کروں۔

میں قرآن کریم کا مطالعہ کررہا ہوں۔ اس میں خداوند کریم کی وحدت کے خیالات خوب پیش کئے گئے ہیں دست بدعا ہوں کہ خدا مجھے نیک ہدایت دے۔ (آپ کا خیر اندیش، اے۔ کے۔ ایس۔ آر)

برمنگھم۔

جناب امام صاحب شاہجہان مسجد ووکنگ۔

جناب عالی! آپ کے گرامی نامہ مورخہ ، ردسمبر کا شکریہ۔ جواب میں تاخیر کی معذرت طلب کرتا ہوں۔ میں بہت عدیم الفرصت رہا ہوں۔ آپ کا یہ خیال کہ بپتسمہ پگین رواج سے لیا گیا ہے۔ اور نیز بنا ہیج المسیحیت انگریزی کے مصنف کے دیگر مسیحانہ عقائد و رواجات کے متعلق خیالات میری حیرت کا موجب ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو اس کا یہ معنے ہیں کہ اگر بائبل کی تحریر الہامی ہے (جیسا کہ میرا عقیدہ ہے) تو اس میں کسی زمانہ میں عمداً ترمیم یا اصلاح کی گئی ہوگی۔ اگر یہ بات ہے تو میرے عقائد کی بنیاد کھوکھلی ہوجاتی ہے۔ میں اس ثبوت کی تلاش میں ہوں کہ آیا مسیحیت کے رواجات کا ماخذ پگین مذہب ہے میں اپنے عقائد کی حمایت میں یہود کی فلسطین میں دوبارہ واپسی کا مسئلہ پیش کرتا ہوں جس کی بائبل میں پیشگوئی موجود ہے (Dentxxx Vs-1-9) اور بھی متعدد پیشگوئیاں موجود ہیں۔ اس ضمن میں، میں یاجوج ماجوج کا ذکر بھی غیر ضروری نہیں سمجھتا۔ قرآن شریف میں بھی ان کے متعلق حوالہ موجود ہے۔ بائبل میں بھی ذکر ہے (باب ۳۸ EzekielcCaptar38) مجھے اس سے بالکل اتفاق ہے کہ روس میں یاجوج و ماجوج کی حکومت ہے۔ قرآن شریف میں کوئی اور حوالہ نہیں۔ اگر اس ضمن میں اسلامی روایات ہیں تو پیش کیجئے۔ آپ نے اپنے مکتوبات میں ایک نکتہ کی جانب اشارہ کیا ہے۔ چونکہ عقل سلیم کے خلاف نہیں میں اس کو تسلیم کرتا ہوں حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ گو یہ بات مجھے بائبل میں بھی نظر آتی ہے۔ اس کے متعلق کچھ شبہات میرے دل میں پیدا ہوگئے ہیں۔ یہ امر ناقابل تسلیم ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم خدا انسان کو مرنے کے بعد عذاب میں مبتلا کرے گا۔ جو بدقسمتی سے اپنی زندگی میں صداقت تلاش نہ کرسکا۔ میں اس مسئلہ پر غور کررہا ہوں۔ آپ کے مکتوب میں ایک اور نکتہ ہے (تدبر کے متعلق)، جو مجھے معقول نظر آتا ہے۔ میں نے اس سے پیشتر اس پر اس روشنی میں غور نہیں کیا تھا۔ میں نے قرآن کریم کا ایک بار مطالعہ کیا ہے اب میں نہایت اطمینان سے اس کا آہستہ آہستہ مطالعہ کررہا ہوں۔ اسلامی عقیدہ میں ایک نکتہ ہے جو اب تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا یوم الدین حشر اجساد اور قیامت ہر شخص کے لئے مختلف ہے۔ میں اس سوال کو واضح طور پر پیش کرتا ہوں تاکہ آپ آسانی سے سمجھ سکیں۔ کیا تمام مردے عالم برزخ میں ہیں اور بہشت کی زندگی کے منتظر ہیں یا بعض برزخ میں ہیں اور بعض بہشت کی زندگی یا دوزخ میں۔ ان حالات کے مطابق جن میں وہ مرے ہیں۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم حساب آخر میں ہوگا۔ اس معاملہ میں آپ کی ہدایت درکار ہے۔ آپ کی عنایات کا دوبارہ شکریہ۔

آپ کا خیر اندیش:-

(کے۔ ایس۔ آر)

جواب امام صاحب کی طرف سے

عزیز مسٹر کے۔ ایس۔ آر ! آپ کا محررہ مورخہ ۱۱۔ ماہ حال ملا۔ خدا ہم سب کی ہدایت کرے۔ بے تحقیقت صحیح تعلیم اور خصوصاً روحانی امور کے علم کے حصول میں کافی غلط بیانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ دراصل بارش کے پانی کی طرح انسان تعلیم آلہی میں بھی خلوص نہیں رہنے دیتا۔ دنیاوی احساسات اور انسانی خواہشات عموماً تعلیم آسمانی کو احاطہ میں لے آتے ہیں۔ یہ امر تمام روحانی روشنیوں پر جو وقتاً فوقتاً آسمان سے پیدا ہوئیں صادق آتا ہے۔ حضرت یسوع علیہ السلام کی تعلیم بھی اسی ذیل میں آتی ہے۔ بیگن شہنشاہ قسطنطین (Constantine) کا قبول مسیحیت ایک تاریخی واقعہ ہے اور ایک جویائے حق کا یہ فرض ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ عیسائیت اس نے قبل کیا تھی۔ اور اس کے بعد اس میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں اس ضمن میں یہ تحقیق بھی ضروری ہے کہ آیا پولوس کی تعلیمات نے بیگن یونانیوں کے اندر یہ اشتیاق نہیں پیدا کر دیا تھا کہ وہ جنٹائلس (   ) کو مسیحیت میں داخل کریں۔ خواہ مذہب کا خلوص باقی رہے یا نہ رہے۔ کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے پیروان اولے کے عقائد وہ نہ تھے جو بعد میں تھینسین مذہب نے کر دیئے۔ اور کیا انہوں نے یہودی قوانین و روایات سے قطع تعلق نہیں کیا تھا۔ اس سلسلہ میں موجودہ بائیبل کے جدید و قدیم عہد ناموں کی تاریخ تالیف میں غور طلب ہے عہد نامہ قدیم عبرانی زبان میں ہونا چاہئیے۔ اب آپ یہ معلوم کیجئے کہ آیا وہ اصل نسخہ جس سے یہ تراجم کئے گئے ہیں آج دنیا میں ہوتا ہے یا نہیں؟ رہا عہد نامہ جدید کے متعلق جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ عبرانی یا آرامی زبان میں ہونا چاہئیے تھا کیونکہ حضرت یسوع اور آپ کے حواری یہی دو زبان بولتے تھے۔ آپ خود اس امر کی تحقیق فرمائیں کہ اس کے قدیم مسودات کس زبان میں ہیں رہا ان اناجیل کے مصنف کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے معاصرین کی تصانیف ہیں لیکن کیا حقیقت ہے کہ یہ مصنفین حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ہمعصر ہیں۔ اور بھی کئی متعلقہ سوالات ہیں لیکن میں یہاں لانا مناسب نہیں سمجھتا اگر آپ اس ضمن میں کسی ادب کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو خواجہ کمال الدین کی کتاب ینابیع المسیحیت (بزبان انگریزی) اور مولوی صدر الدین کی کتاب ,,کیا اناجیل الہامی ہیں؟" کا مطالعہ فرمائیں۔

اب میں آپ کے مسئلہ قیامت کو لیتا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عقیدے میں تمام مردے اس دن کے منتظر ہیں۔ اور یہ معقول ہے کیونکہ ایک انسان کے عمل اور رد عمل کا سلسلہ دنیا کے خاتمہ تک رہیگا پس اگر روح خواہ ظاہری یا باطنی اعمال سے تعلق رکھتی ہے تو لازم ہے کہ قیامت کا وقوع نہ ہو کیونکہ اب ظاہری حالات کارفرما ہیں۔ دوسرے قرآن کریم عالم برزخ میں ارواح کو تعداد اوقات کا احساس نہ ہوگا۔ عالم برزخ کی زندگی کا زمانہ نہایت مختصر نظر آئیگا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عالم برزخ میں مختلف اشخاص کے احساسات میں فرق ہوگا بہشتی ارواح آرام میں ہونگی جہنمی ارواح تکلیف میں مجھے امید ہے آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے۔ آپ کے دلچسپ خطوط، امید ہے آتے رہیں گے۔ مجھے مسرت ہوتی ہے۔ آپ کا خیر اندیش: (آفتاب الدین احمد۔ امام)

اسلام اور دُنیائے جدید

(جناب پروفیسر خواجہ غلام السیدین صاحب)

میں سمجھتا ہوں، کہ میں اس مضمون کے آغاز میں ایک امر کی تشریح کر دوں جسکو بعض لوگ اعتذار سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ ایک ایسے شخص نے جو طبقۂ علمائے سے تعلق نہیں رکھتا، مذہبی مسائل پر اظہار خیالات کی جرأت کیونکر کی؟ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب کے اجارہ دار مذہبی علماء ہوتے ہیں، اور اسلام کے اجارہ دار "مولوی صاحبان" ہیں، فلسفۂ اسلام کے ایک زبردست اصول سے ناواقفیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اسلام میں خدا اور بندہ کے مابین، کوئی خدا کی طرف سے مقرر کردہ مذہبی جماعت تسلیم نہیں کی گئی ہے جو بندگانِ خدا کی نجات روحانی کی منتظم ہو۔ اسلام تو ایک عملی دانشمندی اور معقولیت کا مذہب ہے۔ اور اس نے اس قدیم ثنویت اور مناقشہ کا خاتمہ کر دیا ہے۔ جو ہمیشہ سے لوگوں کے خیال میں دنیاوی زندگی اور روحانی زندگی، یا عالمِ امروز اور عالمِ آخرت میں پایا جاتا ہے۔ اسلام مسیحیت یا یہودیت۔ بدھ دھرم یا ہندو دھرم کی طرح یہ تلقین نہیں کرتا کہ دُنیا کی بدیوں، مصیبتوں اور آزمائشوں سے بچنے کی خاطر زاہدانہ زندگی اختیار کرلو، جو کہ صرف ایک ناامیدی کی تعلیم ہے بلکہ سراسر غیر قابل عمل ہے۔ اگر تمام دُنیا اس پر عامل ہو جائے۔ اور اس بات کو کسی مذہب کی معقولیت اور دانائی کا معیار بنایا جاسکتا ہے کہ بنی نوع آدم کی فطرت کے مطابق ہے یا نہیں ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس میں شان عالمگیریت پائی جاتی ہے یا نہیں؟ اسلام اپنے پیروؤں کو اعلیٰ ترین اخلاقی نصب العین کے حصول کی تعلیم دیتا ہے۔ جو بدھ مذہب کے "نروان" کی طرح ایک مفروضہ حالت نہیں ہے۔ بلکہ اسی دنیا میں نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کہ ہر انسان اپنی زندگی میں اعمال صالحہ بجا لائے۔ تاکہ وہ دوسروں کی خدمت میں اور انسانی نصب العین کے حصول کی کوشش میں اپنی خداداد طاقتوں کو استعمال کرسکے۔ چنانچہ قرآن مجید نے نہایت دلکش انداز میں مسلمانوں کی دعاؤں کا خلاصہ بایں الفاظ بیان فرمایا ہے:۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الاخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار یعنے اے رب ہمارے ہمیں اس دنیا میں خوبیاں عطا کر اور آخرت میں بھی خوبیاں عطا کر اور عذاب دوزخ سے بچا۔" ایک علانیہ تضاد کی جگہ ثنویت کا اختیار کرنا صرف اسی بات پر منحصر نہیں ہے کہ ہم اس دُنیائے مظاہر و اسباب کی خوبیاں حاصل کرنے کے درپے

ہوں یا آخرت کے بھی، بلکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ آخرت کی خوبیاں، اس زندگی میں، خداداد مواقع کا صحیح استعمال کرکے حاصل کرنی لازمی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید، احادیث رسولؐ اور ارشادات صحابہؓ میں ہر جگہ ایمان کو عمل صالح کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ اور یہ ربط ایک ایسی غیر قابل تقسیم وحدت قائم کرتا ہے کہ اگر اس کو زائل کیا جائے تو جسمانی اور روحانی دونوں قسم کے نقصانات پیدا ہو جائینگے۔ اگر یہ نظریہ، جس کو میں بنی نوع آدم کے اخلاقی اور مذہبی فکر میں اسلام کا اضافۂ خصوصی سمجھتا ہوں، صحیح ہے تو پھر ایک دنیا دار کو بھی اسی قدر حقوق حاصل ہو سکتے ہیں جس قدر علماء یا دیندار لوگوں کو حاصل ہیں۔ اور مذہب ان مقدس افراد کی گرفت سے آزاد ہو سکتا ہے۔ اور ایک عامی کے دائرۂ علم وعمل میں بآسانی آسکتا ہے۔

اپنے حق میں یہ بات جو میں نے مذکورۂ بالا سطور میں لکھی ہے مجھے وہ طریق عمل عطا کرتی ہے جس پر میں اس مضمون میں چلنا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی اصولوں کو موجودہ دنیا کے ان مسائل کے حل کرنے کا موقع نہ دینے سے جو گزشتہ دو سو (۲۰۰) سال سے انسانوں کی تکلیف کا باعث ہیں، مسلمانوں نے اپنے آپ کو بہت شدید نقصان پہنچایا ہے۔ گویا مسلمانوں نے اپنے مذہب کو طبقۂ علماء کی میراث بنا دیا ہے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ علماء نے اپنی مخصوص تربیت اور ذہنیت کی بنا پر مذہب کی غلط تفسیر دنیا کے سامنے پیش کی۔ بایں صورت کہ مذہب کی عملی تمدنی اور انسانی تعلیمات پر زور دینے کے بجائے انہوں نے اس کے الٰہیاتی پہلو پر زیادہ زور دیا۔ الٰہیاتی مباحث ہمیشہ عقلی انحطاط کے زمانہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر انسان کے سامنے اہم مسائل زندگی درپیش ہوں تو پھر وہ اپنا وقت غیر منطقی موشگافیوں میں صرف نہیں کر سکتا۔ یہی صورت دراصل پیدا ہو گئی ہے۔ اسلام جو ابتدائی زمانہ میں آزادی عطا کرنے والی ایک زبردست طاقت رہ چکا ہے جس نے انسانی عقل وفہم کو اوہام باطلہ اور خوف سے رہائی عطا کی ہے اور عقلیت کی تحریک کو زبردست تقویت پہنچائی ہے وہی اسلام اب چند کم فہم حضرات کی قیادت میں ایک رجعت پسند تحریک بن گیا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے اجتہاد فکر کا دروازہ امت اسلامیہ پر بند کر دیا ہے۔ اور مذہبی تعلیم کو محض قدماء کی تصانیف کے مطالعہ میں منحصر کر دیا۔ اور زیادہ سے زیادہ کچھ مذہبی مناظرے کر لئے جو منطق اور الٰہیات کے غلط اسالیب پر مبنی ہوتے ہیں۔ اسلام جیسے مذہب کے ساتھ اس سے بڑھ کر اور کوئی دشمنی نہیں ہو سکتی کہ اسے کورانہ تقلید کے پردہ میں پوشیدہ کر دیا جائے اور اس طرح انسانی غور وفکر کا خاتمہ کر دیا جائے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک تو امت میں متعصب لوگوں کی کثرت ہو جائے۔ دوسرے جاہل قسم کے منکرین مذہب اور لا ادری پیدا ہو جائیں۔ جو

رجعت پسندوں کے طرزِ عمل سے تنگ آکر نفسِ مذہب ہی کا انکار کرنے لگیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی خدمت یہ ہے کہ بنی نوعِ آدم کو تدبر اور تفکر کی عام دعوت دی جائے۔ اور زندگی کے تمام مسائل میں آزادی کے ساتھ رائے زنی کا موقع دیا جائے۔ ایک بڑا مذہب زندگی کی جزئیات بیان نہیں کیا کرتا۔ اور نہ انسان کی زندگی کو مختلف قسم کی مخالفتوں سے محصور کرتا ہے جس کی بنا پر انسان غور و فکر کی نعمت سے محروم ہو جائے۔ زندگی بالذات حرکت پسند ہے۔ ہر دم متغیر ہے جس کی وجہ سے ہر دم حالات اور زندگی میں مطابقت پیدا کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ زندہ اور ترقی کن مذہب اس حقیقت کو تسلیم کر کے اس کی تکمیل کا سامان مہیا کرتا ہے۔ وہ انسانی طرزِ عمل کی رہنمائی کے لئے بعض موٹے اور عام اصول وضع کرتا ہے۔ اور انسانوں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ پیدا شدہ حالات پر ان اصولوں کو اپنی عقل کے مطابق عائد کریں، جو ہمیشہ زندگی میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اسلام نے عقل کے استعمال کو مستحسن قرار دیا ہے اور مختلف پیدا شدہ حالات میں انسانوں کو اپنی عقل کے استعمال کرنے کی عام آزادی عطا کی ہے۔ قرآن مجید ایسی آیات سے لبریز ہے جو مطالعہ فطرت کا حکم دیتی ہیں۔

ایک گفتگو کے دوران میں، ایک دفعہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے اس امر پر نہایت عالمانہ انداز میں تبصرہ فرمایا کہ اسلام کا یہ دعوٰے کس دلیل پر مبنی ہے کہ وہ الہامی مذاہب کا خاتم ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام نہ صرف تمدن اور اخلاق کا مکمل دستور العمل عطا کرتا ہے بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ ذہنِ انسانی کے ارتقاء میں وہ منزل آگئی ہے جبکہ انسان کو کسی دوسرے انسان کے سامنے اس لحاظ سے سرِ تسلیم خم کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے کہ وہ شخص الہام کا مدعی ہے۔ بلکہ اب انسان زندگی کے اشغال میں اپنی عقل کو رہبر بنا سکتا ہے۔ کسی دوسرے انسان کا دباؤ (سوائے بانیٔ اسلام) پابند نہیں ہے۔ کسی انسان کا قول اس کے لئے حجت شرعی نہیں ہو سکتا۔ گویا ایک دروازہ (الہام) بند ہو گیا۔ تو دوسرا وسیع تر دروازہ (اجتہاد) کھل گیا ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص انسان کی عقل کو اپنے مزعومہ الہامات کا پابند بنانا چاہے تو گویا وہ اسلام کے بلند ترین مقصد کو باطل کرنے کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور وہ تمام تحریکات جو انسانوں کی عقلیت اور غور و فکر کو آزادانہ عمل کی دعوت دیتی ہیں درِاصل اسلام کے لئے نہایت مفید ہیں۔ گو کہ بعض اوقات وہ بظاہر اسلامی اصولوں کی بیخکنی کرتی ہوئی کیوں نہ دکھائی دیں۔"

پس اب سوال یہ ہے کہ موجودہ تمدنی، سیاسی، معاشرتی اور عقلی تحریکات اور مسائل کے مقابلہ میں علماء حکماء اور دانشمندانِ اسلام کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے؟ بلاشک آپ ان مسائلِ حاضرہ سے روپوشی نہیں کر سکتے

کیونکہ وہ ہماری روزمرہ زندگی سے دوچار ہو رہے ہیں۔ اور ہماری توجہ کو اپنی طرف مبذول کر رہے ہیں۔ اور نہ ہمیں ان سے یکلخت متاثر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ بربادی ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان مسائل کا صحیح حل دریافت کریں۔ جب تک ہمارے لیڈر اور علماء ان مسائل سے اغماض کرینگے یہ کہکر کہ یہ تو سیاسی مسائل ہیں یا جب تک وہ ان کو دنیاوی سمجھکر حقارت کی نظر سے دیکھینگے اور اپنی توجہ محض دینی مسائل کی طرف منعطف کرینگے اس وقت تک وہ جماعت میں سچی رہنمائی نہیں کرسکتے۔ کیونکہ ان کے پاس عورتوں اور مردوں کی ہدایت کے لئے کچھ سامان نہیں ہے جو کہ اس مادی دنیا میں رہتے ہیں، اور جو راتدن ان مسائل سے دوچار ہوتے رہتے۔ اور افسوس کہ ان کے مذہبی رہنما نہی مسائل سے روگردانی کرتے ہیں۔ ان مسائل کا جو لوگ شکار ہیں ان کے ساتھ مجہول ہمدردی کی بجائے ہمارے علماء کو ان کے مصائب میں مداخلت کرنی ہوگی۔ اور ان کا صحیح حل پیش کرنا ہوگا۔

اسلام کے پاس لوگوں کی ہدایت اور ان پیچیدہ مسائل کا کافی حل موجود ہے جو آج کل لوگوں کی پریشانی کا موجب بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً اقتصادیات کا موجودہ نظام جنسی تعلقات، دولتمند اور مفلس کے مابین چپقلش، اور ان کے علاوہ دوسرے مسائل۔ اسلام تفصیلی قواعد پیش نہیں کرتا جن کو آنکھ بند کرکے استعمال کیا جائے۔ بلکہ وہ عمومی اصول عطا کرتا ہے۔ اور ان کو تشریح کے ساتھ حالات حاضرہ پر منطبق کرنا یہ ہمارا اپنا کام ہے۔

بعض ابتدائی مذاہب سے مقابلہ کیا جائے تو اسلام کا قانون مابعدالطبیعاتی یا الٰہیاتی تعلیمات کے لحاظ سے نسبتاً مختصر معلوم ہوگا لیکن اس کے بدلے اسلامی قانون میں، تمدنی معاملات پر پوری ہدایت دی گئی ہے۔ اور روزمرہ زندگی کے متعلق جو امور درپیش ہوسکتے ہیں ان کے بارہ میں تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں اور اسلام نے دنیا کو جمہوریت، بین الاقوامیت، مذہبی اور معاشرتی رواداری، لوگوں کے درمیان عدل و انصاف، دولت کا ایک امانت ہونے، اور انسان کا خدا کے ساتھ اعلےٰ مقاصد میں شریک کار ہونے کے قیمتی اور اہم تصورات عطا کئے ہیں۔ چونکہ ابتدائی زمانہ میں بعض مسلمان ممالک میں یہ سب تعلیمات عملی جامہ پہن چکی ہیں اس لئے یورپ کے بعض بلند نظر مفکرین مثلاً جارج برنارڈ شا، اس پیشگوئی پر مائل ہوئے ہیں کہ اس صدی میں یورپ اور امریکہ اسلام قبول کرلیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ تمدنی، اقتصادی اور سیاسی حقائق کی بے پناہ منطق کے سامنے یورپ اور امریکہ دونوں سپرانداز ہوجائینگے۔ اور ان معاملات کے حل کرنے میں مجبوراً اسلامی طریق کار اختیار کرلینگے اور یہی اسلام کی فتح ہوگی۔ لیکن یہ پیشگوئی اسی وقت پوری ہوسکتی ہے۔ جب مسلمان، خود

اپنے طرزِ عمل سے ان مصیبت زدہ اور پریشان ممالک کی رہنمائی کا فرض ادا کریں۔ اسی لئے میں یقین کرتا ہوں کہ اسوقت
عملی اور عقلی پہلو پر زور دینا اسلام کی سب سے بڑی خدمت کرنا ہے۔ اور اسی لئے میں اپنے خیال کے مطابق علامہ
اقبالؔ کی تصنیف "تشکیل الٰہیات اسلامیہ" کو فقہی امور پر بحث کرنے والی نصف درجن کتابوں سے بڑھ کر
قیمتی خیال کرتا ہوں۔

اقتصادیات، معاشیات اور سیاسیات حاضرہ کے مسائل کا حل تلاش کرنا، اور اسلامی اصولوں کو ان پر
منطبق کرنا، یہ نہ میرا کام ہے نہ مجھ میں اس کی لیاقت ہے۔ یہ کام تو مسلمان مفکرین کی ایک نمائندہ جماعت
کا ہے، جو از سرِ نو استحکام اسلامی اور وحدت ملی کے قیام کے لئے کوشاں ہو۔ تاکہ اسلام ایک مذہب کی حیثیت
سے دُنیا میں طاقتور پوزیشن حاصل کر سکے۔ اگرچہ برناڈ شا نے دفعتاً یورپ کو ورطۂ حیرت میں مبتلا کر دیا۔ اور اس بیان
سے اسلامی دُنیا کی حسِ اظہارِ خوشنودی کو بھی بیدار کر دیا۔ تاہم اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہر غیر متعصب شخص
جو اسلامی قانونی نظام کی عمدگی سے آشنا ہو جائے اور ضابطۂ تعزیرات کی معدلت سے آگاہ ہو جائے وہ تسلیم کرے گا
کہ جو مسائل دُنیا میں آج لوگوں کی پریشانی کا موجب بنے ہوئے ہیں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو سال
پہلے ان کا حل تجویز فرما دیا تھا۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام وہ تفوق ہر گز حاصل نہیں کر سکتا جس کا وہ مستحق ہے
جب تک کہ علما جو اس کے محافظ ہیں، اس کو ایسے انداز میں دُنیا کے سامنے پیش نہ کریں جو قابلِ قبول ہو۔ جب تک
اس قسم کی منظم، متحدہ اور مسلسل کوشش عمل میں نہ آئے گی مسلمان نہ اپنی خوابیدہ قوتوں کو بیدار کر سکتے ہیں اور نہ
دُنیا کی رہنمائی کا فرض انجام دے سکتے ہیں۔ اگر میرا یہ مضمون، علماء اور مفکرینِ اسلام کو دلیلِ اسلام کو دُنیا کے سامنے پیش کرنے کی
تڑپ پیدا کر دے۔ اور ان میں اپنے فرض کی ادائیگی کا احساس پیدا کر دے کہ وہ جزئیات امور سے قطع نظر کر کے اپنی توجہ
کاملاً زندگی کے اہم مسائل کی طرف مبذول کر سکیں تو میں سمجھوں گا کہ میری توقعات سے زیادہ میری آرزو پوری ہو گئی
کاش مسلمان علما اپنی طاقتوں کو، باہمی نزاع پر ضائع کرنے کی جگہ تعمیری کاموں میں صرف کرنا سیکھ جائیں۔

آخر میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ بلاشبہ مذہب کا ایک اور پہلو بھی ہوتا ہے۔ وہ کیا؟ بندہ اور خدا کے مابین روحانی
علاقہ۔ اور انسان کا روحانی تجارب اور براہ راست حقائقِ روحانی کا وجدانی علم حاصل کرنا۔ چنانچہ مذہب کے اس پہلو پر زور دینے سے
زہد اور تصوف پیدا ہوا۔ میں تصوف کی تحقیر کرنا نہیں چاہتا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ تصوف ایک انفرادی معاملہ ہے اور تنہائی میں
خدا اور بندہ کے درمیان ایک رابطہ ہے۔ جہاں تک اس مضمون کا تعلق اور مقصد ہے میں اسلام کے عملی اور سوشل پہلوؤں سے
بحث کرنا چاہتا ہوں یعنی میں نے اس مضمون میں اسلام کو اس حیثیت سے پیش کیا ہے کہ وہ ایک ایسا مذہب ہے جو اگر مسلمان کوشش

الجمہوریت فی الاسلام

(سید حسین صاحب پروفیسر کیلیفورنیا یونیورسٹی)

لفظ اسلام کا ترجمہ آسان کام نہیں ہے بعضوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے "خدا کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا" میں "سر تسلیم خم کرنے" سے مطمئن نہیں - کیونکہ ہم بعض اوقات اس چیز کی اطاعت بھی کرتے ہیں جسے ہم پسندیدہ یا محبوب نہیں سمجھتے - اسلام کے حقیقی معنی یہ نہیں ہیں - بلکہ اسلام کے معنی میں سر تسلیم خم کرنے کے ساتھ ساتھ ہدایت خداوندی کو نہایت خوشی کے ساتھ قبول کرنے کا تخیل بھی داخل ہے -

علاوہ بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مذہب دنیا کو دیا وہ کوئی نیا مذہب نہیں ہے - آپ نے اسے اس طرح ایجاد نہیں کیا جسطرح کوئی سائنسدان، کسی علمی آلہ کو ایجاد کرتا ہے یا کسی علمی نظریہ کو دریافت کرتا ہے - بلکہ اسلام تو وہ مذہب ہے جو ابتدائے آفرینش سے دنیا میں موجود ہے - آنحضرت صلعم کا دعویٰ تو صرف یہ تھا کہ میں انبیا کی لائن میں آیا ہوں جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنا پیغام دنیا میں پھیلانے کے لئے مبعوث فرمایا - مثلاً نوحؑ - ابراہیمؑ - موسیٰؑ اور عیسےٰؑ اور یہ کہ میں خاتم الانبیاء ہوں - اور یہ کہ قرآن مجید نے اللہ تعالےٰ کے پیغام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے - چنانچہ تمام مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے کہ وہ دنیا کے تمام رسولوں کی عزت کریں - اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کوئی مسلمان جب کسی رسول کا نام لیتا ہے تو علیہ السلام ضرور کہتا ہے - الغرض مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ اسلام اس سلسلہ کی تکمیل کرتا ہے جو اللہ تعالےٰ نے انسانوں کی بہبود کے لئے قائم فرمایا - اور قرآن مجید نے تمام سابقہ الہامی کتب کے پیغامات اور ہدایات کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا - اور اسلام بلاشبہ نجات انسانی کا سچا راستہ بتاتا ہے -

اب سوال یہ ہے کہ کیا اسلام میں کوئی ایسی خصوصیت ہے جو اس کو دیگر مذاہب عالم سے ممتاز کر سکے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں اسلام کی بنیادی امتیازی تعلیم، جو آنحضرت صلعم نے دنیا کے سامنے پیش کی "جمہوریت" ہے

جب کبھی کسی شخص کو، بعض بنیادی تخیلات کا مفہوم ایسے الفاظ کے ذریعہ سے پیش کرنا پڑتا ہے جو مبتذل ہو چکے ہوں تو بلاشبہ اسے بڑی ذہنی تکلیف ہوگی - اور جمہوریت ایسا ہی لفظ ہے جسکے معنے اور مفہوم میں آج بڑی پستی پیدا ہو گئی ہے - اور یہ لفظ موجودہ زمانہ کے ان الفاظ میں سے ہے جن کا کثرت سے استعمال، بلکہ غلط استعمال کیا جاتا ہے لیکن جب میں جمہوریت کا اسلام کے ضمن میں ذکر کرتا ہوں تو میری مراد حقیقی اور اصلی چیز سے ہوتی ہے - محض نظریہ ہی نہیں

بلکہ جمہوریت کی عملی تصویر، اور نہ صرف طرز حکومت بلکہ طریق حیات۔

میرا دعوٰے یہ ہے کہ مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے جمہوریت کو عملی بنیاد عطا فرمائی ہے۔ کیونکہ اس نے اصول اخوت انسانی کو ایک روشن حقیقت کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ اسلام اخوت پر عامل بھی ہے۔ محض تعلیم دینے پر اکتفا نہیں کرتا۔ تمدنی لحاظ سے بھی اور بین الاقوامی لحاظ سے بھی۔ آپ اسلامی دُنیا میں خواہ کہیں چلے جائیں۔ مراکو سے لے کر چین تک۔ جنوبی افریقہ سے لے کر سائبیریا تک۔ آپ کو کسی جگہ نسلی یا وطنی یا قومی امتیازات ایسے نہیں ملینگے جو مسلمانوں میں تفریق کا باعث ہوں۔ تمام مسلمانان عالم گویا ایک خاندان کے افراد ہیں۔ ان میں کوئی احساس اجنبیت کا نہیں پایا جاتا۔ اور نہ خود ساختہ امتیازات ادنٰے واعلٰی ان کی معاشرت اور تنظیم میں حائل ہو سکتے ہیں۔

مسلمانوں میں برادرانہ جمہوریت کا احساس، اسلام کے عقیدۂ توحید الٰہی پر مبنی ہے۔ چنانچہ پہلی اور بنیادی بات جسکی آنحضرت صلعم نے تعلیم دی، توحید الٰہی کا عقیدہ ہی تھا۔ آپؐ کے پیغام کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ناظرین ساتویں صدی عیسوی کے ابتدائی زمانہ کا غائر نظر سے مطالعہ کریں۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ خدائے واحد کا اعتراف اور اس کی پرستش اور عبادت صفحہ ہستی سے محو ہو چکی تھی۔ یہودیت توہام پرستی کے پردوں میں پوشیدہ ہو چکی تھی اور مسیحیت کی شکل بھی بہت زیادہ مسخ ہو چکی تھی۔ اسی طرح مجوسیت جو عرب کے سرحدی علاقوں میں پائی جاتی تھی اس درجہ پست ہو گئی تھی کہ اصلیت سے اسے کوئی نسبت نہیں رہی تھی۔ علاوہ بریں دنیا کے اکثر ممالک میں بت پرستی رائج ہو چکی تھی۔ اور عرب میں بدترین قسم کی بت پرستی موجود تھی۔ اس مذہبی خرابی کے ساتھ ساتھ عالمگیر سیاسی بدنظمی بھی پھیلی ہوئی تھی۔ تہذیب اپنے انحطاط کی آخری منزل طے کر رہی تھی۔ اور اخلاقی بُرائیاں روئے زمین پر چھا گئی تھیں۔

ان حالات میں جبکہ روئے زمین کا اخلاقی مطلع اس درجہ غبار آلود تھا آنحضرت صلعم نے توحید الٰہی کا اعلان بلند آواز سے دُنیا کو سنایا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

"قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد۔ لم یلد۔ ولم یولد۔ ولم یکن لہ کفوا احد"

اے رسولؐ! اعلان کردو کہ اللہ ایک ہے۔ اور وہ تمام حوائج واحتیاجات سے منزہ ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی نے اسے جنا۔ اور نہ کوئی ہستی اس کی ہمسری کا دعوٰے کر سکتی ہے" یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وہ تخیل جو قرآن مجید نے دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ آنحضرت صلعم نے توحید الٰہی پر جو غیر معمولی زور دیا ہے۔ وہ

آج کے دن تک اسلام کا طغرائے امتیاز بنا ہوا ہے۔ یہ عقیدہ تو نیا نہ تھا۔ لیکن اس پر جو زور دیا گیا اور جس شد و مد کے ساتھ اس کا اعلان کیا گیا وہ بلاشک اس زمانہ میں ایک نئی چیز تھی۔ جبکہ مذاہب عالم نے اس حقیقت کو یا تو فراموش کر دیا تھا یا اس کی شکل بُری طرح مسخ کر دی تھی۔ ایک ازلی خدا کا تصور جو کائنات کا خالق ہے اور ایک غیر قابل تقسیم انسانیت کا تصور بایں معنی کہ بنی نوع آدم سب ایک خدا کے فرزند ہیں، اس نئی جمہوریت کا چارٹر اور ایمان قرار دیا گیا۔

اسلام کا سب سے بڑا کارنامہ جو بنی نوع آدم کی بہبود کے ضمن میں ظاہر ہوا۔ اس اصول جمہوریت کا انطباق تھا۔ جس زمانہ میں تمام دنیا ظلم وستم کے پنجہ میں گرفتار تھی اور اوہام پرستی کا سکہ دلوں اور دماغوں پر رواں تھا۔ جبکہ سلاطین مطلق العنان تھے۔ اور مذہبی پیشوا، مذہبی طور پر انسانوں کے ضمیر پر حکمران تھے۔ آنحضرتؐ نے یہ اعلان کیا۔ کہ انسان صرف خدائے واحد کے سامنے سر جھکا سکتا ہے۔ اور کسی انسان کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی انسان پر کسی رنگ میں بھی حکمرانی کر سکے۔ یہ وہ پیغام تھا جس کے متعلق یہ کہنا مطلق مبالغہ نہیں ہے کہ اس نے بنی نوع آدم کو آزادی عطا کر دی۔ چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی آج تمام اسلامی ممالک میں جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملتا ہے تو نہ وہ اپنا سر اس کے سامنے جھکاتا ہے اور نہ کوئی اور ایسا طریقہ اختیار کرتا ہے جس میں تذلیل کا پہلو پوشیدہ ہو۔ بلکہ وہ محض یہ کہتا ہے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" یعنی تم پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو۔ اور دوسرا بھی اس کے جواب میں انہی الفاظ کا اعادہ کرتا ہے۔ مسلمان اپنا سر کسی کے سامنے نہیں جھکاتا۔

اب میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی قوت متخیلہ کو کام میں لاکر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ اس قسم کے مذہب اور اس قسم کے اصولوں کی بنا پر بنی نوع آدم کی حیات اجتماعی میں کس قسم کی تمدنی ترقیاں رونما ہو سکتی ہیں۔ یعنی اس عقیدہ توحید کی بنا پر کہ تمام کائنات کا ایک ہی خالق ہے اور تمام بنی نوع آدم آپس میں برابر ہیں۔ اور بھائی بھائی ہیں۔ اور سب اسی خدائے واحد کے پرستار ہیں۔ چنانچہ اس عقیدہ کا نفسیاتی ردعمل، اسلامی سوسائٹی کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا ہے اور اس کی بنا پر اسلامی سوسائٹی ایک جمہوری وحدت بن گئی ہے اور ایک ایسا روحانی وجود، جو یکتا اور بے نظیر بھی ہے اور غیر قابل نفوذ بھی ہے۔

یورپ اور امریکہ میں بین الاقوامیت کا تذکرہ ہر شخص کی زبان پر ہے۔ اور ان شرائط کا چرچا بھی ہوتا ہے

جن کے ماتحت یہ حالت پیدا ہو سکے۔ جہاں تک مسلمانوں کی زندگی کا تعلق ہے بین الاقوامیت کا اصول، ان کیلئے یہ کوئی نظریہ ہے نہ تمنا، نہ لائق حصول شے۔ بلکہ وہ ایک حاصل شدہ اور ثابت شدہ حقیقت ہے۔ آپ دنیائے اسلام میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک چلے جائیں۔ آپ دیکھیں گے کہ ایک مسلمان دوسرے ملک میں اس طرح رہتا ہے جس طرح وہ اپنے گھر میں رہتا ہے۔ دنیائے اسلام میں کوئی ملک کسی مسلمان کیلئے اجنبی یا خارجی یا غیر ملک نہیں ہے۔

سوال ہوگا کہ آنحضرت صلعم کس قسم کے انسان تھے جنھوں نے نہ صرف ایک مذہب کی بنیاد ڈالی بلکہ ایک قوم اور ایک حکومت بھی قائم کر دی؟ اور اس جگہ میں آپ کے سامنے ایک نمایاں حقیقت بیان کرنی چاہتا ہوں۔

زیادہ تر مذاہب کی بنیاد اور تاریخ غیر متیقن ماضی کے پردہ میں پوشیدہ ہے۔ ان کی بنیاد، تاریخ یا زمانہ قبل تاریخ کے سایہ میں مخفی ہے اور ان کے بانیوں کی سوانح عمری پر بھی روایات کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر واقعہ، تاریخ کے صفحات پر مرقوم ہے۔ اور آپ کی پیدائش سے لے کر دعوی نبوت اور دعوے سے لے کر وفات تک تمام جزئیات روز روشن کی طرح نمایاں ہیں۔ کوئی امر مشکوک یا مشتبہ نہیں ہے، اور نہ کوئی بات صیغۂ راز میں پوشیدہ ہے۔ آپ کی زندگی کے ہر واقعہ کو تاریخی طور پر مطالعہ کیا جا سکتا ہے اور اسلام کی کسی تعلیم میں شک وشبہ کا کوئی عنصر موجود نہیں ہے، اسلام میں کوئی روایت یا افسانہ ایسا شامل نہیں ہے جس کی توضیح و تشریح کے لئے کسی مسلمان کو کسی فقیہ یا عالم یا مذہبی پیشواؤں کی احتیاج ہو۔ اسلامی تعلیمات تمام تر معقولیت پر مبنی ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کی شخصیت کے متعلق بھی کوئی فوق الفطرت تشکیک کا پہلو داخل مذہب نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں صاف لکھا ہوا ہے "قل انما انا بشر مثلکم" اے رسول! اعلان کر دو کہ اے لوگو! میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہی ہوں" آپ اپنی شخصیت کے متعلق کسی فوق العادت ظہور کے مدعی نہیں ہیں۔ آپ کو جو امتیاز حاصل ہے وہ صرف یہ کہ آپ اللہ تعالے کے نبی اور رسول ہیں۔ اور یہ کہ آپ نے توحید الٰہی کا پیغام دنیا کو سنایا۔ اور جس شاندار طریقہ سے آپ نے فرض رسالت پورا کیا وہی تو آپ کا سب سے بڑا اور زندہ معجزہ ہے۔

اور جو اصول آپ نے وضع فرمایا وہ یہ تھا کہ خدا اور بندہ، خالق اور مخلوق کے مابین کوئی واسطہ یا درمیانی ہستی نہیں ہے۔ صرف یہی نہیں کہ انسان، خدا کی صورت پر بنایا گیا، بلکہ ہر شخص میں الٰہی نور کا جلوہ موجود ہے

اور اس کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی اس طریق پر بسر کرے اور اپنے نیک و بد میں امتیاز کرنے والی قوت کا اس طریق پر استعمال کرے کہ ایزدی تقدس کا نور جو اس کے اندر ہے، اس کے وجود کو پاک وصاف کر سکے۔ اور اس طرح وہ اپنی نجات اخروی حاصل کر سکے۔

ایک ہی اصول کے ذریعہ سے جو دیگر مذاہب عالم سے اسلام کو تمیز کرتا ہے۔ مذہبی پیشوائیت کا نظام اور وہ تمام خود ساختہ اور مسخ شدہ حدود فاصل جو خدا اور انسان کے مابین پیدا ہو گئی تھیں یک قلم مٹ گئیں انسانی عقل اور انفرادی ضمیر جو تقلید اور انکار کے قیدخانہ میں مقید تھے جن کو مذہبی پیشواؤں نے اس قیدخانہ میں مقید کیا تھا، دونوں پھر آزاد ہو گئے۔ تاکہ بنی نوع آدم کی رہنمائی کا فرض ادا کر سکیں۔

اسلام کا خلاصہ، جیسا کہ میں نے بیان کیا یہ ہے کہ خالق اور مخلوق کے مابین کوئی درمیانی ہستی نہیں ہے سچا مسلمان اپنے خدا کے پاس ہر وقت بآسانی جا سکتا ہے اور تنہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے اپنے ضمیر کی روشنی اس کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ پس دوسرے مذاہب کے برعکس اسلام نے انفرادی عبادت اور اجتماعی عبادت دونوں کو مذہبی پیشواؤں کے وجود سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ہر مسلمان نماز میں امام بن سکتا ہے کیونکہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی طرح اس بات کا اہل ہے۔ بلاشبہ علم کی عزت کی جاتی ہے لیکن آج تک مذہبی پیشوائیت کسی مسلمان سے یا جماعت سے مختص نہیں کی گئی ہے۔

شریعت اسلامیہ کے ابتدائی زمانہ کی تاریخ حد درجہ روشنی بخش ہے۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے آپ کو اس طریقہ کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ جس پر نئے مذہب نے چلنا شروع کیا، اور اس شخصیت کا علم بھی حاصل ہو سکتا ہے جس نے یہ شریعت دنیا کو سکھائی۔ عام طور سے تعلیمات نبوی کے زمانہ کو تین طبقوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ اکثر انبیاء کی طرح ابتدا میں آپؐ کی بھی سخت مخالفت ہوئی۔ اور ایسی مخالفت کہ اس زمانہ کے لحاظ سے بھی ہم اسے نہایت شدید اور ذلیل کہہ سکتے ہیں۔ اور آپؐ پر ہر قسم کا دباؤ ڈالا گیا۔ کہ آپؐ اپنے فرض تبلیغ سے باز آ جائیں کیونکہ مکہ جہاں آپؐ پیدا ہوئے اور جہاں آپؐ نے تبلیغ شروع کی، بت پرستی کا قدیم ترین مرکز تھا۔ اور اس معاملہ سے پجاریوں کا ذاتی مفاد بھی وابستہ تھا۔ اسی لئے آنحضرت صلعم کی تبلیغ میں، ان کے لئے موت و زیست کا سوال مضمر تھا۔ اسی لئے وہ اس مذہب کو اس کے آغاز ہی میں فنا کر دینے کے درپے تھے۔ بلکہ وہ تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ خود بانی مذہبؐ کو قتل کر دیا جائے۔

مدتوں ایذا رسانی کا سلسلہ جاری رہا، اور اس قدر شدید کہ ناگفتہ بہ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

کبھی ہمت نہ ہاری، اور آپؐ کی امید کبھی متزلزل نہ ہوئی۔ اور آپؐ کے ایمان میں کبھی ضعف کے آثار پیدا نہ ہوئے آپؐ کی پختگی مزاج کے اظہار میں ایک واقعہ بیان کردینا کافی ہوگا۔ قریش خانہ کعبہ کے قدیمی متولی تھے۔ جو مکہ میں مرکزی تجارتی حیثیت رکھتا تھا۔ جب انہوں نے اپنے معبد اور مفاد دونوں کو خطرہ میں دیکھا تو انہوں نے اپنی مخالفت کی زبردست کوشش کی اور سب ملکر آنحضرت صلعم کے چچا ابوطالب کے پاس گئے۔ اور کہا:۔

"ہم تمہیں آخری بار متنبہ کرنے آئے ہیں۔ اگر اب بھی اس شخص سے اپنے تعلقات منقطع نہیں کرو گے اور اسے عاق نہیں کرو گے یا اس کو اپنے نئے مذہب کی تبلیغ سے نہیں روگے تو ہم تمہیں اور تمہارے متعلقین کو فنا کردیں گے" یہ سنکر ابوطالب آپؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے "اب پیالہ بالکل لبریز ہے، اور یوں بھی تمہارے خاندان کو کافی تکالیف پہنچ چکی ہیں۔ خدا کے لئے اب اس قصہ کو ختم کرو۔ اور اپنے پرانے مذہب پر عامل ہوجاؤ" آنحضرت صلعم نے یہ سنکر جواب دیا "چچا جان! اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں جانب اور چاند کو میرے بائیں جانب میرے مقابلہ پر لا کھڑا کریں تو بھی میں توحید کی تبلیغ سے باز نہیں آسکتا۔ یا تو خدا مجھے کامیاب کردے گا یا میں اس کوشش میں اپنی جان دیدوں گا"

یہ تھا جذبۂ تبلیغ جو آپ کے دل میں موجزن تھا۔ اور اسی جذبہ کو لے کر آپ کھڑے ہوئے تھے۔ میں آپؐ کے استقلال کی ایک اور مثال پیش کروں گا۔

ایک دفعہ قریش نے سازش کی کہ آپؐ کو خود آپؐ ہی کے مکان کے اندر قتل کردیا جائے۔ اور اس کام کے لئے تمام قبائل متحد ہوگئے۔ تاکہ آپؐ کے ورثا آپؐ کے خون کا دعویٰ نہ کرسکیں۔ جب آپؐ کو اس سازش کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر مکہ سے ہجرت کا قصد فرمایا۔ راہ میں ایک غار میں پوشیدہ ہونا پڑا چونکہ دشمن آپؐ کی تلاش میں سرگرم تھے، تین دن تک اس میں پوشیدہ رہے۔ ایک دفعہ حالت غمگینی میں حضرت ابوبکرؓ کے منہ سے نکلا "افسوس ہم صرف دو ہیں" آنحضرت صلعم نے فرمایا "اے ابوبکرؓ غم نہ کر اللہ بھی تو ہمارے ساتھ ہے"

میرا خیال ہے کہ آپؐ کی ہمت اور استقلال کے ثبوت میں یہ صراحت بالکل کافی ہے جس کی بدولت انتہائی ناامیدی میں بھی آپؐ کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوئی۔ لیکن میں آپ کی خدمت میں آنحضرت صلعم کے کیرکٹر کا نقشہ ایک دوسرے زاویۂ نگاہ سے بھی پیش کروں گا۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ انسان کی سیرت کا صحیح اندازہ عسرت کی حالت میں اس قدر نہیں ہوسکتا جس قدر فارغ البالی کے زمانہ میں ہوتا ہے۔

جب مخالفت کا طوفان فرو ہو گیا۔ اور آپؐ تمام ملک عرب کے واحد مالک ہو گئے۔ اور آپؐ کا مذہب تمام اقوام عرب نے اختیار کر لیا۔ اور تمام ملک آپؐ کے زیرنگیں آگیا تو پھر آپؐ مکہ معظمہ تشریف فرما ہوئے جہاں سے مخالفت کی بنا پر آپؐ کو نکلنا پڑا تھا۔ چنانچہ آپؐ شہر میں ایک حکمراں کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ اور آپؐ کو باشندوں کی جان پر پورا اختیار حاصل تھا۔ یہ بھی عجیب نظارہ تھا۔ وہ سرداران قریش جو آپؐ کے خون کے پیاسے تھے، اب آپؐ کے رحم وکرم پر تھے۔ جب وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ گفتگو ہوئی:-

"تم مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع کرتے ہو؟ آپؐ نے دریافت فرمایا۔

"اے بھتیجے ہم پر رحم کر" انہوں نے متفق اللسان ہو کر کہا۔

آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور آپؐ نے فرمایا "میں تمہارے ساتھ اسی طرح گفتگو کروں گا جس طرح حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کی تھی۔ میں تم پر کوئی الزام قائم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے وہ تمہیں معاف کرے گا۔" لا تثریب علیکم الیوم " آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔

شاید تاریخ عالم میں ضبط وتحمل اور عالی حوصلگی کی اس سے بہتر مثال نہ مل سکے۔ اور واضح ہو کہ یہ واقعہ آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے پیش آیا تھا۔ اس ترقی وتہذیب کے زمانہ میں کتنے فاتح ایسے ہیں جو اپنے مفتوحہ دشمن کے ساتھ اس حسن سلوک سے پیش آسکتے ہیں؟

اب میں آپؐ کی زندگی سے ایک آخری واقعہ دکھاتا ہوں۔ جبکہ آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو تمام صحابہؓ آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپؐ نے بلند آواز سے فرمایا "اگر میں نے تم میں سے کسی کی دل آزاری کی ہو، یا ایذا پہنچائی ہو تو میری پشت حاضر ہے، وہ بدلہ لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کی توہین کی ہے تو وہ بھی مجمع عام میں مجھے شرمندہ کر سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کی کوئی چیز زبردستی لے لی ہو تو اس وقت سب کے سامنے مجھ پر دعوےٰ کر سکتا ہے۔" صلی اللہ علیہ وسلم

یہ سیرت تھی اس شخصؐ کی جو تاریخ کی رو سے اپنے زمانہ میں دنیا کا سب سے زیادہ طاقتور انسان تھا۔ اور اس میں تو شک نہیں کہ تمام ملک عرب آپؐ کے زیرنگیں تھا۔ لیکن آخر وقت تک آپؐ نے زبردست انکساری اور خاکساری کا انداز قائم رکھا، اور دیانت، خلوص اور بلند ہمتی کا وہی رنگ دنیا کے سامنے پیش کیا جو ابتدا میں تھا جس کی بدولت قبل نبوت بھی عربوں نے آپؐ کو "الامین" کا شاندار لقب عطا کیا تھا

اور بلاشبہ آپؐ نے آخری سانس تک اپنے آپ کو اس لقب کا جائز طور پر مستحق ثابت کیا۔

آپؐ نے اپنی وفات کے بعد، غیر فانی ورثہ انسانوں کے لئے چھوڑا۔ اور آج آپؐ کا پیغام، دنیا کے ۱/۵ انسانوں کا زندہ ایمان بنا ہوا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اب میں آپؐ کے چند اقوال بھی پیش کروں۔ کیونکہ بڑے آدمیوں کی سیرت بہت کچھ ان کے اقوال سے بھی متحقق ہوتی ہے۔ اور یہ طریقہ سیرت کے متعلق طویل مضامین سے زیادہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔

"دنیا کا نظام چار چیزوں سے قائم ہے۔ حکمت علماء، معدلت اکابر، عبادت نکوکاران، اور شجاعت مردان حوصلہ مند"

یہ حدیث تو تمام اسلامی دنیا میں مشہور ہے "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

"عالم کی روشنائی شہید کے خون سے بھی زیادہ پاکیزہ اور مقدس ہے۔"

"علم حاصل کرو، خواہ وہ چین ہی میں کیوں نہ ملے۔ جو شخص علم کی طلب میں گھر سے نکلتا ہے وہ خدا تعالےٰ کی راہ پر چلتا ہے۔"

"جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے سفر اختیار کرتا ہے تو خدا اسے بہشت کا راستہ دکھاتا ہے۔"

یہ ہیں آپؐ کے چند اقوال۔ جن سے اصلاح اور معقولیت دونوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ غالباً آنحضرتؐ کی سب سے نمایاں صفت آپؐ کی رحمدلی اور مہربانی تھی، آپؐ کی خوش اخلاقی گویا سورج کی کرنوں کی طرح روشن اور ضیا پاش تھی۔ اور دوست دشمن سب پر بلا امتیاز آپؐ کا ابر کرم آپؐ کے فیضان طبع کی بارش کرتا تھا۔ آپ ہر شخص کی تکلیف میں ہمدردی کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؐ انسانیت کا مظہر اتم تھے۔ آپؐ کی غیر معمولی انکساری جس پر تاریخ کے اوراق شاہد ہیں، آپؐ کی شرافت پر مبنی تھی۔ اور آپؐ کا قول ہی کہ بنی نوع آدم کے ساتھ حسن سلوک کرنا، گویا اپنے خالق کی سب سے بڑی عبادت ہے۔ چنانچہ سب سے اچھا توشۂ آخرت انسان کے نیک اعمال ہیں۔ جو وہ دوسرے انسانوں کے ساتھ کرتا ہے اور نیکی کی تعریف آپؐ نے یہ فرمائی کہ ہر اچھا کام نیکی ہے۔ اگر تم اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکراؤ تو یہ بھی ایک نیکی ہے جو تم سے سرزد ہوئی اور اگر تم اپنے بھائیوں کو نیکی کی طرف مائل کرو تو یہ بھی نیکی ہے۔ بلکہ زکوٰۃ دینے کے برابر ہے۔ بھولے بھٹکے کو راہ دکھانا نیکی ہے۔ اندھوں کی امداد کرنا نیکی ہے۔ راہ میں سے کانٹے اور اینٹ ہٹانا نیکی ہے۔ پیاسے کو پانی پلانا بھی

نیکی ہے۔" ابوجاریہ باشندہ بصرہ، اسلام کی خوبیوں کے معترف ہو کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے درخواست کی کہ نصیحت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "کسی انسان کے متعلق بدگوئی نہ کرو"

آپؐ کی سیرت سے قطع نظر کرکے آپؐ کے کارنامے کچھ کم لائق ستائش نہیں ہیں۔ وفات سے ایک سال قبل آپؐ نے آخری حج ادا فرمایا۔ اور اس موقعہ پر آپؐ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جو ہمارے پاس آج بھی بجنسہٖ موجود ہے۔ جو لوگ تہذیب انسانی کی ارتقائی تاریخ میں دلچسپی رکھتے ہیں، ان کے لئے یہ ایک نہایت دلچسپ تاریخی دستاویز ہے۔ میں اس جگہ اس خطبہ کو پورا نقل نہیں کرسکتا۔ لیکن اس کے چند اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا:-

"تمہاری جان اور تمہارا مال دونوں دنیا کے آخر تک تمہارے مابین مقدس امور ہیں۔"

"اے لوگو! تمہاری بیویوں کے تمہارے اوپر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ تمہارے ان پر ہیں۔"

"اور اپنے غلاموں کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو۔ اور وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔"

"اے لوگو! میری باتیں سنو اور غور کرو۔ یاد رکھو، سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، تم سب برابر ہو۔"

اگر میرے پاس وقت ہوتا تو میں دکھاتا کہ ان ہدایات نے دُنیا میں انقلاب عظیم برپا کردیا۔ لیکن میں اس جگہ صرف ایک خشک مزاج، غیر جذباتی اور سائینٹفک مورخ کا قول نقل کرنے پر اکتفا کروں گا جس نے اس خطبہ کی اہمیت کا اندازہ کرلیا ہے جو کہ آج بھی دنیائے اسلام کے تیس کروڑ نفوس کے لئے روزمرہ زندگی میں ان کا دستور العمل ہے۔ اور وہ بڑی حد تک اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ مسٹر ایچ جی ویلز لکھتا ہے "اس خطبہ کا پہلا فقرہ دنیا سے قتل و غارت اور خانہ جنگی کا خاتمہ کردیتا ہے۔ اور آخری جملہ ایک حبشی کو ایک سلطان کے برابر بنا دیتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے ان الفاظ نے دُنیا میں منصفانہ برتاؤ کی رسم قائم کردی، اس خطبہ کے الفاظ میں فیاضی کی خوشبو آتی ہے اور اس کی تعلیمات انسانوں کی ضروریات کے مطابق بھی ہیں اور قابل عمل بھی۔ ان تعلیمات کی بدولت دُنیا میں ایک ایسی سوسائٹی قائم ہوئی جو ظلم و تعدی کے عناصر سے پاک تھی، اور ایسی سوسائٹی دُنیا میں قبل ازیں پیدا نہیں ہوئی تھی۔"

ناظرین کی خدمت میں اس قدر عرض کرنا شاید خلاف محل نہ ہو کہ یہ کسی مسلمان کے الفاظ نہیں بلکہ ایک متعصب عیسائی مورخ کے الفاظ ہیں۔

دنیائے انسانیت کو اسلام کی امداد

(از محترمہ مس عفت النسا ءکرمانی صاحبہ بی اے پیلی بھیت)

اسلام انسانیت کے نام، امن، سکون اور خوشی و مسرت کا پیغام ہے۔ جو لوگ اسلام کو ایک ایسا مذہب سمجھتے ہیں جو محض بندے اور خدا کے مابین تعلقات پر بحث کرتا ہے وہ اسلام کے وقار کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسلام نے مختلف اخلاقی، سماجی، اور تمدنی مسائل میں انسانیت کی اتنی بڑی امداد کی ہے کہ اسے دنیا کی تاریخ میں زرین حروف سے لکھا گیا ہے۔ تیرہ سو سال ہوئے جبکہ دنیا انتہائی تاریکی اور ظلمت میں گرفتار تھی۔ ہر طرف پستی و ادبار کا دور دورہ تھا۔ بے شمار خداؤں کی پرستش ہوتی تھی۔ غریب اور امیر میں امتیاز نے، نسل انسانی کو بہت گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ انسانوں کی ایک بہت بڑی جماعت سے، جن میں عورتیں اور غلام شامل تھے، غیر جانداروں کا سا سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ اور ایسا کوئی اجتماعی نظام موجود نہ تھا جو انسانوں کو ایک عالمگیر برادری کے ارکان قرار دیتا۔ دنیائے عرب کے مرکز میں اسلام کی مشعل روشن کی گئی۔ انسانیت بازو پھیلا کر اس کے استقبال کو بڑھی۔ اور بہت تھوڑی مدت میں اسلام کی نورانی کرنیں دنیا کے چاروں اطراف میں پھیل گئیں۔ ان کی روشنی میں انسان کی اندرونی قوتیں چمکنے لگیں۔ اور دنیا نے تازہ دماغ اور تندرست جسم کے ساتھ اس چیز کے حصول کی کوشش کی جو اس کرۂ ارض پر پاک اور بلند و بالا تھی۔

اسلام نے انسان کو انتہائی پستیوں سے انتہائی بلندیوں تک اٹھانے کے لئے جو کچھ کیا اسے کسی طرح بھی حقیر نہیں کہا جا سکتا۔ اسلام نے انسان کی روزمرہ کی زندگی پر اپنا پورا اثر ڈالا۔ اور رائج الوقت نظام اور نقطہ ہائے نظر میں بہت سی تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ اس نے فوراً سماج کے تمام امتیازات کو مٹا دیا۔ اور ایک پیدائشی غلام کو ایک ہی صف میں بادشاہ کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ اسلام نے بہت سے اہم مسائل کے جو حل تجویز فرمائے ہیں وہ اس وقت تک بہت زیادہ مکمل سمجھے جاتے ہیں۔

امن و سکون کے علمبردار ہونے کی حیثیت سے اسلام نے سب سے بڑا جو کام کیا ہے اور جس کا ذکر اس کے ان احسانات کے سلسلہ میں جو اس نے انسانیت پر کئے ہیں سب سے پہلے ضروری ہے، وہ عورتوں کی آزادی ہے۔ عورت، جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا کام، زندگی کی کشمکش سے تھکے ہوئے مرد کی رہنمائی، حوصلہ افزائی

اور مشاورت ہے۔ اس کے ساتھ مرد کی طرف سے بہت برا سلوک ہوتا تھا۔ یہ پاک اور نرم و نازک پھول کھلتے ہی زمین کے نیچے دبا دیا جاتا تھا۔ اور جہاں اسے اپنی بھینی بھینی خوشبو پھیلانے کا موقعہ ملتا، وہاں اس کے ساتھ انتقال پذیر جائداد کا سا سلوک کیا جاتا۔ اور اس کو ملکیت میں لانے کی خاطر طویل اور سخت لڑائیاں لڑی جاتیں اسے سماج کا ناقابل استعمال عضو سمجھا جاتا۔ اور اس کے معیار کو بلند کرنے، اور اس کی غیر پیدا شدہ قوتوں کو نشو ونما دینے کے لئے کسی قسم کی احتیاط نہیں کی جاتی تھی۔ اسلام نے اس کے سر پر دست شفقت رکھا۔ اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی۔ اس کا معیار زندگی بلند کر دیا گیا۔ اسے مرد کے ہم رتبہ قرار دیا گیا۔ اسے وراثت اور سماج میں آزادانہ طور برتنے کا حق دیا گیا۔ تعلیم اور ذہنی ترقی کو اس کے لئے ضروری قرار دے دیا گیا۔ اور ایک بہت مختصر مدت میں اسے سماج کے ایک ایسے عملی رکن کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ جو سیاسی، سماجی اور تمدنی رزم گاہوں میں اپنے اثر کا استعمال کر سکے۔

ازدواجی رشتوں کے سلسلہ میں اسے اپنی آزادانہ رائے کے استعمال کا وہی حق دیا گیا جو مرد کو حاصل تھا۔ در حقیقت اسلام نے اسے مرد کی نہ صرف روزانہ زندگی میں شریک کار بنا دیا، بلکہ ان مسائل میں بھی جو قوموں کی ترقی و عروج کا باعث ہوتے ہیں۔ اس وقت سے یہ چیز اچھی طرح ذہن نشین کر لی گئی ہے کہ انسانی ترقی صرف اسی طرح ممکن ہے۔ اسے مردوں نے پہاڑوں پر چڑھتے ہوئے اپنے ساتھ لیا۔ عورت کی ذمہ داریاں اب صرف گھر کی چار دیواری تک محدود نہیں رہیں۔ بلکہ یہ خاندان سے بڑھ کر قوم اور ساری دنیا تک وسیع ہو گئیں اسلام نے عورت کی عزت کرنے، اسے ممتاز کرنے، اور اس کے حوصلے بڑھانے کے لئے موثر ذرائع اختیار کئے

اسلام کا ایک بہت بڑا کارنامہ، جسے کچھ کم اہمیت حاصل نہیں یہ ہے کہ اس نے انسانی تاریخ میں سب سے پہلی دفعہ دنیا کو یکجہتی اور مساوات کا درس دیا۔ رنگ و نسل اور غربت و امارت کے تمام امتیازات مٹا دیئے اور تمام نسل انسانی ایک ہی برادری کی رکن بن گئی۔ تمام کو سماجی حقوق کے استعمال کا یکساں حق دیا گیا۔ اور تمام کو اپنے ساتھ والوں میں یکساں عزت و احترام کے قابل سمجھا گیا۔ قانون سے بڑے سے بڑے بادشاہ کے مستثنیٰ رہنے کا حق چھین لیا گیا۔ عدالتوں میں ذلیل سے ذلیل افراد کو بادشاہوں کے خلاف اپنی شکایات پیش کرنے کا اہل سمجھا گیا۔ بادشاہوں کو قانون کی نظر میں کوئی امتیاز حاصل نہ رہا۔ اور ان کے دعوے عام شہریوں کی طرح سنے گئے۔

غلام، جن کے ساتھ اسلام کی بعثت سے پہلے جانوروں کا سا سلوک کیا جاتا تھا۔ انہیں قومی عزیزوں

کی طرح چاہا جانے لگا۔ اور ان کے ساتھ اس قسم کی محبت وشفقت کا سلوک کیا گیا جو ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ کرتا ہے۔ ان میں اگر کسی قسم کا روحانی یا دنیاوی تفوق پایا گیا۔ تو اس کی نہایت قدر ومنزلت کی گئی۔ غلاموں کو آزاد کرنا بہت زیادہ نیکی کا کام سمجھا جانے لگا۔

نماز میں امیر وغریب شانہ بشانہ کھڑے کر دیئے گئے۔ اور مسجد میں امیر کو غریب سے بہتر جگہ حاصل کرنے کا کوئی حق نہ رہا۔ اس وقت سے تمام انسان ایک حیثیت کے ہو گئے۔ دنیاوی حرص وہوس کی خاطر انسان کو دھوکا اور فریب دینا، یا دوسرے شخص کی مناسب عزت نہ کرنا ممنوع قرار دے دیا گیا۔ عزت اور محبت اس کی ذات سے مخصوص کر دی گئی۔ جو سب انسانوں سے بالا، سب کی حاجتیں پوری کرنے والا رحیم وکریم خدا ہے۔ اس مساوات کے اصول کی بنا پر، انسانوں کے سامنے جھکنا یا سربسجود ہونا، ایک اخلاقی گناہ اور انسانیت کی توہین کا فعل سمجھا گیا۔ اور ہر قسم کی پرستش اور عجز وانکسار کا اظہار، رحیم وکریم خدا کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا۔

مال ودولت کی بجائے شرافت کا معیار انسان کی ذاتی خوبیاں قرار دی گئیں۔ صرف اس شخص کو قابل احترام اور معزز گردانا گیا جسکے اخلاق بہت پاکیزہ ہیں۔ جو متقی، پرہیزگار اور اپنے ہم جنس بھائیوں کی بھلائی کا خواہاں ہے۔ اسلام کے اقتصادی اور معاشی نظریہ نے بھی غریب اور امیر کے مابین خلیج کو تنگ کرنے میں بہت مدد دی۔ ہر شخص کو اپنی ذہنی اور جسمانی قوتوں کے بل بوتے پر دولت کے حصول اور اسے اپنی استعداد اور نتیجہ بخش سرگرمیوں کی مدد سے اپنی ملک میں لانے کا حق دیا گیا۔ مگر یہ اس پر واضح کر دیا گیا کہ عالی شان محلات میں رہائش اور اپنے اس غریب ہمسایہ کی طرف دست اعانت دراز کرنے کے بغیر جو بھوک کی وجہ سے دم توڑ رہا ہے، عمدہ سے عمدہ کھانا کھانا ایک نامعقول فعل ہے۔ اور عیش وآرام کی زندگی اختیار کرنے سے پہلے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جنکی مالی حالت اس سے خراب ہے انہیں کھانا کھلائے۔ انہیں کپڑے پہننے کو دے اور ان کی رہائش کا انتظام کرے۔

صاحب نصاب کی دولت میں تقریباً غریب کا تیسرا حصہ مقرر کیا گیا۔ اور جب تک زکوٰۃ نہایت سمجھداری اور ایمانداری کے ساتھ ادا کی جاتی رہی اس سے دولت کی مساوی تقسیم کے نظریہ کو بہت مدد ملی۔

سود، انسانیت کے لئے سب سے بری لعنت اور غریبوں اور ضرورتمند اشخاص کی جیبوں سے روپیہ حاصل کرنے کے سب سے بہیمانہ طریقہ کو قطعی طور پر ممنوع قرار دے دیا گیا۔ اقتصادی مسائل کے

اس طریق پر عمل تجویز کرنے کی وجہ سے اسلام سرمایہ داری کا سب سے بڑا دشمن بن گیا۔ اور اس نے انسان کو مالیات تک میں مساوی اور ایک حیثیت کا بنانے کی انتہائی کوشش کی۔ یہ دنیا کے سامنے جمہوریت کا ایسا عمدہ عملی اور ترقی یافتہ نظام پیش کرتا ہے جو اس سے پہلے دُنیا میں کبھی رائج نہیں ہوا۔

اسلامی جمہوریت ۔ سیاسی اصلاحات کے سلسلہ میں اسلام جمہوریت کی جو موجودہ دُنیا میں حکومت کرنے کا بہترین طریقہ تسلیم کی جاتی ہے، حمایت کرتا ہے۔ اسلام کے پہلے چار خلفاء جمہوریت کے نظریۂ نگرانِ قوم کی سب سے مکمل عملی صورت ہیں۔ خلافت کا بلند منصب پانے کے لئے نسبی حقوق کا قطعاً کوئی خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ اور انہیں اپنے زمانہ خلافت کے خاتمہ پر کوئی حق نہ تھا کہ وہ اس اہم اور مشکل منصب کے لئے اپنے کسی بیٹے کو منتخب کر دیں بادشاہ، خلیفہ، یا صدر جمہوریت قوم میں سے اس کی مرضی کے موافق چنا جاتا تھا۔ اور چونکہ حکومت عوام کی اپنی تھی وہی اس کے حکمران اور وہی اس کے محکوم تھے۔ صدر یا خلیفہ اپنی رائے سے فیصلے نہیں کرتا تھا۔ بلکہ چند اور یکساں طور پر قابل اور ممتاز حضرات سے مشورہ لیتا تھا جنھیں ہم موجودہ دُنیا کے رواج کی رو سے "کابینہ" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس پر دوہرا فرض عائد ہوتا تھا۔ حکومت کرنے اور خدمت کرنے کا۔ اس کام کے لئے بہت زیادہ بلند ذہنی قوتیں اور پاکیزہ اخلاق رکھنے والے شخص کی ضرورت تھی۔ اور اسے اپنی ذات کو قوم کی ترقی اور فلاح کے لئے وقف کرنا پڑتا تھا۔ اسے کوئی حق حاصل نہ تھا کہ وہ غریبوں سے روپیہ حاصل کر کے اپنے عیش و آرام کا سامان مہیا کرے۔ بیت المال سے صرف اس کو بقائے حیات کے لئے وظیفہ ملتا تھا۔ زندگی کی دوسری ضروریات کے لئے اس کا دارومدار ان غنائم پر تھا جو دشمنوں سے جنگ کے وقت مسلمانوں کو حاصل ہوتے تھے۔ یا وہ انہیں پورا کرنے کے لئے کوئی نجی کام کرتا تھا۔ اور اسے نہایت سادہ طریق پر حتیٰ کہ اپنی رعایا کے بعض افراد سے کم تر درجہ پر رہنا سہنا پڑتا تھا۔ اور وہ اپنے ماتحتوں سے کسی قسم کے غیر ضروری احترام کا خواہشمند نہیں ہوتا تھا کہ وہ سب اس کے مساوی سمجھے جاتے تھے۔

ایک ساتھ روحانی اور دنیاوی ترقی ۔ اسلام نے فنون لطیفہ، ادب اور سائنس میں ذہنی تحصیل و تکمیل پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ اس نے حکومت سے کبھی یہ فرمائش نہیں کی کہ وہ ان طریقوں سے حاصل شدہ دولت کا مطالبہ کرے۔ کیونکہ اس صورت میں انسان کی کسب کمال کی آرزو ختم ہو جاتی ہے۔ یہ چیز بھی انسان کی قوت سے باہر ہے کہ وہ علم اور محنت کا اختتام تصور کر لے۔ اور حصول مراد اور کامیابی کی توقع ہمیشہ سے محنت اور کوشش کرنے کی ترغیب دیتی رہی ہے۔

اسلام نے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی آرزو کی ہمت دلائی ہے۔ علم کا حصول ہر مسلمان کا پیدائشی حق ہے۔ یہ اسے ضرور حاصل کرے گا۔ خواہ یہ اسے کہیں سے بھی ملے۔ اسلام نے پہلے مسلمانوں کو یونانی، رومی، ایرانی علوم کے بجھے ہوئے دیئے کو از سر نو روشن کرنے کی ترغیب دی۔ اور ان لوگوں نے اپنی قابل قدر امداد سے اس وقت کی پسماندہ مغربی اقوام کی رہنمائی کی۔ اور اس کے ترقی کرنے کے آٹھ نئے دستور و ضوابط دُنیا کے سامنے پیش کئے۔ جن کی مدد سے مشرقی ممالک یورپ سے بہت پہلے تہذیب و تمدن کے عروج و کمال تک پہنچ گئے۔

اسلام نے دُنیا کے سامنے اپنی مخصوص تہذیب پیش کی۔ بغداد، مصر، سپین اور ترکی، اس کے اہم مراکز تھے، جہاں سے، یہ اسلام کی روشنی کے ساتھ ساتھ دنیا کے تمام گوشوں تک پہنچی، یہ حقیقت ان موجودہ مورخین کے متعصبانہ کذب و افترا کی تردید کرتی ہے۔ جو اس چیز کے اعتراف[1] سے انکار کرتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسی ایک تہذیب زندہ رہ سکتی ہے جسے قطعی طور پر اسلامی کہا جا سکے۔ چونکہ اسلام عالمگیر مذہب ہے اور مسلمان اصل میں مختلف نسلوں اور ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں بلاشبہ ان کے قدیم رسوم و رواج کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ مگر ان سب کو دوسرے خط و خال میں نہایت آسانی کے ساتھ یکجا کیا جا سکتا ہے۔ دُنیا جو اپنے تہذیب و تمدن کی عمدگی پر خوش ہے۔ اور انسانیت کی بہت بڑی ممد و معاون ہونے کی مدعی ہے۔ اس نے اسلامی نظریوں سے سب سے پہلے فائدہ حاصل کیا۔ مغربی فضلا، اسلام کے اچھے دنوں میں مصر، سپین، اور بغداد کی اسلامی درسگاہوں میں تحصیل علم کی خاطر گئے اور وہاں سے علم کے مختلف شعبوں میں کمال پیدا کر کے واپس لوٹے۔ لندن اور پیرس کی دنیا میں سب سے بڑی لائبریریاں ان کتابوں کے بوجھ سے دبی پڑی ہیں جو مسلمان علماء اور فضلاء نے سائنس کے مختلف فنوں میں تصنیف کیں۔ اسلام کے ابتدائی دنوں میں بہت سی مختلف سائنسوں سے تعارف کرایا گیا۔ اور انہیں از سر نو ترتیب دی گئی۔ نئے انکشافات کئے گئے۔ اور بہت سی بربریت اور ظلم کی عادی قوموں کو بلند کیا گیا۔ اور ان کو ترقی کی راہ پر ڈالا گیا۔

اسلام نے انسانی قلوب کے لطیف اور بہتر مذاق کی تربیت کے لئے ادب اور فنون لطیفہ کی بھی ہمت افزائی فرمائی۔ کیونکہ یہ روح کی ترقی اور بلند مقاصد کے حصول کی آرزوؤں کو ابھارنے کے لئے بہت ضروری تھے۔ ایک مسلمان کے دل میں خوبصورت قدرتی مناظر بہتے ہوئے آبشاروں کے میٹھے ترنم اور چشموں کے قوس قزح کے رنگوں کی محبت کو ہمیشہ اہمیت حاصل رہی۔ اور یہ اسلامی فن تعمیر کا ایک لازمی جزو قرار پائی۔ جو کسی طرح بھی کسی دوسری قوم کے فن تعمیر سے کم حیثیت نہیں۔ الحمرہ کا عمدہ محل، اور ابدی تاج محل

اسلامی صنعت اور اعلیٰ درجہ کے اسلامی تعمیری مذاق کو ہمیشہ خراج تحسین ادا کرتے رہیں گے مسلمانوں نے بلاشبہ ہر اس چیز میں جسے انہوں نے ہاتھ لگایا، کمال حاصل کیا۔

نسل انسانی ان اصولوں کے تعارف کی بنا پر جو اس کی ترقی کے لئے بہت ضروری تھے اسلام کے احسان تلے بہت زیادہ دبی ہوئی ہے۔ اسلام کی بعثت سے پہلے ظلمت و تاریکی کے دور ماضی میں انسان انتہا درجہ کا انفرادیت پسند تھا۔ اور خود کو یکہ و تنہا اور خود مختار سمجھتا تھا۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے مذہبی اتحاد اور خیال میں یکسانیت کی طرف انسان کی رہنمائی کی۔ اور اسے اتحاد اور امن و مسرت کی زندگی کے حصول کے لئے ایک عالمگیر برادری کے رکن کی حیثیت میں یکجا کر دیا۔

انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام نے اتنی بڑی امداد و اعانت کی کہ آج اس کے بڑے سے بڑے دشمن بھی اس چیز کے اعتراف پر مجبور ہیں کہ یہ نہ صرف ایک مکمل مذہب ہے بلکہ بہترین سماجی اور اخلاقی دستور العمل بھی ہے۔ اور یہ کہ یہ اس کی پیہم اور سرگرم کوششوں کا صلہ ہے کہ انسانیت انتہائی ترقی و عروج کے منازل تک پہنچ چکی ہے۔

آخر میں، میں یہ اعلان کرنے میں کسی قسم کا تامل نہیں کروں گی کہ اسلام کا وقار اور اس کے اصول اسی طرح ناقابل ترمیم و تنقیص رہیں گے جیسے کہ اب ہیں۔ خواہ آج کل کے چند نام کے مسلمان، بدکاری، شراب خوری اور جوے بازی سے دنیا کے سامنے بُری مثال پیش کریں۔ اسلامی اصول تمام دُنیا کے عیسائیوں نے نہایت ہوشیاری سے اپنا لئے ہیں۔ عورتوں کے حقوق وراثت اور انسانی نسل کی مساوات کے سلسلہ میں ہماری ہمسایہ اقوام کے مصلح اسلام کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ گو وہ اس کے اعتراف کیلئے تیار نہیں ہیں۔ میں ان لوگوں کو بہت زور سے مشورہ دوں گی کہ یہ اس قسم کے مکمل نظام حیات سے علی الاعلان زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ اس لئے کہ یہ لوگ جس درجہ اسلام سے قریب آئیں گے اتنی ہی زیادہ بہتر رہنمائی حاصل کر سکینگے۔ اگر یہ لوگ اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی ہٹالیں اور قرآن حکیم کے صفحات کی طرف، اپنی بیماریوں کے علاج اور مسائل کے حل کے لئے متوجہ ہوں تو میں انہیں اپنی پوری قوت کے ساتھ یقین دلاتی ہوں کہ ان کی تمام مشکلات حل ہو جائیں گی۔ ترقی کا راستہ آسان ہو جائے گا۔ اور یہ آنکھ کی ایک ہی جھپک میں سوراج حاصل کر لیں گے۔

اسلامی تہذیب و تمدّن کا عہدِ زرّیں

خلافتِ عباسیہ میں علوم و فنون کی تربیت

تہذیب حاضرہ کا خمیر مایہ

مسٹر کے۔ ایم۔ سراج الحق ایم اے۔ چلماری

خاندان عباسیہ کا ابتدائی دور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے امتیازی شان رکھتا ہے۔ راسخ العقیدہ خلفائے بنوامیہ نے اپنا بیشتر وقت غیر ممالک کی تسخیر اور خانہ جنگیوں کے سدباب میں صرف کیا۔ علوم و فنون کی تربیت اُن کی آغوش میں نہ ہو سکی۔

خلفائے عباسیہ نے جدید فتوحات کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ سیاسی استحکام، علم و ادب کی تربیت اور تہذیب و تمدن کی ترقی کی جانب توجہ مبذول کی۔ ایک ممتاز فرانسیسی فاضل مورخ رقمطراز ہے :۔ " خاندان عباسیہ کا ابتدائی دور مشرقی سرآسانیوں کی انتہائی شان و شوکت کا زمانہ تھا۔ فتوحات کا زمانہ گزر چکا تھا۔ تہذیب کے دور کا آغاز تھا۔ عباسی خلیفہ منصور اور اس کے جلیل القدر جانشینوں نے قوم کی فلاح و بہبود کی جانب خاص توجہ منعطف کی۔ نئے شہر تعمیر کرائے۔ سڑکیں بنوائیں۔ کارواں سراؤں، نہروں، چشموں اور تعلیمی اداروں کی تعمیر میں حصّہ لیا۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے علوم و فنون اور تجارت کو بھی فروغ دیا۔ امن و امان قائم کیا۔ خلیفہ منصور نے "بیت الحکمت" تعمیر کرایا۔ یعنی ایسا محکمہ قائم کیا جس کا کام یونانی، شامی، ایرانی علم و فن اور سنسکرت کی کتب سے ترجمہ کرنا تھا۔ خلیفہ منصور ایک فاضل ادیب اور ریاضی داں تھا۔ اس کے حکم سے ابن المقفع نے ہت اپدیش (ہندی داستان)، تاریخ سلاطین ایران۔ ارسطو۔ بطلیموس اور اقلیدس کی تصانیف کا سنسکرت۔ فارسی اور یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا۔ خلیفہ مامون رشید نے اس محکمہ کو اور ترقی دی اور عملہ میں بھی اضافہ کیا۔ متعدد فضلاء مثلاً العصمت نحوی، امام شافعیؒ فاضل آلہیات۔ ابوالعطا شاعر۔ سفیانؒ بن ثوری۔ معتزلہ فاضل۔ ابراہیم موصلیؒ موسیقی داں۔ جبرئیل طبیب وغیرہم اس کے دورِ خلافت میں مرجع عوام بنے ہوئے تھے۔

تاریخ اسلام میں خلیفہ مامون رشید کا دورِ خلافت نہایت نمایاں دور ہے۔ اور اس کو بجا طور پر اسلام کا عہد زریں کہا جا سکتا ہے۔ اس کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کی ذہنی ارتقا اوجِ کمال پر تھی۔ ہر صنف اور شعبہ

میں ترقی ہوئی۔ اس کے عہد میں "بیت الحکمت" کو کافی سے زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ کسی خاص علمی یا ادبی شاخ تک ہی ترقی محدود نہ تھی۔ ہر فن کو درجۂ کمال تک پہنچایا گیا۔ فلسفہ، علم کلام، اور فلسفۂ معتزلہ میں بھی علوم متعارفہ کی طرح دسترس حاصل کیا گیا۔ اس کے دور میں اعتزال کو بالخصوص زیادہ ترقی ہوئی۔ ریاضی، علم نجوم، علم طب، علم کیمیا وغیرہ کے ماہرین کامل اس دور میں موجود تھے۔ عہد مامون رشید کی علمی ترقیات ورثاً سراسانی ہسپانیہ اور مسیحی قسطنطنیہ کو نصیب ہوئیں۔ شدہ شدہ موجودہ یورپ ان سے بہرہ اندوز ہوا۔ تمام اطراف واکناف میں مدارس اور دارالعلوم تعمیر کیئے گئے اور ان کو خوب آراستہ و پیراستہ کیا گیا۔ اس زمانہ میں پہلی رسدگاہ شمسیہ میں بمقام تدمور قائم ہوئی بعدازاں واسط اور اپامیہ وغیرہ میں رسدگاہیں وجود میں آئیں۔ مغل شہنشاہ اکبر اعظم کی طرح، خلیفہ مامون رشید نے بھی ہر مذہب وملت کے پیروؤں سے رواداری کا سلوک کیا۔ اس کے دور خلافت میں یہود و نصاریٰ صابی، آتش پرست اور پارسی آزادانہ طور پر عبادت گاہوں میں پرستش کر سکتے تھے۔ کوئی روک تھام نہ تھی بلکہ ان مذاہب کے پیروؤں نے اس دور میں متداولہ علوم وفنون سے استفادہ کیا۔ انہوں نے اہم معاہدات حکومت کے مسودے تیار کیئے۔ متمدن دنیا کے ہر گوشہ سے اس کے دربار میں علماء و فضلاء آتے تھے۔ اور علم و فضل کا عام فیض جاری تھا۔ خلیفہ مامون رشید نے قسطنطنیہ کے رومی شہنشاہ لیو کے پاس وفد روانہ کیا۔ وفد کی روانگی کا مقصد یہ تھا۔ کہ قدیم یونانی فلسفہ کی جو علمی کتب موجود ہیں وہ فراہم کی جائیں اور عربی زبان میں ان کا ترجمہ کیا جائے۔ اس نے مدرسہ اسکندریہ اور جندیشاپور، شام وحران کے کتب خانوں سے بغرض تراجم کتب کا ایک کافی ذخیرہ جمع کیا۔ فاضل اور باہمت خلیفہ نے فارسی اور سنسکرت کی علمی کتب بھی مہیا کیں۔ جب کتب جمع ہو گئیں تو خلیفہ نے ترجمہ کا کام ماہرین فن کے سپرد کیا۔ یونانی۔ شامی۔ کلدانی کتب کا ترجمہ قطا بن لیاقہ کی نگرانی میں کیا گیا فارسی کتب کا ترجمہ یحییٰ بن حسریم کے زیر انتظام ہوا۔ کتب سنسکرت کا ترجمہ دوبان برہمن کی ماتحتی میں تکمیل پذیر ہوا۔ زیادہ زور اس بات پر دیا جاتا تھا کہ مترجمین ہر فن میں مہارت تامہ رکھتے ہوں۔ تحقیق و تدقیق کا مادہ بھی ان کے اندر موجود ہو۔ ان علمی خدمات کے صلہ میں ان ماہرین فن کو گرانقدر رقوم معاوضہ سے نوازا جاتا تھا۔ ہر منگل کا دن عالمانہ فلسفیانہ اور ادبیانہ مباحث کے لئے وقف تھا۔ خلیفہ مامون رشید کے ان بنا کردہ علمی اوامات میں علماء اور فضلاء کا جمگھٹا رہتا تھا۔

خلفائے عباسیہ معتصم باللہ اور واثق باللہ جو مامون کے بعد یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے دونوں معتزلہ تھے۔ اس کے نقش قدم پہ چلے۔ بغداد کے بو احیدی، خراسان اور ماوراءالنہر کے سامانی، مصر کے فاطمی، ہسپانیہ

گے اموی (بنو امیہ) اور الموحدی۔ اور حلب کے ہمدانی خاندانوں میں علوم و فنون کا احیاء ہوا۔ خاندان عباسیہ کے عہد زوال میں بھی ہم "اخوان الصفاء" کے نام سے متعارف ہوتے ہیں۔ جنھوں نے اپنے نتیجہ محنت و فکر سے متاخرین کے لئے رسالوں کی شکل میں ایک علمی ذخیرہ بطور یادگار چھوڑا۔ یہ رسائل ہر مضمون پر مشتمل ہیں مثلاً ریاضی حیاتیات۔ طبیعیات۔ حیوانات۔ نباتات۔ منطق۔ صرف و نحو۔ مابعد الطبیعیات۔ اخلاقیات اور الٰہیات۔ انہوں نے علوم متداولہ یعنے فلسفہ وغیرہ کی ایک قاموس تیار کی۔

حسب ذیل چند سطور میں ہم یہ بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مسلمانوں نے کیا کیا ذہنی ترقیاں کیں۔ اس مختصر مضمون میں ان کی تجارتی اور صنعتی ترقی کے علاوہ بعض خاص اصناف علم کا مذکور آئے گا۔

تجارت اور اکتشافات

عربوں نے بحری قطب نما ایجاد کیا۔ طلب علم کی خاطر تمام اطراف عالم کی سیاحت کی۔ انہوں نے افریقہ میں مجمع الجزائر ہند کے جنوب تک نو آبادیات قائم کیں۔ جزائر ملایا اور سواحل ہند تک بڑھتے چلے گئے۔ مسلمان چین کے دشوار گزار ملک میں بھی داخل ہوئے۔ عربوں کی تجارتی جد وجہد محض سمندر تک ہی محدود نہ تھی۔ اگر ان کا ایک کارواں شمالی افریقہ کی وسعتوں پر پھیلا ہوتا تھا تو دوسرا جنوبی افریقہ کے قلبی صحرا پر چھا جاتا تھا۔ بحیرہ روم کو عبور کرکے عرب ہسپانیہ۔ اطالیہ۔ فرانس بھی تجارت کی غرض سے پہنچے۔ یہ تجار عرب وسطی ایشیا اور ہندوستان سے ہوتے ہوئے خلیج فارس کے سواحل تک پہنچے۔ اور پھر بغداد سے گزرتے ہوئے بحر خضر کو عبور کرتے ہوئے شمالی ممالک میں داخل ہوئے۔

یہی وجہ ہے کہ روس اور سویڈن میں آج تک عباسی سکے پائے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اول عباسی اور سراسانیوں میں اختلاط رہا ہے۔ عربوں نے Azores کا مقام دریافت کیا ہے۔ متعدد مورخین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ کولمبس سے کہیں قبل مسلمان امریکہ پہنچ چکے تھے۔

عباسی خلفاء نے ہر قسم کی صنعت و حرفت کو فروغ دیا۔ بصرہ کے صابن اور شیشے کے کارخانے تمام متمدن اور مہذب دنیا میں مشہور و معروف تھے۔ معتصم باللہ نے بغداد، سمارا اور دیگر شہروں میں نئے نئے کارخانے کھولے۔ اس نے مختلف مقامات میں کاغذ کے کارخانے قائم کئے۔ ایران کے بڑے بڑے شہروں میں زردوزی اور سلمہ ستارہ کا کام ہوتا تھا۔ ریشم۔ ساٹن۔ قالین۔ دریاں۔ اعلیٰ پیمانہ پر تیار کیجاتی تھیں۔ اور ان پر منقش کام بھی کیا جاتا تھا۔ کوفہ ریشم اور دیگر نیم ریشمی پارچہ جات کے لئے کافی شہرت رکھتا تھا۔ خوزستان میں مضبوط بناوٹ کے پارچہ جات

تیار ہوتے تھے۔ تستر میں زربفت کا کام۔ کورکب کی عمدہ دریاں۔ سوس کا ریشم اور ساٹن دُنیا میں ہر جگہ مقبول تھا اور ان کی کافی مانگ تھی۔ خراسان کے متمول شہروں میں زربفت کا کام دریاں۔ قالین۔ پردے۔ تکیوں اور گدوں کے غلاف اور ہر قسم کے اونی کپڑے بکثرت تیار ہوتے تھے۔ قصہ مختصر سلطنت کا ہر شہر خاص اہمیت اور خصوصیت رکھتا تھا۔ اھواز اور فارس میں شکر و گنا کے کارخانے تھے۔ جندیشاپور میں ایک صنعتی دارالعلوم تھا جس میں صنعت وحرفت کی تعلیم دیجاتی تھی۔

ریاضی

اقلیدس سے ریاضی کے مبادیات ریاضی حاصل کئے۔ ہندیوں سے اعشاریہ کا طریق سیکھا۔ نویں صدی میں عربوں نے کافی فروغ حاصل کیا۔ علامت صفر کے کثرت استعمال سے انہیں علم ہندسہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ عربوں نے اپنے مخصوص اعداد و شمار کے ذریعہ حساب کے ابتدائی طریقے مقرر کئے۔ انہوں نے مربع مثلث اور نسبت و تناسب کے قاعدے وضع کئے۔ جبر و مقابلہ کو جیومیٹری (علم الاشکال) کے اجزاء سے تقویت دی ۸۲۰ قبل مسیح۔ ابو عبداللہ الخوارزمی نے جبر و مقابلہ پر ایک مبسوط کتاب لکھی۔ بعد ازاں مغربی فضلا نے لاطینی زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ اور سولہویں صدی عیسوی تک اس سے استفادہ کیا۔ علم الاشکال سے عربوں کو کیا فائدہ حاصل ہوا۔ یہ بات ان کی علمی تصانیف سے ہی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ بلکہ عربوں کے فن نقاشی سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے۔ یورپ میں اس فن نقاشی کو "Arabesque" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے

علم مثلث

علم مثلث میں Sine - Cosine - Secant - Tangent کے نظریات مسلمانوں کی ایجاد ہیں یورپیک۔ ریجیو مانٹینس اور کوپرنیکس کا شاندار زمانہ جب ہماری آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو ہم عرب ریاضی دانوں کی بنیادی اور ابتدائی کد و کاوش کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ عرب ہمیشہ نظریات کو عملی لباس پہنانے کے عادی تھے۔ اس کا نتیجہ بعد میں یہ ہوا کہ پہاڑوں کی بلندی کا اندازہ یا وادیوں کی چوڑائی کا تخمینہ یا ایک ہموار سطح پر واقع دو چیزوں کے درمیانی فاصلہ کا اندازہ جو عربوں نے کیا تھا صحیح نکلا۔ اسی وجہ سے انجن یا پانی کی نالیاں یا ایسی ہی اور چیزیں جو بنائی گئیں ان میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ یونانیوں سے تعیین وزن کا جو طریقہ سیکھا تھا اس میں اور نئی نئی باتیں شامل کرکے اس کو زیادہ کار آمد بنایا۔ اطالوی جہازرانوں نے عربوں سے قطب نما کا استعمال سیکھا۔ جسکے بغیر پندرھویں صدی کے بحری سفر ناممکنات سے تھے۔

(باقی آئندہ)

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس ۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس ۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک وسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جد وجہد کرنے کی کیا کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آواز کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اولیں نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سر انجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہوسکتی ہے

(۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا ہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریکِ خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعتِ اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیرِ اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زرِ کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیتِ کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانۂ عید میں اس کارِ خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عیدِ قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعتِ اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی اِن رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمیٔ امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آئندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام چل رہا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔

(۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹراتِ آمد میں چڑھ کر ان ہرسہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات

(۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

Regd L. No. 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (مہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اللہ اکبر — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا ہی کیوں نہ لگے

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان — مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) **تشکیل مشن۔** ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) **اغراض و مقاصد۔** (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) **تبلیغی مسلک۔** (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) **مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع** (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین۔ مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں۔ مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

MISS JOSEPHINE JAMILA GLASER.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین
رسالہ
اشاعت اسلام

جلد ۲۴ | ماہ اپریل ۱۹۳۸ء مطابق صفر المظفر ۱۳۵۷ھ ہجری | نمبر ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ اپریل ۱۹۵۴ء

شذرات

رسالہ ہٰذا کو مِس جوزیفائن جمیلہ گلیسر کی پرشکوہ تصویر سے مزین کیا جاتا ہے موصوفہ حال ہی میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوئی ہیں۔ مقام مسرت ہے کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کی معرکۃ الآرا تصنیف "نبی کامل" نے ان کے اندر ایک ذہنی انقلاب پیدا کر دیا۔ یہی وہ اسلامی کتاب ہے جس کا موصوفہ نے اپنی زندگی میں پہلی بار مطالعہ کیا۔ موصوفہ پیرس کے اس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں جو "مادہ پرست" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آئندہ اشاعت میں موصوفہ کے دو خطوط بھی شائع ہوں گے۔ ان میں مفصل حالات مندرج ہیں۔

قابل افسوس جہالت

ہمیں سخت حیرت ہوتی ہے جب ہم نہ صرف عام انگریزوں کو اسلامی اصولوں سے بے خبر پاتے ہیں بلکہ ان لوگوں کو بھی جو یوں خاصے لکھے پڑھے اور صاحب معلومات ہیں۔ مثلاً سنڈے مرکری مورخہ ۳ر اکتوبر میں ایک صاحب مسٹر جے ایف براڈ ہرسٹ نامی لکھتے ہیں کہ مختلف مذاہب میں خدا رسی کے مختلف وسائل پائے جاتے ہیں۔ پراٹسٹنٹ لوگ یسوع مسیح کے وسیلہ سے خدا تک پہنچتے ہیں۔ رومن کیتھولک، مریم کے وسیلہ سے مسلمان حضرت محمد صاحب (صلعم) کے وسیلہ سے۔ اور یہودی براہ راست۔ وہ کسی تیسری ہستی کے محتاج نہیں ہیں۔

یہ کس قدر افسوسناک ہے کہ راقم مضمون کو یہودیت کے متعلق تو صحیح معلومات حاصل ہیں لیکن اسلام کے متعلق اس کی معلومات بمنزلہ صفر ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ اسلام میں بندہ اور خدا کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اور اسلام نے اس پر اس قدر زور دیا ہے کہ مذہبی پیشوائیت کا بھی خاتمہ کر دیا ہے۔ حالانکہ دنیا کے تمام مذاہب میں یہ لعنت موجود ہے اور یہودیت

بھی اس سے مستثنے نہیں ہے۔ بقول باسورتھ سمتھ دنیا میں صرف آنحضرت صلعم ہی ایک ایسے پیغمبر ہیں جنہوں نے بغیر کلیسا کے مذہب کی بنیاد ڈالی۔ اس کے باوجود ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہم مسلمان خدا رسی کے لئے، اپنے پیغمبر کو واسطہ بناتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر غلط بیانی شاید کسی کے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ ہم چاہتے ہیں کہ سلطنت برطانیہ کے ارکان اس بات کو محسوس کریں کہ اس مملکت کے افراد کا، اس مذہب کی تعلیمات سے اس درجہ جاہل ہونا، جسکے پیروؤں کی تعداد گیارہ کروڑ ہے، کس قدر افسوسناک ہے۔

اعتراف صداقت

اسی مضمون میں راقم نے ایک ایسی صداقت کا اعتراف کیا ہے جسے اگر مسیحی لوگ محسوس کرسکیں تو ان کے لئے نہایت مفید ہوگا۔ وہ یہ ہے :۔

" ہم لوگ بت پرستوں میں مسیحیت کی اشاعت تو کرتے ہیں لیکن ان نومسیحیوں کو ہم لوگ ادنے سمجھتے ہیں۔ اور معاشرتی لحاظ سے اچھوت۔ افریقہ کے صحرا میں اس قوم سے ملنا اور بات ہے لیکن بانڈسٹریٹ میں ملنا یا پکیڈلی میں اس کے ساتھ کھانا اور بات ہے۔

احیائے اسلام

نیوکرانیکل آف کرسچین ایجوکیشن مورخہ ۳۰ ستمبر میں ڈاکٹر جیمس کیلی نے، اسلامی دنیا میں مذہبی جوش کے ظہور پر حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے :۔

" آج دنیائے اسلام میں ایک سرگرمی نظر آرہی ہے۔ مسلمان اس حقیقت سے واقف ہوگئے ہیں کہ ان میں ایک ایسی ملی وحدت اور استحکام پایا جاتا ہے جو کسی دوسرے مذہب میں موجود نہیں ہے۔ اگرچہ ان میں فرقے پائے جاتے ہیں مگر وہ ہر جگہ اخوت اسلامیہ کے جذبہ سے باخبر ہیں۔ آج کم از کم تین مرکز ایسے ضرور موجود ہیں جہاں سے عالمگیر اسلام کے جذبات کی نشر واشاعت ہورہی ہے۔ مکہ۔ قاہرہ اور لاہور۔ خصوصاً مصر میں تو ایک زبردست مذہبی جوش وخروش پایا جاتا ہے اور بالعموم تمام دنیائے اسلام میں، اور یہ مذہبی تحریک اس درجہ زبردست ہے کہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔"

ہم اس پر اس قدر مستزاد کرنا چاہتے ہیں کہ اس تحریک میں، ایک سچے مسیحی کے لئے جو امن عالم کے قیام کا متمنی ہے، کوئی خوفزدہ ہونے کی بات نہیں ہے۔ دنیا کی مذہبی رہنمائی کے معاملہ میں مسیحیت تو بری طرح ناکام رہی ہے بلکہ اس نے تمام دنیا کو روحانی کشمکش میں مبتلا کردیا ہے۔ پس اب وقت آگیا ہے کہ وہ غیر متعصبانہ اسلام کیلئے میدان خالی کردے

صیہونی مذہبیت اور فلسطین پر یہود کا حق

صیہونیوں کے فلسطین پر مذہبی حقوق کے پیش نظر صورت حال کا مطالعہ اس مضمون کی روشنی میں جو اشٹیل بلائتھ نے لکھا ہے، دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ یہ مضمون رسالہ گارڈین" مورخہ یکم اکتوبر میں شائع ہوا ہے:۔

"یروشلیم جو مسیحیت کا مرکز ہے، اسلام کا بھی تیسرا مقدس شہر ہے۔ اسلام فلسطین میں مسیحیت کا مخالف نہیں ہے۔ اور تمام مسیحی اور یہودی مقامات مقدسہ اسلامی حکومت میں ہمیشہ محفوظ رہے ہیں۔ بہت سے مسلمانوں نے انجیل کا مطالعہ کیا ہے اور وہ ہمارے خداوند کو سیدنا حضرت عیسےٰؑ کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور مبارک مریم کو سیدہ مریم کے لقب سے، ٹھیک جس طرح ہم مسیحی یاد کرتے ہیں۔

صیہونی مہاجرین میں، مذہبیت کا فقدان، فلسطین میں ایک خطرناک صورت ہے۔ صیہونیت ایک سیاسی عقیدہ ہے اور اس کا مقصد فلسطین میں بنی اسرائیل کی حکومت قائم کرنا ہے۔ اور اسی لئے صیہونی لیڈروں کی تقاریر میں کوئی مذہبی نصب العین نظر نہیں آتا۔ جیسا کہ ایک لیڈر نے راقم مضمون سے ۱۹۱۸ء میں خود کہا تھا "ہمیں مذہب کی ضرورت نہیں۔ ہم حکومت کے خواہاں ہیں۔ جنگ سے قبل فلسطین میں یہودی آبادی خصوصاً مذہبی یہود پر مشتمل تھی۔ جو اپنے مذہب میں بڑے سرگرم اور مسیحیت کے بڑے مخالف تھے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس زمانہ میں پولینڈ کے یہودی، مشن کی دکان سے انجیل کا نسخہ خرید کر یا مفت لے کر اسے سڑک پر جاکر پرزے پرزے کر دیتے تھے۔ تاکہ یسوع کے نام کی بے عزتی ہو۔ لیکن آج فلسطین میں صیہونیت یا تو مذہب سے غافل ہے یا مذہب کی مخالف ہے۔ بہت سے صیہونی تو اشتراکی بن گئے ہیں۔ اور یہ لوگ یہودی مذہب اور اس کے معاشرتی اصولوں دونوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اور نہ گرجہ جاتے ہیں۔ نہ سبت کا دن مناتے ہیں۔ بچے، جماعت کی ملکیت تصور کئے جاتے ہیں۔ اور ان کی ولدیت مشتبہ ہوگئی ہے۔ یہ سب باتیں، عربوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کی نظر میں حد درجہ لائق نفرت ہیں۔ جن کی زندگی پر مشائخ مذہب کا ویسا ہی اثر نمایاں ہے جیسا کہ مذہبی یہود پر۔ جنگ عظیم سے قبل امریکہ کے ایک لائق شخص نے جو یہودی تھا، صیہونیت پر ایک لیکچر دیا تھا۔ یہ شخص ہرزل کا دوست اور رفیق کار تھا۔ لیکچر کے بعد سوالات کئے گئے۔ جن میں سے دو سوال مجھے اب تک یاد ہیں۔

سوال ۱: " فلسطین کے تمام تر یہود کے قبضہ میں آجانے کے بعد، عربوں کی پوزیشن کیا ہوگی؟

جواب ۱: " ہمیں لکڑیاں کاٹنے والوں اور پانی بھرنے والوں کی ہمیشہ ضرورت رہے گی۔

سوال ۱۷ ۔ نوآبادشدگان کے مذہبی یعنی یہودی عقائد و رسوم شرعیہ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں ؟

جواب ۱۷ ۔ یہ ہمارا کمزور پہلو ہے بس ہم صرف فلسطین کو یہود کی نوآبادی بنانے کے خواہشمند ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔

سرِّ دلبراں در حدیث دیگراں

انگلستان میں اسلامی سرگرمیاں

پادری جے ڈبلو سویٹ مین ، رسالہ "میتھوڈسٹ ریکارڈر" میں رقمطراز ہیں :-

"جبکہ مسیحی دُنیا تمام ممالک اور خصوصاً اسلامی ممالک میں تبلیغ مسیحیت کا انتظام کر رہی ہے مسلمان بھی مغرب میں اپنے مذہب کی تبلیغ کا کام نہایت سرگرمی کے ساتھ کر رہے ہیں ۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا جبکہ ہندوستان میں یہ اپیل کی گئی تھی کہ سپین کو اسلام کے لئے دوبارہ فتح کرنا لازم ہے ۔ اور آئے دن اعلان کیا جاتا ہے کہ جرمنی، امریکہ اور انگلستان میں کافی تعداد میں لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں ۔ اور رسالہ "اسلامک ریویو" ماہ ستمبر میں ولیم بشیر پکرڈ ، کے قلم سے جو غالبًا انگریز نومسلم ہیں ، ایک مضمون نکلا ہے جس میں انہوں نے برطانیہ میں تبلیغی جد وجہد کے سلسلہ میں ایک مستقل پروگرام پیش کیا ہے ۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے ۔ قرآن مجید مشرق اور مغرب دونوں کے لئے ایک زندہ رہنما ہے ۔ مغرب میں قبول اسلام کی راہ میں بعض مشکلات حائل ہیں ۔ اور اس کی کامیابی کے لئے بعض باتوں کی ضرورت ہے ۔ اوّلاً پروپاگنڈہ ۔ یہ کسی حد تک مسجد ووکنگ کی سرگرمیوں سے پورا ہو جاتا ہے ۔ لیکن اس میں اضافہ کی ضرورت ہے ۔ دوسرے ، برطانیہ میں اسلام کا استحکام اور پختہ قیام ۔ اور یہ کام کسی حد تک مسلم سوسائٹی آف گریٹ بریٹن کر رہی ہے ۔ لیکن اس کے علاوہ ، ایک اسلامی مجلس کی تشکیل عمل میں آنی چاہیئے ۔ جس کا مقصد لیگ آف نیشنز سے ملتا جلتا ہوگا ۔ اور تیسری چیز یہ کہ انگلستان میں مسلمانوں کی ایک جماعت ہو جو اجتماعی زندگی بسر کرے ۔ رہائش بود و باش اور کام ، سب مل کر کرے ۔ جس قدر زیادہ ممکن ہو سکے

مسلمانوں کو ووکنگ یا نیولنڈن مسجد کے ارد گرد سکونت اختیار کرنا چاہئے۔ (اس مسجد سے مراد مسجد نظامیہ ہے۔ اور اس کا سنگ بنیاد جنوبی کنسنگٹن میں رکھا جا چکا ہے) اس کے بعد مضمون نگار نے یہ تجویز پیش کی ہے۔ کہ برطانی لوگوں کے لئے قرآن مجید کے متعلق ایک معلومات دینے والی کتاب شائع کرنی چاہیئے۔ اور لنڈن میں سال میں دو مرتبہ مسلم کانفرنس منعقد کرنی چاہیئے اور آخر میں لکھا ہے کہ اسلام کا معاملہ اس ملک میں اس کی باطنی خوبیوں اور صداقتوں کی بنا پر فیصل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ان لوگوں کے طرز عمل مدنظر رکھا جائے گا جو اسلام کے نام لیوا ہیں۔ اور عام رجحان یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان ناقابل اعتماد ہے۔ تو اسلام بھی اعتماد کے قابل نہیں ہے۔

یہ تحریر اس لحاظ سے لائق اعتنا ہے کہ اس سے اسلام کے ایک مذہبی اور سیاسی جماعت ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ مسیحی مشنوں کے دوستوں کو اس حقیقت سے آگاہ ہوجانا چاہیئے کہ بعض مسلمان مبلغین کا منشاء علانیہ طور پر یہ ہے۔ کہ مسیحی جدوجہد کو اس کے مرکز میں جا کر فنا کرنا چاہیئے۔

ینابیع المسیحیت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے یہ کتاب اپنے ایام حج میں بیت اللہ شریف میں بیٹھ کر لکھی ہے یہ کتاب اپنی نوعیت میں بالکل نئی ہے۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مسیحی دین کی ہر ایک بات سورج پرستی اور مسیح سے قبل کی بت پرستی سے لی گئی ہے اور مروجہ اصول و روایات مسیحیت کو جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کتاب کا ہر صفحہ نئے سے نئے انکشافات اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اس کے اکثر مضامین بہ حیثیت مجموعی کسی کتاب میں نہیں پائے جاتے منکشف شدہ واقعات نہایت ہی حیرت افزا اور سنسنی خیز ہیں۔ اس کتاب میں وہ باتیں ہیں جن سے کروڑہا عیسائی بے خبر ہیں۔ اور جن کے پڑھنے سے وہ اپنے مسلمات پر کسی طرح قائم نہیں رہ سکتے۔ یہ ایک کتاب صدہا کتابوں کی قائم مقام ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کی خواہش تھی کہ یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر تقسیم ہو اور اس کی آمد اسی کتاب کی مفت اشاعت پر خرچ ہو۔ قیمت بلا جلد ۱۰ مجلد ۱۲؎ ملنے کا پتہ: مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

ایک مغل حکمران کا مخفی فرمان

(از مسٹر این۔ سی۔ مہتا۔ آئی۔ سی۔ ایس)

مجھے حال ہی میں تین دن بھوپال میں خوشی کے ساتھ بسر کرنے کا موقع ملا۔ قطع نظر اس امر سے کہ میں نے سانچی کی سیر کی۔ جہاں قدیم ہندی تہذیب کی ایک زبردست یادگار موجود ہے۔ اور جس کو ریاست نے بڑی کوشش کے ساتھ محفوظ رکھا ہے۔ میرا قیام ایک اور پہلو سے بھی بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ ہز ہائنس نواب صاحب بالقابہ الہ آباد یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں اور انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی قدیم یونیورسٹی میں جلسہ تقسیم اسناد کے موقعہ پر خطبہ پڑھیں گے لہذا، قدرتی طور پر بوقت ضیافت گفتگو کا رخ زراعت اور حالات حاضرہ کے علاوہ قدیم ہندوستان کی طرف بھی بدل گیا۔ ہز ہائنس نے مغل بادشاہوں کی رواداری کا تذکرہ فرمایا۔ اور کہا کہ ان بادشاہوں نے متعدد فرامین اس سلسلہ میں جاری کیے تھے۔ جو حمیدہ بیگم والدہ اکبر کے زمانہ سے پائے جاتے ہیں۔ لیکن میرے پاس خود بابر کا جاری کردہ فرمان موجود ہے۔ چنانچہ دوسرے دن میں نے اس فرمان کو حمیدیہ پبلک لائبریری میں بچشم خود دیکھا۔

نقل فرمان

الحمد للہ

سنہ ۹۳۳ھ

ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی نے اپنے فرزند شہزادہ نصیر الدین محمد ہمایوں کو مخفی طور سے یہ وصیت نامہ لکھا۔ تاکہ سلطنت کو استحکام حاصل ہو۔

اے فرزند مملکت ہندوستان میں بہت سے مذاہب پائے جاتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس ملک کی حکومت تجھے عطا فرمائی۔ پس تجھے لازم ہے کہ مذہبی تعصبات کو دل سے بالکل دور کر دے اور ہر مذہب کے طریقہ کے مطابق اس کے ساتھ عدل کر۔ خاص طور سے گائے کی قربانی سے پرہیز کرنا اس طرح تو ہنود کے دل کو مسخر کر سکے گا۔ اور اس ملک کے لوگ تیرے اس حسن سلوک کی وجہ سے،

سلطنت کے وفادار بن جائیں گے۔ کسی قوم کے معبد یا مقدس مقام کو جو تیرے زیر فرمان ہو تباہ نہ کرنا۔ اور تو اس طرح معدلت اختیار کر کہ تو رعایا سے اور رعایا تجھ سے خوش ہو جائے۔ اسلام کی ترقی احسان کی تلوار سے ہو تو بہتر ہے نہ کہ ظلم کی تلوار سے۔ نیز شیعہ، سُنی مناقشات سے چشم پوشی کرنا۔ ورنہ اسلام کو ضعف پہنچ جائے گا۔ اور سلطنت کے مختلف العقائد لوگوں کو اس طرح ترکیب دو جس طرح عناصر اربعہ کو خدا تعالیٰ نے جسم انسانی میں مخلوط فرما دیا ہے تاکہ سلطنت امراض سے محفوظ رہے۔ اور حضرت تیمور صاحبقران کے کارناموں کو مدنظر رکھو۔ تاکہ تم بھی طریق حکومت میں پختہ کار بن جاؤ۔ وما علینا الا البلاغ۔

مورخہ یکم جمادی الاول ۹۳۵ھ

یہ ہے ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کی وصیت جو اس نے اپنے نسبت سالہ فرزند کو کی تھی۔ بابر نے ہندوستان ۹۲۶ھ میں فتح کیا۔ اور یہ وصیت آگرہ کے قریب دھولپور کے کنول باغ میں لکھی گئی تھی۔

دستاویز کی نوعیت، کاغذ کی عمدگی، رسم الخط، شاہی مہر، اور اس کی حفاظت، یہ سب باتیں اس اہم دستاویز کے اصلی ہونے پر دال ہیں۔

تمدن اسلام

یہ مضمون [illegible] الہام اس کی نوعیت اور مقصد شائع ہوا ہے سلسلہ کیلئے دیکھو صفحہ [illegible]

جلد ۴۲ نمبر ۱

الہام کی نوعیت اور اس کا مقصد

(از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ)

حقیقت یہ ہے کہ انسانی اخلاق کی تربیت، یعنی انسان کی روحانی تہذیب کا فرض، مذہبی تجارب کر لینے والی ہستیوں کے ذریعہ سے انجام پاتا ہے۔ یہ فرض کرنا مہلک غلطی ہے کہ عام انسانی دماغ بذات خود تربیت پذیر ہے۔ یا یہ کہ بنی نوع آدم کا اخلاقی شعور، جس کی لاانتہا صورتیں ہیں، بطور خود ترقی کر سکتا ہے۔ اس کے برخلاف حقایق کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے۔ کہ اقوام کا اخلاقی شعور، دراصل ان مقدس شخصیتوں کا عکس ہوتا ہے۔ جن کو وہ بنظر احترام دیکھتی ہیں۔ گویا ایک مسیحی کی اخلاقی حس، دراصل جناب مسیحؑ کی شخصیت کا پرتو ہے۔ اور بدھوں کی اخلاقی حس، مہاتما بدھ کی۔ اور ایک مسلمان کی اخلاقی حس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا پرتو ہے۔ یہ سچ ہے کہ بعض اوقات بہت سی ایسی باتیں کسی شخصیت سے منسوب کر دی جاتی ہیں۔ کہ ان کی صحت کے متعلق فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ یہ واقعی اس شخصیت ہی سے وابستہ ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ روحانی جوش کی مقدار جو ایک شخصیت، ایک زمانہ میں اپنے متبعین کے اندر پیدا کرتی ہے، وہ اس جوش سے مختلف ہو سکتی ہے جو آئندہ زمانہ میں پیدا ہو، اس کی وجہ بالکل واضح ہے۔ پہلی تو یہ ہے کہ عام سست دماغ، اس قابل نہیں ہوتا، کہ اپنے ہیرو کی تمام خوبیاں اپنے اندر جذب کر سکے۔ بلکہ صرف چند خوبیوں کو قبول کر سکتا ہے اور باقی ماندہ خوبیاں، اس ہیرو کے ساتھ ایک غلط شخصیت کے وجود میں پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ دوسرے جبکہ کسی شخصیت کے فوائد مرور ایام سے ختم ہو جاتے ہیں تو پھر متبعین تنازع للبقا میں اس پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ اور اگرچہ وہ اس کی پیروی کا دم بھرے جاتے ہیں۔ وہ غیر شعوری طور پر دوسری شخصیتوں کا اثر قبول کرنے لگتے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر روحانی اثرات سے بتدریج دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ ایک عمیق مضمون ہے اور جن صاحبوں کو اس مضمون کے متعلق مزید واقفیت حاصل کرنی ہو وہ میرا مضمون بعنوان "مذہبی تحریک میں شخصیت" مندرجہ رسالہ اسلامک ریویو مجریہ جون ۱۹۳۳ء مطالعہ فرمائیں۔ یہاں اس قدر لکھنا کافی ہے کہ کسی قوم کی اخلاقی بیداری، کسی خاص وقت میں، تائید کی اس مقدار پر منحصر ہے، جو اسے کسی مذہبی شخصیت سے حاصل ہو سکے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس

شخصیت یا شخصیتوں کی یہ خوبی بھی مدنظر رہے کہ لوگ اس خاص ماحول میں اس کو یا انہیں صحیح طور پر سمجھ سکیں
غرضیکہ صورت حال کچھ بھی ہو، یہ امر مسلم ہے۔ کہ قوموں کے اخلاقی شعور پر ان شخصیتوں کا اثر ضرور ہوتا ہے اور
اس جگہ سے ہم ایزدی الہام کی تیسری قسم کو غور کرتے ہیں۔ جو کسی رسول کی معرفت عطا کیا جائے۔ اس الہام
میں سماعت کے ساتھ ساتھ رویا کا عنصر بھی ہوتا ہے۔ اور یہ سب سے زیادہ براہ راست پیغام ہے، جو
انسان کو خدا سے مل سکتا ہے۔ رسول اس پیغام بر کو دیکھتا ہے اور اسے سنتا ہے۔ اسی لئے اسے وحی متلو کہتے
ہیں۔ بحیثیت تجربہ و مقصد یہ اعلیٰ ترین قسم کی وحی ہوتی ہے۔ قرآن میں اس کو الکتاب اور ہدایت کہا گیا ہے
اور انگریزی بولنے والے لفظ DISPENSATION سے اس کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ
سکیں گے۔ اس حقیقت سے قطع نظر کرکے، کہ اس وحی سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا یقین ہوتا ہے۔ میں واضح
کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک خدا کی ہستی پر ایمان نہ ہو اس وقت تک انسان میں زندہ اخلاقی طاقت پیدا نہیں ہو
سکتی۔ اور جس قدر خدا پر ایمان ہوگا اسی قدر حس تیز ہوگی۔ ملحد حامیان اخلاق کو ایک زبردست مغالطہ لگا ہوا ہے
انہیں روایتی طور پر بعض نیک و بد احساسات کا علم ہے۔ جس پر وہ عامل ہیں۔ اور اس کی پابندی میں ان کو اصرار ہے
ٹھیک جس طرح بہت سے آدمیوں کو بہت سی رسومات کی پابندی میں اصرار ہوتا ہے۔ اور نیک و بد احساسات
کا یہ علم انہیں، اپنے آباؤاجداد سے حاصل ہوا جو خدا پر ایمان رکھتے تھے۔ اور یہ منکرین خدا اس روحانی طاقت
کو، غیر شعوری طور پر، اعتراف کئے بغیر، استعمال کر رہے ہیں۔ جو ان کے آباؤاجداد نے اپنی روحانی کوششوں
سے جمع کی تھی۔ یہ مذہبی لوگ یقیناً کسی مذہبی شخصیت سے متاثر ہوئے ہوں گے۔ جس نے براہ راست
خدا کی آواز سنی ہوگی۔ اور اس لئے وہ اس قابل ہوگی کہ زندہ اخلاقی شعور دنیا کے سامنے پیش کر سکے لیکن
اگر خدا پر اعتقاد، پیغمبر کی شخصیت سے مختص ہے، تو جو روشنی اور ہدایت اسے ملتی ہے وہ تمام قوم کی مشترکہ
جائداد بن جاتی ہے۔ جبکہ یہ قانون ان میں مشتہر کیا جاتا ہے، اور آئندہ نسلوں کے فوائد کے لئے اسے لکھ
بھی لیا جاتا ہے۔ اس کی بنا پر لوگوں کے دماغی قویٰ کی تربیت ہوتی ہے۔ بایں طور کہ اس کی رو سے، قوم
کے افراد کو جسمانی اور دماغی طور پر ترقی کرنے کے اصول حاصل ہوتے ہیں۔ اور طرز معاشرت معین ہوتی
ہے۔ واضح ہو کہ جسم اور دماغ دونوں مربوط ہیں۔ ایک کی صحت یا خرابی دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اور
چونکہ ہم مدنی الطبع ہیں اس لئے ہماری اخلاقی قوتیں اپنی ترقی کے لئے، ہمارے سوشل طرز عمل پر منحصر ہیں۔
لہذا کسی الہامی مذہب کا مقصد اور فرض یہ ہے۔ کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے والی

ہدایت عطا کرے۔ اور حقیقتاً ایک یا دوسرے کی طرف سے غفلت روا رکھنے کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ بعض اقوام کا اخلاقی نظام بالکل تباہ ہوگیا ہے اور اس کی بنا پر ان کی روحانی ترقی بالکل رک گئی ہے۔ کیونکہ ہماری روحانی حالت محض ایک عکس ہے ہمارے اخلاق کا، ہماری روح پر، جو جسمانیات میں محصور ہے۔

یہ تو مذہب کا غلط تخیل ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مذہب کو ہمارے لئے تمدنی قوانین وضع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حالانکہ سچ پوچھو تو یہی چیز مذہب کا سب سے بڑا فرض ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہمارے اخلاقی احساسات کا بڑا حصہ سوسائٹی سے متعلق ہے۔ پس ہماری اخلاقی حس کی ہدایت دراصل ہمارے سوشل طرز عمل کی ہدایت ہے۔ اور ٹھیک جس طرح انسان اپنے آپ کو پیدا نہیں کرسکتا اسی طرح وہ اپنی عقلی طاقتوں کی بدولت ان قوانین کو معلوم نہیں کرسکتا۔ جو اس کے تمدنی جذبات پر حکمراں ہیں۔ چونکہ عقل جذبات سے افضل نہیں اس لئے ان کے قوانین کو سمجھ بھی نہیں سکتی، تو پھر ان پر حکمرانی کیا کرے گی؟ یہ قوانین تو خارج سے حاصل ہوتے ہیں اور فی الحقیقت خارج ہی سے آتے ہیں انسانی قوانین ہمیشہ ناقص ثابت ہوتے ہیں۔ اور ایسا ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ انسان کل کا ادراک نہیں کرسکتا۔ اور اپنے جذبات اور مفاد سے بالاتر نہیں ہوسکتا پس وہ ہمیشہ یک رخہ ہوتے ہیں۔ اور اس قدر اصلاح نہیں کرتے جس قدر مفاسد پیدا کر دیتے ہیں۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ قانونی اصول ہمیشہ الہام پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور اس بات کو اشد ترین منکر بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ابتدائی زمانہ کی بنی ہوئی سوسائٹیاں ہمیشہ سے مذہبی قوانین کے ماتحت رہی ہیں۔ اور اگر سوشل ترقی کی کسی آئندہ منزل میں ہم بعض بت پرست اقوام کے متعلق سنتے ہیں کہ ان کے اپنے قوانین تھے تو میرا دعویٰ یہ ہے کہ انہوں نے بنیادی اصول ضرور کسی ایسی سوسائٹی سے مستعار لئے ہوں گے، جو الہامی قوانین پر عامل تھی۔ اور ان مرکب قوانین میں بھی پائدار حصہ وہی ہے جو الہام کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ موجودہ یورپین اقوام کے قوانین میں ہمارے سامنے مثال موجود ہے۔ یہ یقینی طور پر ان اصولوں پر مبنی ہیں الہامی ہیں۔ اگرچہ ان کی ظاہری وضع بت پرستوں کے قوانین سے ملتی ہے۔ خواہ قدیم ہوں یا جدید۔ اس ترکیب کا نتیجہ نہایت دلچسپ ہے۔ جو تمدنی زندگی ان پر مبنی ہے، اس میں ظاہری ربط کی جھلک تو نظر آتی ہے۔ لیکن اس کی تہہ میں جس قدر بدنظمی پوشیدہ ہے۔ وہ لوگوں کی نظر سے مخفی نہیں ہے۔ میں اپنے یقین کی پوری طاقت کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر یورپین ضابطہ قوانین کا اسلامی ضابطہ سے موازنہ کیا جائے تو ہر پہلو سے غیر معقول اور غیر موثر نظر آئیگا اور یہ بھی واضح ہو کہ اس وقت مغربی عقل کا پایہ اس درجہ بلند سمجھا جاتا ہے کہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور

کی عقول کا حیرت انگیز اجتماع جو اس وقت ممکن ہے اس سے پہلے کبھی ممکن نہ تھا۔ پس کیا اس بات سے انسانی عقل کی بیچارگی کا راز فاش نہیں ہوتا؟ کہ وہ تمدنی قانون سازی میں، جب تک اسے الہامی امداد حاصل نہ ہو بالکل درماندہ ہے

میں اس کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ دوسرے قوانین کی طرح الہامی قانون بھی انسان کے اندر کچھ پیدا نہیں کرتا۔ اخلاقی حس بھی پیدا نہیں کرتا۔ وہ صرف ان قوا کو بیدار کرتا ہے جو انسان میں موجود ہیں۔ اور صحیح طریق پر نمائی کرتا ہے اور متضاد جذبات کی موجودگی میں سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ اور ہمارے راستہ سے تمام مشکلات کو دور کرتا ہے قرآن مجید نے اس کو زمین پر بارش سے تشبیہ دی ہے جس طرح ہر زمینی شے اپنی حیات کے لئے بارش کی منتظر ہوتی ہے اسی طرح انسان کی دماغی قوتیں الہامی روشنی سے نئی زندگی پاتی ہیں۔ اسی لئے قرآن نے اسے روشنی کہا ہے اور سورج سے تشبیہ دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آنکھ جسم میں موجود ہو لیکن جب تک خارج میں روشنی موجود نہ ہو، انسانی آنکھ مادی اشیا کو نہیں دیکھ سکتی۔ اسی طرح روحانی احساس کی موجودگی میں بھی جب تک کہ الہام کی روشنی جذبات کے طوفان کو فرو نہ کرے۔ اور تاریکی کو دور نہ کرے، اس وقت تک انسانی روح، روحانی تجارب سے فیض یاب نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ کو اس بات کی مثال درکار ہو کہ ہدایت ربانی فی الحقیقت کسی قوم کے خشک دماغ کے لئے، ایک بارش کا کام دیتی ہے۔ تو عربوں کی زندگی کا مطالعہ کر لیجئے کہ اسلامی ایمان نے کس طرح انہیں زندہ کر دیا۔ چونکہ مختلف اقوام کی روحانی تاریخ کا بغور مطالعہ نہیں کیا گیا، اس لئے میرے لئے یہ بتانا دشوار ہے کہ اسلام سے پہلے جو تمدن دنیا میں پیدا ہوئے، ان کی تعمیر میں الہامی قوانین کو کس قدر دخل ہے؟ شاید آئندہ زمانہ کے لوگ اس مسئلہ پر روشنی ڈال سکیں لیکن اسلام کی تاریخ، قرآن کے اس دعوے کی نہایت روشن دلیل ہے کہ الہام کا انسانی تمدن سے وہی رشتہ ہے، جو بارش کا عالم نباتات سے۔

اور الہام کی روشنی کی حیثیت کے متعلق یہ بتا دینا کافی ہے کہ اگرچہ اسلام میں کافی آزاد خیال اور لا ادری پیدا ہوئے ہیں لیکن کبھی کسی نے خدا کا انکار نہیں کیا۔ اور صوفیا اور اولیاء کی ایک مسلسل جماعت نے ہر زمانہ میں، اسلامی روحانیت اور اپنے تجارب کی بنا پر الہام قرآنی کی صداقت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ اور اسلام کی مذہبی تاریخ میں جو یہ دو غیر معمولی امور پائے جاتے ہیں اس کا سبب قرآنی الہام کی روشنی ہی ہے۔ اس کتاب کی طاقتور روشنی ایک کو انکار سے محفوظ رکھتی ہے، اور دوسرے کو روحانی ترقی میں مدد دیتی ہے۔

پس میری رائے یہ ہے کہ اگر بعض قدیم مذاہب کے بعض فرقوں نے حقیقت وحی پر ایمان نہیں رکھا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی مذہبی کتب میں اس کے متعلق کافی روشنی نہیں دی گئی۔ اور یہ روشنی کی کمی ان (۲) دنیا

پر ہے۔ پہلی یہ کہ ان کی مذہبی کتب میں تحریف ہوگئی اور اس لئے متن کی صحت باقی نہ رہ سکی۔ دوسری یہ کہ ان کتب کی روشنی ایک خاص مدت تک کے لئے تھی، اور موجودہ نسل اب اس کتاب کی تعلیم سے آگے بڑھ گئی ہے چونکہ یہ نئے فرقے تلاش صداقت میں سرگرم ہیں اس لئے وہ ان کتابوں کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ بایں معنی کہ ان کے حقایق بجاز منجانب خدا ہیں لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ مطلق حقیقت وحی کا انکار بھی درست نہیں ہے۔ محض اس بات کی وجہ سے کہ کسی ایک کتاب کا منجانب اللہ ہونا ثابت نہیں ہو سکا کسی وحی کی صداقت کو جانچنے سے پہلے ہمارے پاس وہ کتاب ہونی چاہئے جس کی صداقت شبہ سے بالاتر ہو۔ اور قرآن ہی صرف ایک کتاب ہے، جو اس معیار پر پوری اترتی ہے۔

منکرین الہام نے یہ اعتراض پیش کیا ہے "اگر ایک کتاب منجانب اللہ ہے اور کسی ناقص انسانی دماغ کا نتیجہ نہیں ہے تو پھر اسے ہر زمانہ میں ترقی کن تمدن انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی ہونا چاہئے۔ تو پھر قرآن ان امور میں ناکافی کیوں ہے؟ علاوہ بریں کیا ایک امر واقعہ نہیں ہے کہ قرآن بھی دوسری کتابوں کی طرح غیر معصوم ہے اور مسلمان قوم کا وجود اسی بنا پر ہے کہ وہ ابھی اس کتاب سے وابستہ ہے؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ قرآن نے زندگی کی وسیع ترین معنے میں تشریح کی ہے اور وہ آج بھی اسی طرح زندگی کا منبع ہے جس طرح آج سے تیرہ سو سال قبل تھا مسلمانوں کے زوال کا باعث زیادہ تر ان کی دو خوبیاں ہیں۔ اگرچہ یہ بات عجیب سی ضرور معلوم ہوگی۔ پہلی تو یہ ہے کہ انہوں نے غیر مذاہب کے ساتھ حد سے زیادہ رواداری سے کام لیا۔ اور یہ خوبی افراط عمل کی وجہ سے، عیب میں مبدل ہوگئی۔ چونکہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد تھا کہ ہر قوم کو خدا کی طرف سے ہدایت نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے انہوں نے کوشش کی کہ ان کے قوانین کو حتی القدر باقی رکھا جائے۔ علاوہ بریں قرآن کی تعلیم یہ ہے " لا اکراہ فی الدین " یعنے دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ پس انہوں نے زبردستی اپنا نظام تمدن، غیر مسلموں یا محکوموں پر عائد نہیں کیا۔

علاوہ بریں مسلمانوں کی کتاب نے دیگر اقوام سے نکاح کی اجازت دی ہے جو مسلمان نہ ہوں۔ اس بنا پر مسلمان بادشاہوں اور سرداروں کے گھر، غیر اسلامی خیالات کا مرکز بن گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلامی شریعت میں کتر بیونت ہوگئی۔ اور قرآنی شریعت کی جگہ غیر قرآنی شریعت مسلمانوں میں رائج ہوگئی (جس طرح پنجاب میں مسلمان، شریعت کی جگہ رواج پر عامل ہیں) اگرچہ قرآن نے اپنی طاقت کو پیش کرنے میں پورا اہتمام کیا۔ تاہم جب تک اہتمام قائم رہا، اسلامی سوسائٹی ایک زندہ نظام تھی۔ لیکن جب مخالف قومیں غالب آگئیں تو پھر موجودہ مردہ صورت قائم ہوگئی۔

اگرچہ ہمارے وسیع تر، سوشل تعلقات میں، شریعت کا زور ختم ہو گیا ہے۔ تاہم محدود سوشل تعلقات میں وہ اب بھی ایک عنصر فعال کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور خصوصاً ہماری ذاتی روحانی زندگی میں، باستثنائے ان جماعتوں اور افراد کے جو، اس تہذیب لادینی کی چمک دمک ظاہری کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور اسلامی سوسائٹی صدیوں کی اقتصادی تمدنی اور سیاسی مصائب برداشت کرنے کے باوجود اپنی حیثیت کو محض اسی امر کی بدولت قائم رکھ سکی۔ پس ہمارا زوال اس لئے نہیں ہوا کہ ہم نے شریعت کی اتباع کی بلکہ اس لئے کہ ہم نے شریعت کو پس پشت ڈال دیا۔

ہم نے مدتوں تک مصائب کا شکار بنکر اس حقیقت کا احساس کیا ہے۔ اسی لئے اب ہر طرف سے یہ صدا آرہی ہے "پھر قرآن مجید کی طرف واپس جانا چاہیئے" اور مجھے اس امر کے اظہار میں مسرت ہے کہ بیدار شدہ اسلامی سوسائٹی، اگر اپنے آپ کو تبلیغ کی بدولت، مُزین کر رہی ہے تو وہ اپنی سوشل زندگی کو قرآنی اصولوں پر مبنی کرنے کے لئے بھی سخت کوشاں ہے۔

مسلمانوں کی اپنی تاریخ کے تلخ تجارب اور اس کے ساتھ ان کی آنکھوں کے سامنے ایک اور مذہبی جماعت کی خوفناک ناکامی، یہ دو باتیں مسلمانوں کو، اپنی اصلاح حال پر مجبور کر رہی ہیں۔ اور اس کے کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ قرآن مجید کی طرف مائل ہونے میں، مسلمان نہ صرف اپنی خوابیدہ قوتوں کو بیدار کریں گے بلکہ تمام دُنیا کو اخلاقی ہلاکت سے بچالیں گے۔ اور یہ وحی کی، عقل انسانی پر فتح کی ایک شاندار مثال ہوگی۔

بعثتِ نبویؐ سے قبل عربوں کی حالت

شراب - عورت اور جنگ

انقلاب عظیم

(جناب حسینہ بیگم صاحبہ)

نبی کریم صلعم سے قبل عربوں کی حالت کا صحیح نقشہ ایک عرب شاعر طرافہ کے چند اشعار کے مندرجۂ ذیل ترجمہ سے پیش کیا جا سکتا ہے۔

"اگر مجھے عالم شباب کی ان تین لذتوں کا تصور پریشان نہ کرتا تو مجھے اپنی فارغ البالی کی قسم، میں بستر مرگ پر اپنے احباب کی آمد سے ہرگز متاثر نہ ہوا ہوتا۔

اولاً۔ محتسب سے قبل بیدار ہونا اور بادۂ گلگوں کا چھلکتا ہوا ساغر نوش کرنا۔

ثانیاً۔ جب کوئی دشمنوں میں گھرا ہوا سپاہی مجھ سے استمداد کرے تو اپنے گھوڑے کو بڑھاتا ہوا، اس خوفناک بھیڑیئے کی طرح، اس کے پاس پہنچوں جو درختوں کے جھنڈ میں کسی انسانی آواز سے چونک پڑا ہو اور کسی چشمہ پر دوڑتا ہوا اپنی پیاس بجھانے گیا ہو۔ ثالثاً۔ ابر آلود دن ہو اور طلائی تاریکی ہو اور میں ایک شامیانہ میں جس میں ستون لگے ہوئے ہوں ایک نہایت حسین اور نہایت دوشیزہ سے اپنا دل بہلا رہا ہوں"۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت عظمیٰ سے قبل عربوں کی معاشرتی زندگی نہایت عیاشانہ اور بدعنوانیوں کا ایک سراپا مجسمہ تھی۔ شراب، عورت اور جنگ سے عربوں کو ایک خاص لگاؤ تھا۔ روزانہ خوبصورت اور حسین عورتوں کی صحبت۔ نوشا نوشی کا دور ہوتا تھا۔ اور اسی کو وہ اپنا مقصد حیات سمجھے ہوئے تھے۔ سنجیدگی اور غور و فکر سے ان کی طبائع نا آشنا تھیں۔ تلاش حقیقت یا جستجوئے حق کا خیال کبھی ان کے دماغ میں نہیں آیا تھا۔ ان کی زندگی مستقبل کے خیالات کو شامل نہ تھی۔ عرب قوم حال کی شان و شوکت اور عیش و عشرت میں مگن تھی۔ باوجود سچائی اور تقدس کے مذہب کو ان کی زندگی میں دخل نہ تھا۔ ماقبل اسلام عرب تعیش پسندانہ زندگی بسر کرنے کا عادی تھا۔ اس کی فطرت میں لامذہبیت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ہمت و مردانگی، بیجا سخاوت، دریادلانہ مہمان نوازی، قبائلی تعصب اور انتقام، قدیم عربوں کی خصوصیات میں داخل تھیں۔ ماقبل اسلام عرب بیگانیت یعنی لامذہبیت کی لعنت میں گرفتار تھے۔ اس کے اصولوں کو اصول اسلام سے ذرہ بھر لگاؤ نہ تھا۔ عربوں کی قدیم شاعری سے

ان کی لامذہبیت کی اچھی طرح آئینہ داری ہو سکتی ہے

فضیلت شراب

پکّے عرب میخوار تھے۔ ایک عرب فوراً ہی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے شراب ترک نہیں کر سکتا تھا۔ گولڈزیہر رقمطراز ہے کہ نشہ مے سے سرشار رہنا نیک اور راستباز عرب بھی فخر سمجھتے تھے۔ شراب کے متعلق عرب لوگ کہا کرتے تھے کہ "وہ دن میں دو بار شراب پیتا ہے۔ اور رات کو چار مرتبہ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ موٹا ہو رہا ہے اور اس کا منہ سوجا ہوا ہے" عرب شراب خوری پر روپیہ صرف کرنے کو فضول خرچی نہیں سمجھتا تھا۔

"المبرد" میں مذکور ہے کہ "جب ساغر مے مجھے مست کر دیتا ہے تو میرے محاسن آشکارا ہوتے ہیں۔ اور میرے احباب ورفقا کو مجھ سے خائف نہیں ہونا چاہیئے اور نہ میری حرص و طمع سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت ہے" خلاصہ کلام یہ ہے، شراب عربوں کی گھٹی میں پڑی تھی۔ عورتوں کی معیت اور صحبت میں اور جنگوں میں بغیر شراب پیئے رہنا بدمزگی اور بدذوقی پر محمول کرتے تھے۔

شراب، عورت اور جنگ ماقبل اسلام عرب کی زندگی کی اہم ضروریات تھیں۔ قبائل میں ہجو آمیز اشعار بھی پڑھے جاتے تھے۔ اور ان سے کسی خاص قبیلہ کی تحقیر و تذلیل مقصود ہوتی تھی۔ قبائلی تعصب کا نمایاں ثبوت قبیلہ بکر کے متعلق ایک روایت سے ملتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اس قبیلہ کے افراد قبول اسلام پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن انہوں نے یہ اعلان کیا کہ ہمیں اپنی غرض پوری کرنے سے نہ روکا جائے۔ اسلام باہمی جنگ سے روکتا ہے اور مسلمان کے قاتل کو گردن زدنی قرار دیتا ہے۔ ہمیں دیگر اسلامی قبائل کے قتل و غارت کی اسلام میں اجازت نہ دی جائیگی۔ پہلے ہم دل کی بھڑاس نکال لیں، پھر اسلام لائیں گے۔ اس سے باہمی رقابت اور بغض و عناد کا کافی پتہ چلتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے کافی عرصہ میں ان کے دماغ سے تباغض و تحاسد کا خیال دور کیا۔ اور ان کو ایک سلک اخوت میں پرونے کے لئے کافی دقت کا سامنا کرنا پڑا۔

قبائلی جنگ اکثر آباؤ اجداد کی مدح و ستائش سے وقوع پذیر ہوتی تھی۔ عرب اسلاف فروش واقع ہوئے تھے۔ ہر قبیلہ کا ایک جداگانہ شاعر ہوتا تھا جس کا کام مدح سرائی یا ہجو گوئی ہوتا تھا۔ ہجو کو ایک زبردست طاقت تسلیم کیا جاتا تھا۔ گولڈزیہر رقمطراز ہے کہ "تیر اندازوں کے ترکش کے تیر، ایک ہجو گو شاعر کے خدنگ کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتے تھے۔ نسل در نسل ان لفظی تیروں کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ جماعت میں شاعرانہ ہجو ایک ہیجان برپا کر دیا کرتی تھی اور سخت خطرناک نتائج پیدا ہوتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہجو کے ایک

شعر نے بنو نومیر کے تمام قبیلہ کو بدنام کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ کوئی اس قبیلہ کا فرد اپنے آپ کو اس قبیلہ سے منسوب کرتے ہوئے شرم محسوس کرتا تھا۔ یہ ہجو گوئی کی قوت کا حال تھا۔

مذہب اور بت پرستی

حضرت نبی کریم صلعم سے قبل "خدا کی وحدت" اور "وحدت خلق" کے یہ دو تخیلات عربوں کے عقائد کے منافی تھے۔ بنی نوع انسان یا خلق خدا کا تصور بھی کبھی عرب کے دماغ میں نہیں آیا تھا۔ عرب قبائل پرست تھے۔ معاشرتی وحدت یا اتحاد کو بھی قبائل ہی کے دائرہ میں محدود سمجھتے تھے۔ بے شمار مثالیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ عرب برادری قائم کرتے تھے تو خون آپس میں ملایا کرتے تھے۔ اور اس قسم کے افسانے بھی مشہور ہیں کہ ایک قبیلہ کے فرد نے دھوکہ دیکر اپنے آپ کو دوسرے قبیلہ کے افراد کا بیٹا مشہور کیا۔ جماعت میں اتحاد کا تخیل کبھی نہیں پیدا ہوا تھا۔ کوئی خاص منظم جماعت نہ تھی۔ لہٰذا حقوق العباد سے اعتنا نہیں کیا گیا۔ قبائلی جنگ تو ان کا روزانہ معمول تھا۔ عربوں کے ایام جہالت کی شاعری سے ان قبائلی جنگوں کا حال معلوم ہو سکے گا جنہیں سے بعض نسلاً بعد نسلٍ جاری رہیں۔

"وحدت حق" ان کی قوت متخیلہ سے ماورا نظریہ تھا۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا مظاہر قدرت میں جلوہ گر ہے۔ چنانچہ ستاروں کو خدا کی عظمت و جبروت کا مظہر سمجھا جاتا تھا۔ ہر مظہر کو خدا سمجھتے تھے ان تمام خداؤں کی قوت محدود تھی۔ ان کے مخصوص فرائض تھے۔ ان کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کر سکتے تھے اگر کوئی ماقبل اسلام عرب کسی خاص مقصد کے لئے دعا مانگتا تھا تو خاص ہی خدا اس کا اہل سمجھا جاتا تھا ان مختلف خداؤں کے بتوں کی شکل کی پوجا کی جاتی تھی۔ اور ان کو مندر میں پاک و صاف جگہ رکھا جاتا تھا ظاہر ہے کہ عرب اپنے خداؤں کا احترام کرتے تھے۔ اور مختلف مقاماتِ مقدسہ کی زیارت بھی کرتے تھے۔ مندروں میں قربانی کی رسم بھی ادا کی جاتی تھی۔ دیوتا یا تو پتھر کاٹ کر بنائے جاتے تھے۔ یا لکڑی کے ہوتے تھے مصیبت کے وقت کاہنوں سے مشورہ کرتے تھے اور اپنے مستقبل کے متعلق دریافت کرتے تھے۔ لیکن یہ تمام رواجی پرستش محض بناوٹ معلوم ہوتی تھی۔ ان میں کوئی خاص مذہبی حس نہ تھی۔ دعوئے مذہبیت کا تھا۔ لیکن تھے پرلے درجے کے لامذہب۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت

حضرت نبی کریم صلعم سے قبل عربوں کی عام حالت یہ تھی۔ مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے قبل از اسلام عرب عیاش

اور عیش پسند تھے۔ اخلاص و محبت اور اطاعت الٰہی کا نام تک ان میں نہ تھا۔ حسد۔ مکر۔ اور عیاشی کا مجسمہ تھے۔ ہمدردی، احساس اور شرافت سے کوسوں دور تھے۔ تکبر اور ضد کو اطاعت پر ترجیح دیتے تھے۔ وفاق، اور آشتی کے بجائے نفاق و شقاق کا دور دورہ تھا۔

لہذا ظاہر ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کو عربوں کی قومی تعمیر میں کسقدر صعوبتوں اور دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہوگا۔ یہ ایسا کام تو تھا ہی نہیں جو آسانی سے سرانجام دیا جا سکے۔ زندگی اور موت کا سوال تھا۔ لیکن آپ نے جرأت و ہمت کو کام میں لاتے ہوئے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ اور پھر جو قدم اٹھا دہ پیچھے نہیں ہٹا، یہاں یہ امر قابل تسلیم ہے کہ آنحضرت صلعم سے پیشتر بھی دیگر اشخاص نے عربوں کی اصلاح کا احساس کیا۔ لیکن عملی قدم آپ نے ہی اٹھایا۔ اس ضمن میں چار اشخاص قابل تذکرہ ہیں۔ ورقہ بن نوفل۔ عبیداللہ بن جحش۔ عثمان بن حوارثہ اور زید بن عمرو۔ یہ چار اشخاص اصلاح کے حامی تھے۔ اور عربوں کے میلوں اور عیاشیوں میں حصہ نہیں لیتے تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے کہتا تھا۔ تم جانتے ہو کہ تمہاری قوم اپنے دین پر قائم نہیں۔ انہوں نے ابراہیمی مذہب کی تغلیط کی ہے۔ ہم کیوں ایک ایسے پتھر کے گرد چکر لگائیں جو نہ دیکھ سکتا ہے نہ سن سکتا ہے۔ نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ کوئی اور مذہب تلاش کرو۔ کیونکہ تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔" اس سے ہم آسانی سے قیاس کر سکتے ہیں کہ قبل از اسلام عربوں میں ایسے اشخاص تھے جنھیں اصلاح کا احساس ہو گیا تھا لیکن عملی کام شروع نہیں کیا گیا تھا۔ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت اقدام کا شرمندۂ احسان ہے۔ آپ ایسے وقت رونق افروز ہوئے جب اصلاح کا خیال ذہن نشین ہو چکا تھا بعض ذی خیال عربوں میں مذہبی ہیجان کی لہر دوڑ رہی تھی۔ قدیم الخیال عربوں میں اصلاح کا خیال پیدا ہو رہا تھا۔ حضرت نبی کریم صلعم نے اس زرین موقعہ سے فائدہ اٹھایا۔ یہی اصلاحی اقدام آپ کی عظمت کا بیّن ثبوت ہے۔

آپ کی فطرت عالیہ شرک کی لعنت کو کب گوارا کر سکتی تھی۔ عربوں کی نفسانی اور عیاشانہ زندگی آپ کو کس طرح بھا سکتی تھی۔ اس لئے آپ کے دل میں ان کے انسداد کا خیال پیدا ہوا۔ جلد ہی آپ معاندین کے ناجائز حملوں کا نشانہ بن گئے۔ اہل مکہ پرستش اصنام میں آپ کی دراندازی کو برداشت نہ کر سکے آپ پر ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ حتٰے کہ آپ اپنے وطن مالوف مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ان مخالفتوں سے آپ کو اور تقویت حاصل ہوئی۔ اور آپ نہایت تندہی کے ساتھ اس کام میں مشغول ہو گئے

آپ مکہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے۔ آپ کے دین اسلام کی فتح کا یہ پہلا نشان تھا۔ آہستہ آہستہ عربوں میں آپ کی اصلاحات کا اثر ہوتا گیا۔

شراب کی ممانعت کردی گئی۔ عورت کا مرتبہ مرد کے مساوی قرار دیا گیا۔ قبائلی جنگوں کا خاتمہ ہوا۔ اور تشتت و افتراق کے بجائے صلح و آشتی کا سماں پیدا ہو گیا۔ شرک و بت پرستی کو وحدانیت میں مدغم کر دیا۔ اور پیغام سنایا کہ خدا واحد ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔ خالق ہے۔ اس انقلاب سے ایک جدید سنہ کا افتتاح ہوا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کے ذریعہ عربوں کو خالصتہً توحید ربی کا پیغام سنایا۔ ان کی زندگی میں سنجیدگی پیدا کی۔ جماعتی بداعتدالیوں کی بیخ کنی کی۔ منافرت اور باہمی اجنبیت کو دور کیا۔ اور ان کو تہذیب و تمدن کا علمبردار بنا دیا۔

امن اور ترقی کا مذہب

(جناب مولوی عبد الکریم صاحب)

اسلام کیا ہے؟ جیسا کہ عام طور سے غیر مسلم یقین کرتے ہیں، اسلام اس معنے میں حضرت محمد صاحب (صلعم) کا مذہب نہیں ہے جس میں بودھ مذہب، مہاتما بدھ کا، یا مسیحیت، جناب مسیح کا ہے "محمدیت" تو دراصل ایک غلط نام ہے جس کا اسلامی تاریخ میں کہیں پتہ نہیں ہے۔ یہ لفظ ازمنہ وسطےٰ کے یورپی لٹریچر کی تخلیق ہے۔ اور مسیحیت پر قیاس کر کے بنایا گیا۔ محمدیت کے اگر کوئی معنے ہو سکتے ہیں تو یہ کہ وہ اسلام کی وہ صورت ہے جس کی تبلیغ آنحضرت صلعم نے کی۔ اسلام تو آنحضرت صلعم سے پہلے جس قدر انبیا گذرے مثلاً نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ داؤدؑ۔ موسیٰؑ۔ اور مسیحؑ سب کا مذہب تھا یعنی خدا کی کامل اطاعت جو کہ ہمارا حاکم ہے۔ اور اس کے اور اس کی مخلوق کے ساتھ کامل صلح۔ ہر سچا مذہب خواہ آپ اس کا نام کچھ رکھیں، خدا کی طرف سے آیا۔ اور پیغمبر کو خدا ہی نے مخلوق کی رہنمائی کے لئے بھیجا تھا۔

مذہب اور دین میں یہ فرق ہے کہ مذہب خارجی پہلو کا اظہار کرتا ہے۔ اور دین سے مراد وہ تصور ہے جو آپ خدا اور کائنات کے متعلق رکھتے ہیں۔ اور مذہب سے مراد، اس کی ظاہری رسوم طرز عبادت اور وہ اصول ہیں جو ہماری زندگی پر حاوی ہیں۔ بلحاظ اپنی نوعیت کے دین ابتدا سے ایک ہی رہا ہے۔ عالمگیر۔ کامل اور دوامی۔ لیکن مذہب کے بارہ میں اختلاف رہا ہے۔ وہ مقامی۔ عارضی اور اپنی نوعیت میں مشروط رہا ہے۔ پس ہر ایک نبی نے اگرچہ ایک ہی دین کا اعلان کیا۔ لیکن اسے مذہب مختلف اختیار کرنا پڑا۔ تاکہ وہ اپنے زمانہ کی مخصوص ضرورت کو پورا کر سکے مثلاً مقامی ضروریات، انسانی ترقی کے مقتضیات، مختلف اقوام کی مخصوص ضروریات۔ جو کہ جغرافیائی، نسلی، قومی، تمدنی لسانی اور سیاسی اعتبار سے باہم دگر مختلف تھے۔

آنحضرت صلعم کی بعثت نے مقامی مذاہب، اور قومی انبیاء کے دور کا خاتمہ کر دیا۔ اور آپ نے ان تمام غلط فہمیوں اور خرابیوں کا ازالہ فرما دیا۔ جو عام طور سے مختلف مذاہب میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اور آپ نے ایک کامل اور عالمگیر مذہب دنیا کے سامنے پیش کیا۔ لہذا آپ اسلام کو جملہ مذاہب کی تکمیل اور تائید کہہ سکتے ہیں اسی لئے اصول کے لحاظ سے اسلام اور مسیحیت میں بشرطیکہ آپ مسیحیت سے انسانوں کے بنائے ہوئے عقائد حکمانہ

خارج کردیں۔ کوئی اصولی فرق نہیں ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں ہے کہ انسان کی ترقی کی حد ہو چکی ہے۔ اور مزید ترقی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ مذہب محدود مقامی اور قومی منزل سے نکل کر مستقل اور عالمگیر منزل میں پہنچ گیا ہے۔

مختلف مذہبی فرقوں کی تشکیل } بہت سے لوگ تعلیم اور معلومات کے فقدان کی وجہ سے دین اور مذہب کا حقیقی مفہوم اور اس کے متعلقات کو نہ سمجھ سکے۔ انہوں نے مذہب کی رسوم، ظاہری ارکان اور عبادتوں کو دین قرار دے دیا۔ اس طرح وہ اپنے مذہبی عقائد میں باہمد گر اختلاف کرنے لگے۔ اور انہوں نے مختلف فرقے بنالئے۔ جن میں سے ہر ایک فرقے کا دعویٰ یہ تھا کہ میں ہی خدا کا پسندیدہ فرقہ ہوں۔ اور صرف میں ہی نجات کا وارث بنوں گا۔ اس طرح نہایت تلخ مذہبی مناظرے اور مناقشے پیدا ہو گئے۔ جنھوں نے انسانی نسل میں اختلاف و انشقاق پیدا کر دیا۔ اسلام نے ان جھگڑوں کا یہ کہکر خاتمہ کر دیا کہ ابتدائے آفرینش سے تا ایندم صرف ایک ہی دین (دین الٰہی) دنیا میں قائم رہا ہے۔ جسے تمام پیغمبروں نے یکساں طور پر پیش کیا۔ ہاں اُن کے مذاہب میں اختلاف تھا۔ جو محض اختلاف حالات کا نتیجہ تھا۔ لہذا نجات کسی خاص فرقہ میں داخل ہونے اور اس کا نام اختیار کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ حقیقی دین کی روح کو زندگی میں داخل کرنے اور اس کے مطابق خیالات و الفاظ و افعال بجالانے سے۔

کتاب اسلام } اسلام کی کتاب قرآن مجید، عقائد تحکمانہ کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اور نہ وہ آلہیات پر کوئی ضخیم تصنیف ہے۔ بلکہ ایک معاشرتی، تمدنی، دیوانی، تعزیری، اقتصادی، جنگی، بین الاقوامی اور مذہبی دستور العمل ہے۔ جو ہر اُس بات میں جو انسانی زندگی کی بہبود سے متعلق ہو سکتی ہے رہنمائی عطا فرماتی ہے از مہد تا لحد۔ اگرچہ اس کتاب میں انسانی زندگی کی جملہ ضروریات کا کافی سامان موجود ہے اور ہر مسئلہ کا جواب مل سکتا ہے۔ تاہم یہ کتاب نہایت مختصر ہے۔ اس کی تمام تعلیمات صرف ۶۶۶۶ آیتوں میں سما گئی ہیں۔ یہ کتاب عربی ادب کا شاہکار ہے۔ اور تمام دنیا میں اپنی فصاحت و بلاغت کے لئے مشہور ہے اور اپنی پاکیزہ طرز اور دلپذیر اسلوب بیان اور بلندیٔ خیالات و رفعت تخیل کے اعتبار سے بے نظیر ہے۔ برخلاف دوسری مقدس مذہبی کتابوں کے، قرآن مجید ہمارے پاس، آج تک اپنی اصلی پاکیزگی کے ساتھ محفوظ رہا ہے۔ اس کی صحت اور صداقت اور درستی متن میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اس کا منجانب اللہ ہونا ہی آنحضرت صلعم کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ آپ نے صرف قرآن کو اپنا معجزہ قرار دیا ہے۔ چونکہ

عرب کے بت پرست، اس کتاب کی فصاحت و بلاغت کے مقابلہ میں ایک آیت بھی نہ بنا سکے۔ اگرچہ ان کی زبان اس وقت ادبیت کے لحاظ سے بہت بلند پایہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اس کتاب کے منجانب اللہ ہونے پر کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور آج تیرہ سو صدیوں کے بعد بھی بنی نوع آدم کا غیر متزلزل رہنما ہے۔ اس کی تعلیمات خالصتہً عقلی ہیں۔ اس میں کوئی بات تحکمانہ انداز میں بیان نہیں کی گئی ہے۔ اور وہ توحید، اخوت، مساوات، حریت، جمہوریت، عالمگیریت اور وحدت کے متعلق بہترین اصولوں کی تعلیم دیتی ہے۔ اسی کتاب نے سب سے پہلے دنیا کو توحید آلہی اور اخوت انسانی کے حقائق سے آگاہ کیا۔

اسلام کی تین بنیادی وحدتیں } وہ تین بنیادی وحدتیں جن پر قرآن مجید کا سارا پیغام مبنی ہے یہ ہیں: (۱) توحید امت (۲) توحید ربوبیت (۳) توحید عبادت۔ یعنی (۱) بنی نوع آدم کی قومیت کی وحدت (۲) رب کی وحدت جو کہ سب کا پالنے والا، پیدا کرنے والا، پرورش کرنے والا۔ اور محافظ ہے۔ (۳) عبادت کی وحدت اور اس قادر مطلق کی وحدت جس کی اطاعت ہر شخص پر فرض ہے۔ اگرچہ ملک، رنگ، نسل اور زبان کے اختلاف نے بنی نوع آدم کو ہزاروں طبقات میں منقسم کر دیا ہے۔ پھر بھی وہ آدمؑ اور حوا کے واحد خاندان کے افراد ہیں اور نوع انسانی کی واحد قوم ہیں۔ خدا کو مختلف ناموں سے پکارنے اور مختلف زبانوں میں مختلف معابد میں مختلف طریقوں سے اس کی پرستش کرنے کی بنا پر خدا کی واحد مطلق اور ازلی حقیقت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی۔ جبکہ انسان کا خالق ایک ہے تو اسے اس کی حکومت مطلقہ کو تسلیم کر کے اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔ اور اسی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔

اسلام کی سادگی } سادگی اسلام کا طغرائے امتیاز ہے۔ اس کی تعلیم فسانوں اور داستانوں کے پردہ میں مستور نہیں ہے۔ اور نہ اس میں اسرار اور غیر معقولیت ہے نہ وہ ناقابل عمل ہے۔ اور نہ اس میں کوئی غیر قابل حصول امر موجود ہے۔ وہ انسان کی عقل کو بھی اپیل کرتی ہے اور اس کے فطری جذبات کو بھی۔ وہ سائنس کے ساتھ مطابقت کلی رکھتی ہے۔ اور فطرت کے ذرہ ذرہ میں لکھی ہوئی ہے۔ عظیم الشان آفتاب سے لے کر گھاس کی چھوٹی پتی تک۔ اسلام کی رو سے، کائنات کا ہر ذرہ، توازن عامہ قائم رکھتے ہوئے، بآواز بلند اس خدا کی اطاعت کا اعلان کر رہا ہے جو تمام دنیا کا مذہب ہے۔ جسے سائنسداں قوانین فطرت کہتے ہیں۔ مذہبی اصطلاح میں اسے مشیت ایزدی کہتے ہیں۔ جس کو آپ کتاب فطرت میں پڑھ سکتے ہیں۔ اسلام صرف خدا کی مشیت کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کا نام ہے۔" پس کیا وہ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی تلاش

میں ہیں۔ حالانکہ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے سب اسی کی اطاعت کرتے ہیں۔ طوعاً یا کرہاً اور سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے" آرنلڈ لکھتا ہے کہ "اسلام کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ، اسلامی تعلیمات کی سادگی ہی تھی یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک مسلم کو صرف ان دو باتوں پر ایمان لانا پڑتا تھا یہ سادہ مذہب انسان کو ایمانی مشکلات میں نہیں ڈالتا۔ اور ادنے ترین عقل کا آدمی اس کو سمجھ سکتا ہے چونکہ اس کے اندر الہیاتی پیچیدگیاں نہیں ہیں اس لئے معمولی مذہبی لیاقت کا آدمی بھی اس مذہب کی تشریح بآسانی کر سکتا ہے۔ اس کلمہ کا نصف اول اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے جسے ہر شخص بطور اصول موضوعہ تسلیم کر رہا ہے۔ اور دوسرا نصف حصہ خدا کے ساتھ انسان کے اس تعلق پر مبنی ہے جو تمام دُنیا میں مسلم ہے۔ کہ دُنیا کی تاریخ کے مختلف زمانوں میں خدا تعالیٰ ایسے لوگ مبعوث کرتا رہتا ہے، جو اس کی مرضی کو دُنیا پر آشکارا کرتے رہتے ہیں"

پروفیسر مانٹیل لکھتا ہے "ایک مذہب جو اس قدر سادہ ہو اور الہیاتی موشگافیوں سے اس درجہ پاک ہو اور اس لئے عام لوگوں کی بآسانی سمجھ میں آ سکتا ہو۔ اس میں بلاشبہ انسانوں کے دل میں گھر بنانے کی صلاحیت موجود ہوگی۔ اور اسلام میں فی الحقیقت یہ صلاحیت موجود ہے"

اسلام کی عالمگیریت ؛ مذہب میں اسلام نے عالمگیریت کی تبلیغ کی ہے۔ اور یہ اس کا نہایت امتیازی پہلو ہے۔ اور اپنے تخیل کے لحاظ سے اتنا ہی وسیع ہے جس قدر انسانیت کا دائرہ وسیع ہو سکتا ہے۔ یہ صرف کسی ایک قوم کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ اسلام میں خدا کا تصور رب العالمین کے رنگ میں کیا گیا ہے۔ اور قرآن مجید کی پہلی ہی آیت بنی نوع آدم کی وحدت کا اعلان کرتی ہے۔ اس میں اللہ کو رب العالمین بیان کیا گیا ہے۔ یعنے وہ سب مخلوقات کا پیدا کرنے۔ پالنے والا، اور رہنما ہے۔ نہ کہ صرف بنی اسرائیل یا کسی خاص قوم کا۔ کسی جگہ یہ نہیں لکھا ہے کہ خدا رب المسلمین ہے۔" یقیناً جو لوگ ایمان لائے۔ اور جو یہودی، نصرانی اور صابی ہیں۔ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اور نیکی کے کام کرتا ہے انہیں خدا کی جناب سے جزا ملے گی۔ اور ان کے لئے کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہونگے"

(القرآن)

" اور وہ کہتے ہیں کہ جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا۔ مگر یہودی یا عیسائی۔ یہ سب ان کے منہ کی باتیں ہیں کہدے! اس کا ثبوت پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ بلکہ جو خدا کی اطاعت کرتا ہے۔ اور نیکی کرتا ہے اسے خدا کی

جناب سے جزا ملے گی۔ نہ انہیں خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے " (القرآن)

پس اسلام کی رو سے تمام سچے مذاہب کا مطمح نظر اور ان کی منزل مقصود یکساں ہے۔ اگرچہ اس کے حصول کے راستے مختلف ہوں۔

اسلام تمام انبیاءؑ کی عزت کا حکم دیتا ہے

ایک مسلمان، قرآن مجید کے قطعی احکام کی رو سے پیغمبران عالم میں کوئی امتیاز قائم نہیں کر سکتا اسے تمام انبیاءؑ اور تمام کتب پر ایمان لانا ضروری ہے جن کو خدا نے وقتاً فوقتاً دنیا میں بھیجا۔ اپنے رسول مقبول کے ساتھ اسے دیگر انبیاءؑ مثلاً داؤدؑ۔ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور تمام انبیاءؑ پر ایمان لانا واجب ہے

" ہم خدا پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو اس نے نازل کیا۔ اور جو ابراہیمؑ، موسیٰؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اسباط پر نازل ہوا۔ اور جو کچھ دیگر انبیاءؑ کو خدا کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان پیغمبروں میں کوئی امتیاز نہیں کرتے۔ اور صرف خدا ہی کی اطاعت کرتے ہیں" (القرآن)

" اور ہم نے اے محمدؐ تم سے پہلے بھی دنیا میں رسول بھیجے بعض کا ہم نے تم سے ذکر کیا ہے اور بعض کا نہیں کیا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم بعض انبیاء پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر نہیں۔ اور اس معاملہ میں ایک درمیانی راستہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ دراصل کافر ہیں۔ اور ہم نے کافروں کے لئے سخت سزا مقرر کی ہے لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں کوئی امتیاز نہیں کرتے۔ ان کو ہم ضرور جزاء دیں گے۔ اور خدا بڑا رحیم اور مہربان ہے "

میں نے یہ طویل آیات اس لئے نقل کی ہیں کہ میں تمام انبیاءؑ کے احترام کے نکتہ کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ اور نہ صرف ان پر جو اس حقیقت سے ناواقف ہیں بلکہ ان پر بھی جو مذہبی جوش میں اسے نظر انداز کر جاتے ہیں۔

اسلام میں سفارش کا اصول نہیں ہے

اسلام کی رو سے ہر شخص اپنے افعال کا خود ذمہ دار ہے جبکہ ایک طرف انسان ان امور کا ذمہ دار نہیں جو وہ نہ کرے۔ تو دوسری طرف کوئی اور شخص اس کے افعال کا کفارہ ادا نہیں کر سکتا۔ اسلام کی رو سے انسان بے گناہ پیدا ہوا ہے۔ اور وہ اپنے اجداد کے گناہوں کا مطلق ذمہ دار نہیں ہے۔ اور نہ کوئی اور شخص اس کے گناہ معاف کر سکتا ہے۔ اس طرح اسلام ہر فرد میں انفرادی ذمہ داری کا احساس

پیدا کرتا ہے۔ اور خدا اور بندہ کے درمیان کسی ہستی کو وکیل نہیں قرار دیتا۔ ایک مسلمان اپنے خیالات، اقوال اور اعمال کا خود ہی خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔ اور وہ اپنے اعمال صالحہ کی بنا پر اپنی نجات کا خود انتظام کرتا ہے جس میں کسی وکیل کی مداخلت نہیں ہو سکتی۔ اسلام کسی نظام مقدس یا اجارہ داریت کا قائل نہیں ہے۔ اور کوئی وکیل کسی مسلمان کو جنت کا پاسپورٹ عطا نہیں کر سکتا۔ عیسائی پادری، بودھ بھکشو، یہودی احبار، ہندو پروہت کے یہ دعاوی کہ وہ خدا اور بندہ کے درمیان شفیع ہیں، اسلام میں انتہائی گستاخی کی باتیں ہیں۔ مسلمانوں میں جو سب سے افضل ہوتا ہے وہ آسانی عبادت میں رہنمائی کر سکتا ہے۔

اسلام دنیاداروں کا مذہب ہے

انسان جو کہ بالطبع سوشل ہے۔ اپنی رہنمائی کے لئے ایک ایسا مذہب چاہتا ہے جس کا دنیاوی معاملات سے براہ راست تعلق ہو۔ چنانچہ اسلام ایسا ہی مذہب ہے۔ جو انسان کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اور انسانوں کی خدمت کو فرض قرار دیتا ہے۔ وہ زاہدوں کا مذہب نہیں جو تارک الدنیا ہیں اور تنہائی، اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔

اسلام نے اہلی زندگی کو نظام تمدن کی بنیاد قرار دیا ہے۔ اور شادی کو معاشرتی پاکیزگی، تقویٰ اور بہبود عام کی شرط قرار دیا ہے۔ چنانچہ خاندان کی پرورش کرنا اور بچوں کو پالنا، انسان پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ اور مطیع فرزند، رحیم شوہر اور مہربان باپ ہونا، اسلام میں بڑی نیکی ہے۔ اس طرح اسلام نے تمام دنیاوی زندگی کو مقدس کر دیا ہے اور یہ اس کا طغرائے خصوصی ہے۔ اسلام نے تجرد اور رہبانیت دونوں کو ناجائز قرار دیا ہے۔ جبکہ مسیحی علماء نے اپنے زمانہ کی بدکاریوں کو تجرد کی سماوی خوبیوں کے ذریعہ سے دور کرنا چاہا اور تجرد کی ملکوتی صفت پر زور دیا۔ اسلام نے تجرد کے خلاف زبردست احتجاج کیا۔ بایں معنیٰ کہ وہ کوئی بڑی خوبی ہے۔ اس نے مصنوعی نیکیوں کو ایک طرف ہٹا دیا اور رہبانیت کی جگہ مردانگی پر زور دیا۔ اسلام کی رو سے انسان کی خوبی یہ نہیں کہ وہ اپنے فطری جذبات کو فنا کر دے۔ بلکہ یہ کہ وہ ان پر قابو حاصل کرے۔ تاکہ ان کو انسانیت کی بہبود میں استعمال کر سکے۔ پس اسلام نے خدمت اور قربانی کی زندگی کو، انسانی ہستی کا سرتاج بنایا ہے۔

(باقی آئندہ)

اسلام کے محاسن

(از مسٹر ایم، آئی، ایم، حنیفہ بی، اے (لنڈن)

قرآن حکیم کا ارشاد ہے :۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه وهو فی الاخرة من الخاسرین ٭ جو کوئی بھی اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی خواہش کرے گا۔ اس کا یہ مذہب اللہ کے ہاں قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔

انسان میں مذہبی علم و عرفان پیدا کرنے کے لئے دُنیائے تاریخ کے مختلف سٹیجوں پر بہت سے ملہم من اللہ پیغامبر ظہور میں آئے اور قوموں اور قبائل کو اسلام کا پیغام سنایا۔ داؤد علیہ السلام نے زبور کی صورت میں اس پیغام الٰہی کی اشاعت کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے توریت اور صحف آلہیہ کی وساطت سے یہی پیغام دیا۔ عیسٰے علیہ السلام انجیل کی صورت میں اس چیز کو سمجھانے آئے۔ اور اسی طرح اور بہت سے پیغامبر، صحف آلہیہ۔ اور آخر میں ختم المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم لے کر، یہی درس دینے آئے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے :۔ شرع لکم من الدین ما وصّٰی به نوحاً والذی اوحینا الیك وما وصینا به ابراهیم وموسٰی وعیسٰے ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه ٭ (۴۲ : ۱۳) اللہ نے اس مذہب کو تمہارے لئے مقرر فرمایا ہے جس کا اس نے نوحؑ کو حکم دیا۔ اور تجھ پر بھی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے اسی کی وحی نازل فرمائی ہے۔ اور اسی کا ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسٰےؑ کو بھی حکم دیا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں کچھ فرق نہ ہو۔

اسلام امن و سکون کا مذہب ہے اور یہ اپنے اندر اتنی ہی وسعت رکھتا ہے جتنی کہ خود انسانیت میں ہے۔ اسلام سے مراد ہے امن، و سکون، اور اس اللہ کی رضا کے سامنے، پورے طور پر سر نیاز خم کر دینا جو تمہاری بھلائیوں اور خوبیوں کا مرکز ہے۔

قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے :۔ بلٰی من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون۔ (۲ : ۱۱۲) (ترجمہ) ہاں جو اللہ ہی کا ہو جاتا ہے اور عمل صالح کرتا ہے۔ اس کا رب اس کو اجر دیتا ہے۔ اس کو کوئی خوف نہیں اور نہ غم۔

اسلام ہی ایک مسلمان کی طرف سے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے دعا ہے۔ اور وہ لوگ جو جنت میں ہونگے اسلام ہی ان لوگوں کی ایک دوسرے کے لئے دعا ہوگی۔ کیونکہ قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے :۔ "وہ لوگ جنت میں سُوائے امن وسلامتی کے کوئی اور بیہودہ چیز نہیں سُن پائیں گے۔"

ابتدائی پیغمبروں نے اسلام کا پیغام صرف چند قبائل یا قوموں کو سنایا لیکن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کے لئے مبعوث ہوئے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے :۔ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين۔ "ہم نے تمہیں سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

اسلام کی تعلیمات کی ہمہ گیری کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان پر عمل پیرا ہونے سے نہ صرف مسلمانوں کو فائدہ پہنچا ہے بلکہ ان سے ان لوگوں نے بھی بہت بڑا فائدہ حاصل کیا ہے جو ابھی تک ان سے انکاری ہیں مگر ان میں سے بہت عظیم الشان اصولوں کو اپنا لیا ہے۔

ڈاکٹر لبز کا قول ہے کہ " اگر یورپ میں، اسلام کو بنیاد قرار دے کر کوئی نظام بنا یا گیا تو اس وقت سوشلسٹ اور غیر سوشلسٹ کا کوئی جھگڑا نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اسلام میں انسان کو ناامید ہونے کی تعلیم نہیں دی گئی۔ اور یہی ناامیدی ہماری تہذیب کا سب سے بڑا جوہر، مقصد اور نتیجہ ہے۔"

چونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے آخری پیغامبر تھے۔ اس لئے ان کے ہاتھوں اسلام اپنے عروج وکمال کو پہنچ گیا۔ سب سے آخری پیغام جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی صورت میں اللہ کی طرف سے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ملا وہ یہ تھا :۔ اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا۔ "آج کے دن میں نے تمہارے مذہب کو مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں۔ اور اسلام کو تمہارے لئے دین کے طور پر چن لیا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نئے مذہب کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی انسان کو کوئی نیا پیغام سنایا۔ بلکہ اس پیغام کی تصدیق وتثبیت فرمائی جو آپؐ سے پہلے رسولوںؑ نے سنایا تھا۔ اور اللہ کی وحدانیت کی اور اس کی طرف سے ایک خاص مشن کے لئے رسول بنائے جانے کی تعلیم دی۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے :۔

قولوا اٰمنا بالله و ما انزل الينا وما انزل الى ابراهيم و اسمعيل و اسحق و يعقوب والاسباط وما اوتي موسى وعيسى و ما اوتي النبيون من ربهم لا نفرق بين احد منهم ونحن له مسلمون (۲:۱۳۶) ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا۔ اور اس پر جو ابراہیم

اسمٰعیلؑ ۔ اسحاقؑ ۔ یعقوبؑ اور دوسرے قبائل پر اتارا گیا۔ اور اس چیز پر بھی جو موسیٰؑ ۔ عیسیٰؑ اور رسول پاک پر اللہ کی طرف سے اتارا گیا ۔ ہم ان میں سے کسی میں کوئی تفریق نہیں کرتے ۔ اور اس ذات واحد کی ہم اطاعت کرتے ہیں ۔"

اسلام نے جس کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ، تمام ان برائیوں اور ظالمانہ رسوم ورواج کا قلع قمع کردیا جو کسی زمانہ میں پہلے انبیاءؑ کی تعلیمات میں مخلوط ہو گئے ۔

ڈیون پورٹ کہتا ہے :۔ " اسلام نے اس بچہ کشی کی عادت کو جو اس وقت اس کے چاروں اطراف کے ملکوں میں رائج تھی ، ختم کردیا ۔ اس نے غلامی کا خاتمہ کردیا ، جو تمام غلاظتوں اور ناپاکیوں کا منبع تھی ۔ اس نے نہ صرف مسلمانوں میں عدل وانصاف کو یکساں طور پر رواج دیا ۔ بلکہ ان لوگوں میں بھی جو اس کے زیر حکومت آئے ۔ اس نے ریاست کے محصول میں جو ریاست کی آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہے کمی کردی ۔ اور دس فیصدی سے زیادہ نہیں بڑھنے دیا ۔ اس نے تجارت سے محصول اور اس کے راستہ سے تمام دوسری رکاوٹیں دور کردیں ۔ اس نے تمام دوسرے مذاہب کے مذہبی رہنماؤں اور معابد سے ہر قسم کے محاصل دور کردیئے اور ان پر کسی قسم کا مذہبی ٹیکس عائد نہیں کیا ۔ جوا زنا ، قتل وخون اور بتوں کی پرستش ۔ یہ سب چیزیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی بدولت دور ہو گئیں اور ایک بار پھر اسلام کا پیغام حق وصداقت ، پوری عظمت اور شان وشوکت کے ساتھ ، عرب میں سنا گیا ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ، جنھوں نے اسلام کی مقدس تعلیمات کی اشاعت فرمائی ، کسی غیرفانی زندگی کے مالک نہ تھے ۔ وہ ایک عام انسان تھے ۔ جنھوں نے قدرت کی تعلیم گاہ میں تعلیم سے فراغت حاصل کی ۔

" ہیرو پیغمبر کے لباس میں " کے عنوان سے یہ مضمون لکھتے ہوئے کارلائل کہتا ہے :۔

" صحرا کے گہرے غور وفکر رکھنے والے ، سیاہ چشم اور وسیع دل رکھنے والے فرزند کی دُنیا ، تمناؤں اور جذبات کی دُنیا نہیں تھی بلکہ اس سے بہت مختلف تھی ۔ اس خاموش اور بڑے دل والے بزرگ کو نیک نیت کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا ۔ اسے خود فطرت نے نیک نیت اور مخلص بنایا تھا ۔ جبکہ دوسرے ، نظریات اور خیالات کی دُنیا آباد کئے ہوئے تھے ، اسے اس خیالی دُنیا سے کوئی تعلق نہ تھا اور نہ ہی دلچسپی ، وہ اپنی روح اور حقائق کے ساتھ تنہا تھا ۔ اس کائنات کا سب سے بڑا راز ، اپنے تمام خطرات ، اور اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ اس پر ظاہر ہوا ۔ دُنیا کی کوئی رسم اور مفروضہ اس ناقابل انکار حقیقت کو نہ چھپا سکا ۔

" یہ میں ہوں "

اس قسم کے اخلاص اور نیک نیتی کو بلا شبہ ہم ایک مقدس چیز کہہ سکتے ہیں۔ اس قسم کے شخص کا قول قدرت کے سینہ سے براہ راست اٹھی ہوئی آواز ہے۔ انسان اس صدا کو لازمی طور پر سنیں گے۔ ورنہ اور کوئی آواز قابل سماعت نہیں کہ یہ سب پھیکی اور بے حقیقت ہیں۔ ابتدا ہی میں سیر و سیاحت کے وقت ہزاروں قسم کے خیالات اس کے دماغ میں آتے رہے" میں کیا ہوں؟" یہ بے انتہا گہری کائنات جس میں میں رہتا ہوں کیا ہے؟ زندگی کیا ہے؟ موت کیا ہے؟ مجھے کس چیز پر ایمان رکھنا چاہیئے؟ مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ غار حرا اور صفا کی چٹانوں اور وسیع ریتیلے میدانوں نے ان سوالات کا کوئی جواب نہ دیا۔ سر پر محیط، وسیع اور تاروں بھرے آسمان نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ ان میں اس کے سوالوں کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ اس انسان کی اپنی روح اور اس پر اللہ کے الہام کو اس کے تمام سوالات کا جواب دینا تھا۔"

اسلام کی تعلیمات نے دن بدن انسان کو خدا کی ذات سے قریب تر کر دیا۔ ان تعلیمات نے انسان کے اندر دبے ہوئے مقدس شعلہ کو چمکا دیا۔ اور اس کو یہ سمجھا دیا کہ وہ اشیا کی تخلیق اور ان کی ترتیب میں ایک اہم جزو ہے۔ اسلام نے خدا کی وحدانیت کی تعلیم دی۔ اس نے انسانی مساوات اور ایک ایسی عملی برادری کو روشناس کرایا جس کی مثال دنیا میں نہ اب تک کوئی موجود ہے اور نہ ہی آئندہ ہوگی۔ یہی وہ صحیح اور اصلی بنیاد ہے جس پر اسلام کی جداگانہ تعمیر کی گئی ہے اور جس کا ثبوت حج اور نماز کی صورت میں ملتا ہے۔ نماز میں بادشاہ اور فقیر سب ایک ہی صف میں شانہ سے شانہ ملا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ عرفات کے میدان میں تمام دنیا کے لوگ ایک ہی شکل و صورت اور ایک ہی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اسلامی روزہ انسان کو ضبط کا بہت بڑا سبق پڑھاتا ہے اور اسے بھوک کی اس شدت اور تکلیف کا احساس دلاتا ہے جو غریب کو دنوں اور ہفتوں بھوکے رہ کر ہوتی ہے۔ جسمانی طور پر روزہ کا انسان کی صحت پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے روحانی طور پر اس کی وجہ سے انسان کی بصیرت تیز تر ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ سے بیکاری کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اور سرمایہ اور مزدوری کی باہمی کشمکش دور ہو جاتی ہے۔ اس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ، نہایت عمدگی کے ساتھ ان قومی عناصر کا انکشاف کرتے ہیں جن پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے۔

اسلام نے عورت کو وہ درجۂ بلند عطا فرمایا ہے۔ جو آج تک اسے کسی مذہب کی طرف سے نہیں ملا۔ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "تمہاری بیویوں کے بھی تم پر اسی طرح حقوق ہیں جس طرح تمہارے ان پر ہیں۔" غلام کی اہمیت سے بھی اسلام میں انکار نہیں کیا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے:-

"اپنے غلاموں کو وہی خوراک دو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ ان کو بھی وہ کپڑے پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ انسان

تمام کے تمام آپس میں بھائی بھائی ہیں۔" اسلام نے مذہبی رواداری کی تعلیم کہاں تک دی ہے۔ اس کے متعلق بھی سن لیجئے۔ ڈاکٹر لبنز کہتے ہیں :-

"مسلمانوں میں عیسائی ممالک سے بدرجہا زیادہ مذہبی رواداری پائی جاتی ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ترکی حکومت میں امریکن، یونانی، اور یہودی اقلیتوں کو ان کے معاشرتی، مذہبی اور لسانی پورے حقوق حاصل ہیں۔ ترکی حکومت کے متعلق میرا ذاتی علم یہ ہے کہ اس حکومت میں جس رواداری اور انسانیت کا سلوک اقلیتوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے یہ یحییٰ قانون کے لئے ایک بہت بڑا درس ہے۔"

تاریخ میں اسلام کی اس رواداری سے بڑھ کر مذہبی رواداری کی کوئی مثال کیا ہو سکتی ہے جس کا ثبوت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا کے درویشوں اور عیسائیوں کے ساتھ بہتر سلوک فرماتے ہوئے پیش کیا۔

اسلام نے نکاح اور طلاق کے متعلق جو نظام پیش فرمایا ہے اسے جو کوئی بھی جس قدر غور سے دیکھتا ہے اسی قدر وہ اسلام کے عملی مذہب ہونے کا قائل ہو جاتا ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے بیویوں کی تعداد کو محدود کر دیا ہے۔ اور ساتھ ہی شوہر پر بیوی کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان کی صاف اور واضح قوانین میں تصریح کر دی ہے مشہور سیاح نیبھور لکھتا ہے کہ "کثرت ازدواج کی بلاشبہ مسلمانوں کو اجازت ہے اور ہماری عورتوں کا ذوق اس خیال سے مجروح ہوتا ہے مگر عربوں میں بہت کم چار قانونی بیویاں رکھنے اور لونڈیوں سے متمتع ہونے کا رواج ہے عقلی آدمیوں کے لئے بلاشبہ یہ اجازت شاق گزرتی ہے۔ ایک شوہر کو ان تمام بیویوں کے ساتھ قانون کی طرف سے ان کے حالات کے مطابق مساوی سلوک کرنے اور ان کو ایک ہی طرح چاہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر یہ فرائض بہت کافی مسلمانوں کے لئے بہت کم ناموافق طبع نہیں ہیں۔ اور اس قسم کی عیاشی کے طریقے ان عربوں کے لئے جن کے مالی حالات اچھے نہیں بہت زیادہ مہنگے ہیں۔"

اسلام بہت زیادہ موحدانہ مذہب ہے۔ ڈیون پورٹ لکھتا ہے :- یہ ایک ایسا مذہب ہے جس نے ہر قسم کے مقدس رہنماؤں، دیوتاؤں، بتوں، تصویروں، اوہام اور نظریات کی پرستش اور پوجا کو ممنوع قرار دیا ہے اور اس نے اشیا کی طبائع اور اس وقت کی دنیا میں بسنے والی اقوام کے حالات اور مذہب کے مقصد پر عقل کی روشنی میں از سر نو بہت زیادہ غور و خوض کرنے کے بعد دنیا کے سامنے زندہ حقائق پیش کئے ہیں۔ اس لئے اس چیز پر متعجب ہونے کی ضرورت نہیں کہ اسلام نے اس غیر منظم عبادت، کعبہ کے بتوں، صابیت اور آتش کدوں کی رونق اور ہر دلعزیزی کا خاتمہ کر دیا۔ اور خود ان سب سے سبقت لے گیا۔

اسلام کی تعلیمات انسان کے اخلاقی اور روحانی عناصر اور اس کی روح کی پاکیزگی کی ایک متعین منزل مقصود کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ اذا السماء انفطرت و اذ الکواکب انتثرت و اذا البحار فجرت و اذا القبور بعثرت علمت نفس ما قدمت و اخرت۔ جب آسمان پھٹ جائے گا جب ستارے جھڑ جائینگے جب دریا چیرے جائیں گے جب قبریں زندہ کر کے اٹھائی جائیں گی۔ اس وقت انسان کو وہ سب کچھ معلوم ہو جائیگا جو اس نے آگے بھیجا ہے یا پیچھے چھوڑا ہے۔ (۸۲ : ۱-۵)

بلغاریہ کے مسلمان

(پروفیسر ایم ولی خاں صاحب ایڈیٹر کریسنٹ)

میں اپنی اس اہلیت پر خوش ہوں کہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرے ان مذہبی بھائیوں کو جو یہاں بلغاریہ میں آباد ہیں۔ مذہبی عبادات اور تقاریب میں پوری پوری آزادی حاصل ہے۔ درحقیقت انہیں اعلیٰ حضرت شاہ بورس کی مہربان حکومت اور موجودہ کابینہ کی طرف سے غیر معمولی حقوق عطا ہوئے ہیں!

آپ کے کثیر الاشاعت رسالہ .... کے مختلف ناظرین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ پوری حکومت کے دارالافتا کا مکمل اور آراستہ پیراستہ صدر دفتر صوفیہ میں قائم ہے۔ ملک کے شادی بیاہ اور طلاق کے متنازعہ فیہ مسائل کے تصفیہ کے لئے، صدر مفتی کی امداد و اعانت کے لئے تین فاضل مسلمان علماء کی منتخب جماعت مقرر ہے۔ ان لوگوں کے پاس شہر کے عین وسط میں ایک چار منزلہ عمارت ہے۔ جو نہ صرف صدر مفتی اور ان کے تین ساتھیوں کے لئے کافی ہے بلکہ اس میں صوفیہ کے مفتی اور ان کے عملے کے لئے بھی بہت کافی گنجائش ہے۔ یہ موخر الذکر عہدیدار صوفیہ اور اس کے ملحقات کے مسلمانوں کے مذہبی، روحانی، اخلاقی معاشی اور تعلیمی ضروریات کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہاں کے مسلمانوں کی مختلف ضروریات پر توجہ صرف کرنے کے علاوہ بلغاریہ کی جمعیتہ اسلامیہ نے بہت سے ہائی سکول کھول رکھے ہیں۔ جن میں یہ مسلمان بچوں کو مکمل دینیات حدیث، تفسیر، اور فقہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان سکولوں کے معائنہ کا کام پورے طور پر مسلمانان بلغاریہ کے ہاتھ میں ہے۔ بلغاریہ کی حکومت ان سکولوں کے حسابات کا معائنہ کرنے اور مسلمانوں کو مفید مشورے دینے میں ہر وقت آمادہ رہتی ہے۔ میں آپ کے رسالہ کے ناظرین سے درخواست کروں گا کہ وہ بلغاریہ والوں کے اس

رواداری نہ برتاؤ کا، جو وہ اپنے ساتھ رہنے والے مسلمانوں کے ساتھ روا رکھتے ہیں، ہندوستان کے انگریز حکام کی اس مداخلت بیجا اور ناقابل برداشت قسم کے سلوک کے ساتھ مقابلہ کریں جو ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ نئی اصلاحات کا دور انہیں اور دوسرے مختلف اختلافات کو دور کرنے اور ہندوستانی جاہل عوام کی اصلاح کرنے میں مدد دے گا۔ اگر ہندوستان کے سیاست دانوں اور ماہرین تعلیم نے (خاص طور پر ان لوگوں نے جو اسلام سے متعلق ہیں) ان خرابیوں کی اصلاح کرلی تو وہ تمام دنیائے اسلام کے مستقل شکریہ کے مستحق ہونگے۔

یہاں کے علماء اور عام مسلمان تمام روئے زمین پر بسنے والے مسلمانوں کی بہبودی اور سماجی اور ذہنی ترقی میں بہت زیادہ گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔

مصر کے نوجوان بادشاہ شاہ فاروق کے قوت و اختیار حاصل کرنے اور بیرونی وزیرستان کے قبائل سے برطانوی حکومت کے تصادم کے سلسلہ میں یہاں بہت زیادہ جوش پھیل گیا ہے۔ یہاں پوری سلطنت میں تقریباً آٹھ لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ شہر فلی پولس۔ شملہ۔ رُوس چوک اور ورنہ اور برگاؤ کے سواحل پر بہت زیادہ مسلمان رہتے ہیں۔ ان لوگوں کی سب سے بڑی صنعت بلغاریہ کے مشہور اور عمدہ تمباکو کی کاشت اور پیداوار ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے بھائیوں نے اس کام کو اتنے بلند معاشی پیمانہ پر ترقی نہیں دی جتنی کہ ان کے بیسرین بھائیوں اور ترقی پسند مصریوں نے دی ہے۔ ان لوگوں کو مصری بنک کے محترم بانی اور اعلیٰ درجہ کے مسلمان ماہر اقتصادیات طلعت پاشا حرب کی باریک بینی اور فراست ذہنی کی ضرورت ہے۔ یہ شخص فریب خوردہ فلاحین کو، ساحل بحیرۂ روم کی آبادی کے رذیل، کمینے اور مکار لونطینوں کے پنجوں سے نجات دینے والا ہے۔ تھوڑی سی سرگرمی اور محنت کے بعد بلغاریہ کے مسلمان، بوسینا کے مرکزی شہر سراجیوا کو مصر کا حریف بنا سکتے ہیں۔

اے کاش، نہر سویز اور جدہ کے مابین مصری ہوائی لائن کے بیدار مغز ناظم اور معظم طلعت پاشا کے دل میں بلغاریہ کے تمباکو کی کاشت کرنیوالے مسلمانوں کی امداد کا خیال بھی پیدا ہو جائے۔ اور وہ اپنے عالمگیر مالیاتی ادارہ کی ایک شاخ یہاں بھی کھول دے۔

مکتوباتِ ووکنگ

مسٹر ہورے بکیسٹر، معرفت سنڈے گرافک اینڈ سنڈے نیوز۔ ڈبلیو۔ سی۔ آئی۔

جناب من!

ایک مذہبی آدمی کی حیثیت سے میں نے آپ کا آرٹیکل مندرجہ سنڈے گرافک (مورخہ ۱۲۔ مارچ) نہایت دلچسپی سے پڑھا۔ اہم مسائل حاضرہ کی روشنی میں جناب مسیحؑ کی تعلیم کی تشریح جس قابلیت سے آپ نے کی ہے میں اس پر آپ کو مستحق مبارکباد سمجھتا ہوں۔ عیسائی زندگی اور عیسائی تعلیمات کے درمیان جو تفاوت اور امتیاز پایا جاتا ہے اس کا اس سے بہتر نقشہ تصور میں نہیں آ سکتا۔

چونکہ آپ عیسائیت پر نہایت کھلے بندوں نکتہ چینی کرتے ہیں، میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ آپ اس ضمن میں بعض امور پر غور کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ یہ امور اگرچہ عام مروجہ طرز خیال سے تعلق نہیں رکھتے تاہم یہ اس موضوع سے جس پر آپ طبع آزمائی کر رہے ہیں ایک گہرا تعلق رکھتے ہیں اور اس وجہ سے نہایت اہم ہیں۔

آپ سب الزام لوگوں پر لگاتے ہیں۔ گویا عیسائی دماغ میں یہ ایک مرض ہے جس کی وجہ سے عیسائی تعلیمات کو داغ لگ رہا ہے لیکن میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اصل نقص اس مذہبی نقطہ نظر میں پنہاں ہے جو عیسائیت کے عہدیداران بیان کرتے ہیں یعنی پرستاران کلیسہ مذہب کی ایسی شکل پیش کرتے ہیں اور اس طریق پر اس کی تشریح بیان کرتے ہیں جس سے حقیقت حال مبہم کی مبہم ہی رہتی ہے، عیسوی تعلیمات زندگی کے متعلق کسی خاص اور متعین رائے کا قائم کرنا عام سطحی دماغوں کی استعداد سے باہر ہے۔ اور اس کی وجہ وہ دوگونہ صفات ہیں جن میں جناب مسیح نے اس زندگی کو پیش کیا ہے۔ نہ وہ کامل طور پر خدا ہے نہ ہی پورے طور پر انسان ہے۔ بے شک یہ ایک بہت بڑا سوال ہے۔ اگر مسیح خدا ہیں تو ان کا اسوہ یا طریق عمل بنی نوع انسان کے لئے کبھی نمونہ کا کام نہیں دے سکتا۔ اگر انسان ہیں تو وہ اس کے دوش بدوش خدا نہیں ہو سکتے۔ یہ ہے وہ معمۂ لاینحل جو تمام عیسائی دنیا کے ضعف اور تنزل کا باعث بن رہا ہے۔ اور تعجب پر تعجب یہ ہے کہ ہمارے رہنمایان مذہب اس عقدۂ مشکل کو کھولنے کی تکلیف گوارا کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ علاوہ اس حیثیت کے جو جناب مسیح کو مروجہ مذہب کی طرف سے دی جاتی ہے۔ خود جناب مسیحؑ کی تعلیمات میں بڑا نقص ہے۔ اگرچہ جناب مسیح کی نصائح و پند بالبداہت بین الاقوامی تعلقات پر ایسی ہی حاوی

ہوتی ہیں جیسا کہ ایک قوم کے افراد میں تعلقات قائم کرنے پر منطبق ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس بات کو آپنے اپنے فاضلانہ مضمون میں باوضاحت تحریر کر دیا ہے۔ لیکن اس ضمن میں میں یہ کہتا ہوں کہ جناب مسیح نے اس بات کو اس طرح واضح نہیں کیا جیسا کہ ایک دوسرے روحانی معلم جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا ہے۔ آپ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا:۔

"آج میں زمانہ جاہلیت کے تمام امتیازات کو پاؤں تلے روندتا ہوں۔ عرب کو عجم پر کوئی فوقیت نہیں نہ احمر کو اسود پر۔ فوقیت کا اصل معیار تقویٰ اور طہارت ہے۔"

اس قول نے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے 'بین الاقوامی پہلو کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئیے کہ جو بات ایک قوم کی روح میں داخل ہوتی ہے۔ وہ وہ ہے جو کہ اس شخصیت میں سے نکلتی ہے جس کو وہ قوم اپنا رہنما سمجھتی ہے اور اس کی تعظیم وتکریم کرتی ہے۔ دوسروں کی فصاحت وبلاغت اور دوسروں کا فلسفہ کسی قوم کے اخلاق کا حصہ نہیں بن سکتا۔ اگر وہ قوم اپنے واجب الاطاعت رہنما کے اخلاق کو اپنے لئے لازمۂ زندگی نہ بنائے اور اپنی روحانی ارتقا کے لئے اس کو حاصل نہ کرے۔ یہ ایک حقیقت نفس الامری کا اظہار ہوگا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ اناجیل کے پڑھنے سے کوئی صاف سیدھا آدمی اس عالمگیر جذبہ محبت کی لہر محسوس نہیں کر سکتا جس سے عیسوی اخلاق بین الاقوامی تعلقات میں المنشرح ہو جاتے۔ لہذا یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ عیسائیوں کے اخلاق جو اپنی قوم کے اندر بہت شدومد سے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ جب وہ بین الاقوامی حالات پر منطبق کئے جاتے ہیں۔ تو وہ بالکل ناکام ثابت ہوتے ہیں اور بہت بری طرح ناکام ثابت ہوتے ہیں۔

ممکن ہے میرے کسی بیان سے کوئی غلط فہمی لگ سکے لہذا میں یہ کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگرچہ میں مذہبًا عیسائی نہیں ہوں، میں جناب مسیح کی عزت وتکریم پر مجبور ہوں بلکہ اس کو اپنے مذہب کا جزو سمجھتا ہوں۔ لیکن میں جناب مسیح کی عزت بطور خدا نہیں کرتا یعنی اس لئے نہیں کرتا کہ وہ خدا ہیں بلکہ ان کی عزت بطور ایک نبی کے کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس ضمن میں کچھ اور بھی تحریر فرمائیں گے۔ آپ کا صادق:۔ آفتاب الدین احمد۔ امام مسجد ووکنگ

بخدمت ایڈیٹر صاحب ڈیلی ٹیلیگراف۔ لنڈن۔ ۱۳۵۔ فلٹ سٹریٹ۔

جناب من! قطع نظر قابل اعتراض امور کے مسٹر ایس۔ ایم۔ موسین کا جو خط آج کی اشاعت میں چھپا ہے اس میں ایک دو باتیں ایسی ہیں جو اسلام کے متعلق غلط فہمی پھیلانے کا موجب ہو سکتی ہیں۔ یاد رکھنا چاہئیے کہ اسلام باستثنائے ایسی صورتوں کے جن میں اپنی حفاظت کا سوال ہو جنگ وجدل کی اجازت نہیں دیتا۔ اور جب ظالم کے اعوجاج کی وجہ سے جنگ شروع ہو جائے تو وہ لوگ جو اس جنگ میں حصہ نہیں لیتے یا یہ کہ جو نہیں لڑتے ان کو کسی صورت

میں تکلیف پہنچانے کا حکم اسلام میں نہیں ہے۔

مجھے یہ بات بھی کہنے کی اجازت دیجئے کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس معاملہ میں تاریخ اسلام اور تاریخ عیسویت میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔ (آپ کا صادق :۔ آفتاب الدین احمد۔ امام)

[illegible] (محکمۂ فنون لطیفہ) کی طرف سے راقم الحروف، ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ کا شکریہ ادا کرتا ہوا، مندرجۂ ذیل کتب کی رسید بھیجتا ہے۔

(پی۔ ایس۔ شاستری۔ چیف لائبریرین نیشنل لائبریری)

(اسلامک ریویو۔ جلد ۲۵ - نمبر ۲)

اسلامی تہذیب وتمدن کا عہد زریں

خلافتِ عباسیہ میں علوم وفنون کی تربیت

تہذیب حاضرہ کا خمیرمایہ

(مسٹر کے۔ ایم۔ سراج الحق ایم اے۔ چلماری)

(بہ تسلسل ماہ مارچ ۱۹۳۸ء نمبر ۳ جلد ۲۴)

اشیا کے انعکاس کے نظریات، یعنی یہ کہ مختلف حالات میں اشیا کن کونی تغیرات سے گزرتی ہیں۔ اور کہاں ان کا صحیح نقش قائم ہوتا ہے، مسلمان فضلا کے غور و تدمغ کے شرمندۂ احسان ہیں۔ ان نتائج کی بنا پر جو اقلیدس اور بطلیموس سے اخذ کئے گئے حس اور فدع نظر، کسری انداز میں متحقق ہوئے۔ اس مسئلہ کا حل عینیات کے اس نظریہ سے ہوا جو ابن الحسان (یورپ میں اسے الحزن کہتے ہیں)، کا پیش کردہ ہے۔ یہ نظریہ زمانہ حال تک رائج رہا۔ علاوہ بریں اس نے کردی تحقیقات بھی کیں اور عکسی نقطہ معلوم کرنے کا ایک صحیح طریق تبلایا۔ اس کی دوسری دریافتوں کا تعلق انعکاس سے ہے۔ اسی نے اول اول کیمرہ سے استفادہ کیا " [illegible] اور [illegible]"، کا مابہ الامتیاز اسی نے مقرر کیا ہے۔ " عینیات " پر اس کے ملفوظات کا لاطینی اور اطالوی زبان میں ترجمہ ہوا ہے۔ اور بے شمار ماہرین فن نے اپنی تحقیقات میں اس سے استمداد کی ہے اور اس

کو ایک معتبر رہنما سمجھا ہے۔ Leonardo de Vinci نے بھی ان کی تصانیف سے ضرور فائدہ اٹھایا ہوگا۔

علم نجوم

ریاضی کے بعد علم نجوم سے بھی عربوں نے کافی دلچسپی لی ہے۔ قدیم الایام سے صحرائی سفر میں عرب ستاروں کی رہنمائی پر بھروسہ کیا کرتے تھے۔ بابلیوں نے کہیں قبل آسمانیات کا مطالعہ کیا تھا۔ اور ستاروں کے ذریعہ مستقبل کا راز معلوم کرنے کا ڈھب نکالا تھا۔ جب خلیفہ مامون رشید کے جلیل القدر عہد خلافت میں بطلیموس اور سدھانتا (ایک سنسکرت میں علم نجوم پر کتاب ہے) کی تصانیف کا ترجمہ کیا گیا تو مسلمانوں کے علم میں (فن) مزید اضافہ ہوا۔ اور انہوں نے اس فن میں کافی ترقی کی۔ اس فن میں عرب اپنے یونانی معلمین اور اساتذہ سے بھی گوئے سبقت لے گئے۔

عہد مامون رشید میں مختلف مقامات میں رصدگاہیں قائم ہوئیں۔ اور چنانچہ رفتہ رفتہ مسلمان ماہرین علم نجوم نے بطلیموس کے زائچہ اور اصطرلاب پر نظر ثانی کی اور نہایت صحت و درستی سے شمس و قمر کے محور سیاروں کی کیفیت، قمری مہینوں کے اختلاف پر سیر حاصل بحث کی۔ مدار ستاروں کی ماہیت بھی معلوم کی۔ مسلمانوں نے زمین کے طول وعرض کی پیمائش بحر احمر کے سواحل پر اس وقت کی تھی جبکہ ابھی یورپ میں مسیحیان مغرب زمین کو چپٹا ہی تسلیم کئے بیٹھے تھے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ قمر، آفتاب سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ ابوالحسن نے آلۂ خوردبین ایجاد کیا۔ دو قدیم مسلمان ماہرین علم نجوم الفرغانی اور البطانی تھے۔ ان کا زمانہ دسویں صدی عیسوی ہے۔ یورپ نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ یورپ میں یہ فرغانس اور بطاگانیس کے نام سے کافی شہرت کے حامل تھے۔ ان کے زائچوں کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا ہے۔ یورپ میں صدیوں ان پر عملدرآمد رہا۔ آج مغربی زبان میں متعدد عربی اصطلاحات نجوم سے ثابت ہے کہ کس قدر مغرب عربوں کا شرمندۂ احسان ہے۔

اسی عہد میں علم کیمیا، علم نباتات، تاریخ وغیرہ کو فروغ ہوا۔ ابوموسیٰ جعفر کوفی جن کو انگریزی کتب میں جبیر کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ موجودہ علم کیمیا کا باوا آدم ہے۔ اس کے بعد اور بہت سے ماہرین فن پیدا ہوئے مثلاً ابوبکر رازی، اور ابوسینا جنکی ذہانت، جودت طبع، تبحر علمی صحت مشاہدہ سے آج عہد جدید کے طالبان علم انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ ان ماہرین نے اشیا کے پگھلنے، تحلیل کرنے، چھاننے، صاف شفاف کرنے کے طریقے مقرر کر دیئے۔ ان کو الومنیم کا علم تھا۔ جامداتی ایسڈ Acid سے بھی یہ بے خبر نہیں تھے۔ علم کیمیا میں

مسلمانوں کا خاص کمال یہ ہے کہ انہوں نے مصنوعی تیار کی ہوئی چیزوں کی مقدار میں اضافہ کیا۔ یونانیوں سے جو طریقے سیکھے ان کو درجۂ کمال تک پہنچایا۔ اور ان طریقوں کو مختلف الاقسام اشیا کے بنانے کے کام میں لائے۔ اس لحاظ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عربوں نے یونانیوں سے زیادہ اس فن میں ترقی کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب محض خیالات و نظریات کی دنیا میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ مطالعۂ قدرت کے ساتھ ساتھ عرب تجارب بھی کیا کرتے تھے۔

طب اور نباتات

فن طب پر جالینوس اور بقراط کی تصانیف کے تراجم کے علاوہ مسلمانوں نے علم طب اور فن جراحی کو بدرجۂ اتم فروغ دیا۔ انہوں نے ادویہ ایجاد کیں اور آج جو یہ مطب نظر آتے ہیں یہ بھی سب ان کے ہی شرمندۂ احسان ہیں۔ انہوں نے ہر شہر میں ہسپتال قائم کئے جن کو دارالشفا کہتے تھے۔ علم الامراض پر بھی انہوں نے گوہر فشانیاں کیں انہوں نے آنکھ کے مختلف حصص کی ماہیت معلوم کی۔ انہوں نے ہسپتالوں میں مرہم پٹی کا کام بھی شروع کیا۔ فن طب میں جن حضرات کی تصانیف ہیں ان میں محمد بن ذکریا رازی جو قاموس الطب کے مصنف ہیں اور ابوعلی سینا جو ادویہ کے قواعد کے مصنف ہیں، قابل ذکر ہیں۔ ان ہر دو مصنفین کی تصانیف کو مشرق و مغرب میں شہرت لایموت حاصل ہوئی اور تا حال باقی ہے سولہویں صدی عیسوی تک رازی کی تصانیف کی نویں جلد اور ابوعلی سینا کے قواعد طب، یورپ کی یونیورسٹیوں میں لیکچروں کی بنیاد رہیں۔ انہوں نے علم جمادات اور نباتات میں کافی امتیاز حاصل کیا۔ موخرالذکر کے فروغ میں انہوں نے اس لئے اور بھی زیادہ دلچسپی لی۔ کیونکہ اس کا تعلق علم طب سے تھا۔ بغداد اور دیگر مقامات میں طلبہ کی تعلیمی بہبود کے لئے مستقل باغات وقف تھے تاکہ وہ نباتات اور جڑی بوٹیوں کا بخوبی مطالعہ کر سکیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس فن میں بے شمار اکتشافات ہوئے۔

فلسفہ

مسلم فضلا نے فلسفہ کو بھی نہایت گرمجوشی سے ترقی دی۔ افلاطون، ارسطو اور ان کے مفسرین مثلاً نکولس الگزنڈر پروکلس۔ پروفیمیس وغیرہ کے کارناموں کا عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ ہمایوں بن اسحٰق۔ ابن بطریق۔ قطا بن لوقا ابراہیم ابن عبداللہ نے خلیفہ مامون رشید کے دور خلافت میں یہ تراجم کئے۔ اوّل اوّل یونانی فلسفہ کی نامکمل تعلیم سے متاثر ہو کر متعدد فرقے مثلاً اسمٰعیلی، باطنی، قرمطی، عباسی خاندان کی تباہی کے لئے آمادہ ہو گئے۔ لیکن بعد ازاں اس سے نہایت خوش آیند اور درخشاں نتائج مترتب ہوئے۔ فلاسفۂ اسلام نے مذہب کو فلسفہ کے پہلو بہ پہلو لانے کی کوشش کی نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام میں اعتزال و تصوف رونما ہوئے۔ اور علم کلام کی داغ بیل ڈالی گئی۔ اور یہ علم کلام سراسر فلسفہ پر مبنی تھا۔ اسلام

کے مفکرین اعظم، یعقوب کندی، ابو نصر فارابی، ابو سینا، اور ابن رشد نے یونانی فلسفہ کا عمیق مطالعہ کیا۔ ان میں ابن رشد زبردست فلسفی ہوا ہے اور یورپ میں بھی اس کو کافی شہرت حاصل ہے۔ اس نے ارسطو کے فلسفہ کی تفاسیر کو تکمیل کے درجہ تک پہنچایا۔ اور خود فلاسفہ یونان کے اقوال کی تفسیریں سپرد قلم کیں۔ اس نے اپنے رسائل میں اسلام کو فلسفہ سے ہم آغوش کرنے کی سعی کی ہے۔ چودھویں صدی عیسوی تک پیڈوا۔ بولوگنہ اور اطالیہ کی یونیورسٹیوں میں اس کی تفسیرات اور تصنیفات بطور نصاب داخل رہی ہیں۔ یورپ میں اس کا فلسفہ (Averroism) کے نام سے مشہور تھا۔ اسلام نے یورپ کو پھر اس فلسفہ سے روشناس کرایا جو غفلت و جہالت سے نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

مسلمانوں نے تاریخ، جغرافیہ، دینیات۔ نثر۔ نظم۔ علم اللسان۔ علم لغت۔ رسل و رسائل، تفاسیر قرآن کریم اور اس کی لغات، سیاسیات۔ علم فقہ۔ علم نقاشی۔ تعمیر میں کافی ترقیاں کیں۔ اس مختصر مضمون میں ان تمام اصناف پر سیر حاصل بحث نہیں کی جا سکتی۔ البتہ مجھے امید ہے کہ قارئین کرام اس مختصر تاریخی روشنی میں یہ ضرور احساس کر سکینگے کہ دولت عباسیہ میں اسلام نے کس درجہ ترقی کی۔ کیا اس دور کو بجا طور پر تہذیب اسلام کا عہد زریں نہیں کہا جا سکتا؟

نبوت کا ظہور اتم

المعروف بہ

نبی کامل صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ جو مقدمہ اور دیباچہ کے علاوہ گیارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب ایک مستقل عنوان رکھتا ہے۔ مثلاً باب اول:۔ کیا اوتار ہیرو ی انسانی کے لئے کوئی نمونہ بن سکتے ہیں؟ باب دوم:۔ انبیاء اللہ بہ شکل اسوہ۔ باب سوم:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا کی حالت۔ باب چہارم:۔ بعثت عظمےٰ۔ باب پنجم: شخصیت کامل۔ باب ششم:۔ مکمل سیرت (کیرکٹر)، باب ہفتم: حصول منتہائے کامیابی۔ باب ہشتم:۔ بہترین معلم دین۔ باب نہم:۔ عقائد مذہبی کا اعلیٰ ترین شارح۔ باب دہم:۔ اسوہ حسنہ۔ باب یازدہم:۔ اجتماع حسنات۔ حجم ۲۷۳ صفحے۔ قیمت دو روپے مجلد عہ بلا جلد

ملنے کا پتہ:۔ مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

تفصیل آمد ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ دسمبر ۱۹۳۷ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۱۲/۳۷	۱۴۶۱	ہز ہائینس دی سلطان اوف کیڈا مشن		۱۳	۱۳۱
〃	۱۴۶۲	فروخت کاغذ			۶۵
〃	۱۴۶۳	جناب محمد شریف صاحب مشن			۱۵
۲ ۱۲/۳۷	۱۴۶۵	〃 ایس ایم فیض الحق صاحب 〃			۲۰
〃	۱۴۶۶	〃 خانبہادر شیخ منہاج الدین صاحب 〃			۱۰
〃	۱۴۶۷	〃 حاجی حبیب بھائی عبدالرحمن صاحب 〃			۱۰
〃	۱۴۶۸	〃 ہیبت بھائی عبدعلی صاحب 〃			۷
۴ ۱۲/۳۷	۱۴۸۵	〃 ایم جمال محمد صاحب 〃			۱۰۰
〃	۱۴۸۴	〃 عبدالحمید خاں صاحب 〃			۲۰
〃	۱۴۸۶	〃 ایم فخرالدین صاحب 〃			۳۰
〃	۱۴۷۸	〃 ایم عطاء الرحمن صاحب 〃			۲۵
〃	۱۴۷۹	〃 رحمت اللہ صاحب 〃			۲۰
〃	۱۴۸۰	〃 ڈاکٹر راجہ خاں صاحب			۱۰
〃	۱۴۸۹	〃 یوسف حاجی احمد صاحب 〃			۱۰
۶ ۱۲/۳۷	۱۴۹۱	〃 اسد النساء خاتون صاحبہ 〃			۲۰
〃	۱۴۹۲	〃 عبدالحق صاحب 〃			۱۵
〃	۱۴۹۳	〃 ایم۔ آئی۔ محمد صاحب 〃			۱۵
〃	۱۴۹۵	〃 اے سعید خاں صاحب 〃			۱۰
〃	۱۴۹۶	〃 ڈاکٹر ظہور الدین صاحب رضوی 〃			۵
〃	۱۴۹۷	〃 ضمیر الدین صاحب 〃			۵
〃	۱۴۹۸	〃 راجہ نور چودھری صاحب 〃		۴	۱
〃	۱۴۹۹	〃 خواجہ نذیر احمد صاحب 〃		۴	۵
〃	۱۵۰۰	〃 خواجہ عبدالغنی صاحب 〃		۱۲	۲
۷ ۱۲/۳۷	۱۵۰۸	〃 سیدہ خیر النساء بیگم صاحبہ 〃			۲۵
〃	۱۵۱۰	〃 عبدالحافظ باعکنظ صاحب 〃			۲
۸ ۱۲/۳۷	۱۵۲۷	〃 کے۔ جی۔ احمد صاحب 〃			۱۵
〃	۱۵۲۸	〃 کرم الٰہی صاحب قریشی 〃			۵
〃	۱۵۲۹	〃 ایم اے۔ عزیز میرزا 〃		۸	۲
۹ ۱۲/۳۷	۱۵۴۰	〃 نصرت اللہ خاں صاحب 〃			۳
۱۱ ۱۲/۳۷	۱۵۵۸	〃 خان بہادر شیخ یعقوب وزیر صاحب 〃			۵۰
〃	۱۵۶۰	〃 مسز اے اے خاں صاحبہ 〃			۱۰
〃	۱۵۶۱	〃 ایس اے قدوائی 〃			۳
۱۳ ۱۲/۳۷	۱۵۷۶	〃 کے سعید الدین احمد 〃			۱۲
〃	۱۵۷۷	〃 مولوی محمد اظہر الحق صاحب 〃			۸
〃	۱۵۷۸	〃 نواب بہادر سر حافظ محمد مزمل اللہ خاں صاحب مشن			۱۰
〃	۱۵۷۹	〃 اے۔ ای۔ ایم۔ سلیمان برادرس 〃			۱۰
〃	۱۵۸۰	〃 محمد نور الزمان چودھری 〃			۵
〃	۱۵۸۱	〃 علی احمد خاں صاحب 〃			۵
〃	۱۵۸۲	〃 عبدالکریم صاحب 〃			۵
〃	۱۵۸۳	〃 از معرفت ڈاکٹر ابو الناصر صاحب 〃		۹	۴
۱۴ ۱۲/۳۷	۱۵۸۵	جناب ایم اے۔ رؤف صاحب 〃			۳
〃	۱۵۸۶	〃 آقا محمد ابراہیم صاحب 〃			۲
〃	۱۵۸۷	〃 شیخ محمد حسین صاحب 〃			۱
۱۵ ۱۲/۳۷	۱۶۲۷	〃 مسٹر مہدی امام صاحب 〃			۵
〃	۱۶۲۸	〃 منشی لیاقت حسین صاحب 〃		۱۴	۴
۱۶ ۱۲/۳۷	۱۶۴۲	〃 لفٹننٹ کرنل۔ ایم اے جعفری صاحب 〃			۸۰
۱۸ ۱۲/۳۷	۱۶۴۸	〃 میجر نذیر علی خاں صاحب 〃			۱
〃	۱۶۵۰	〃 محبوب خاں صاحب 〃			۹
۲۰ ۱۲/۳۷	۱۶۶۴	〃 یوتھین مانگ صاحب 〃		۴	۱
۲۳ ۱۲/۳۷	۱۶۷۸	〃 ابو سعید علی صاحب			۲۵
〃	۱۶۸۴	〃 ڈاکٹر این اکبر خاں صاحب ۲ روپے امانت ایک روپیہ مشن			۳
〃	۱۷۰۱	〃 ایم اے۔ اسحاق صاحب		۴	۵
۲۹ ۱۲/۳۷	۱۷۰۹	〃 خواجہ نذیر احمد صاحب		۴	۱
〃	۱۷۰۷	〃 ڈاکٹر مہتاب الدین صاحب			۵
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۷ء		۱	۷۷۹
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۷ء			۷۰
		فروخت ووکنگ گزٹ بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۷ء		۸	۴۳
		فروخت کتب		۱۱	۴۵۱
			۰	۰	۲۲۱۸

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۸ ۱۲/۳۷	۱۷۰۳	جناب محمد امام الدین صاحب			۵
		میزان	۰	۰	۵

ووکنگ مسلم مشن کی مستقل امداد

ہر صاحب دل اور مستطیع مسلمان کا فرض اولین ہے اور قوی امید ہے کہ وہ اس فرض کو ضرور محسوس کرینگے

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور - دسمبر ۱۹۳۷ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۳ دسمبر ۱۹۳۷ء	۱۰۲	تنخواہ عملہ بابت ماہ نومبر ۱۹۳۷ء			۲۵۱
۳ دسمبر	۱۰۳	امپریسٹ بل بتفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۲۵۶۷ تا نمبر ۲۷۱۶ کتب خرید کردہ برائے فروخت سٹیشنری - سیاہی - لفافے وغیرہ ترجمہ برائے اشاعت اسلام بجلی کا بل ایک ریم کاغذ برائے گزٹ نمبر ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء ۵ ریم کاغذ برائے اشاعت اسلام نومبر - دسمبر ۱۹۳۷ء ڈبل نمبر بلاک برائے اسلامک ریویو مخمل وڈائی برائے کتاب Sayings of Ali متفرق ۱۹۹ — ۱۱ — ۰		۱۱	۱۹۹
	۱۰۴	امپریسٹ بل بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۲۷۱۷ تا نمبر ۲۸۶۸ کتب خرید کردہ برائے فروخت سٹیشنری ترجمہ برائے اشاعت اسلام ایک ریم کاغذ برائے گزٹ ۵ دسمبر ۱۹۳۷ء بلاک برائے اسلامک ریویو کتابت علے الحساب از بل نومبر دسمبر ۱۹۳۷ء ڈبل نمبر مرمت پرانی کتابوں کی جلدیں تالیف قلوب متفرق ۲۹۳ — ۱۲ —		۱۲	۲۹۳
"	۱۰۶	طباعت اسلامک ریویو علے الحساب			۱۵۰
	۱۰۷	خرید کتب برائے فروخت	۲	۱۵	۴۴
	۱۰۸	کرایہ دفتر و بلڈنگ بابت ماہ نومبر ۱۹۳۷ء			۴۵
	۱۰۹	مبلغ سفیر مشن برائے اخراجات مسجد			۶۷

تاریخ	بل	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۳ دسمبر	۱۱۱	میسرز نورانی پریس طباعت رسالہ اشاعت اسلام بابت جون - جولائی - اگست و سرورق جولائی - اگست - ستمبر ۱۹۳۷ء		۸	۴۳
	۱۱۲	میسرز نیشنل ٹریڈنگ کمپنی:- ۱۲ ریم کاغذ برائے فہرست کتب	۶	۳	۴۳
	۱۱۳	میسرز معراج الدین جلد سازی اسلامک ریویو از جون ۳۷ء تا ستمبر ۳۷ء و اشاعت اسلام از جولائی ۳۷ء تا ستمبر ۳۷ء اور Sayings of Ali		۱۳	۱۰۱
	۱۱۴	میسرز سی کوئل اینڈ کو:- کاغذ اشاعت اسلام - سرورق اشاعت اسلام - ضمیمہ برائے اسلامک ریویو وغیرہ	۹	۱۳	۹۷
	۱۱۵	میسرز کلکتہ آرٹ پرنٹنگ ورکس طباعت فوٹو اسلامک ریویو			۲۱
	۱۱۶	میسرز محمد رضا:- جلد سازی البم (۲۵ - کاپی) جلد سازی ۸۰۰ لفافے اسلامک ریویو وغیرہ		۱۴	۱۳
	۱۱۷	میسرز کمرشل یونین پریس طباعت بجٹ ۳۸-۱۹۳۷ء		۱۲	۱۵
		میزان	۶	۴	۱۵۲۶

آپکی مالی امداد کا بہترین مستحق

ووکنگ مسلم مشن ہے جو انگلستان جیسی گراں سرزمین میں اسلام کی آواز بلند کر رہا ہے اور جسکے خوشگوار نتائج آئے دن آپ کے سامنے آتے رہتے ہیں۔

نورانی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نو مسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نو مسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک رواداران فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اِس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آزار کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اوّلیں نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اِسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۸ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴ ہے (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانۂ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عیدِ قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعتِ اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ وہ آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔
(۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹراتِ آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکرٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔
Address in England :- The Imam, The Mosque, Woking, Surrey, England.
(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

AUguST

Regd L. NO. 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹرایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (پیشگی) سالانہ — قیمت پانچ روپے (شلنگ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور پنجاب انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　**اللہ اکبر**　　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہئیے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا ہی کیوں نہ لگے

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان　　　　مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کُل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیلِ مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع۔ (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے۔ جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں۔ مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

A partial view of the gathering at the Quadrant Restaurant, London, on the Evening of 12th May, 1938 celebrating under the auspices of the Muslim Society in Great Britain, the Anniversary of the Birthday of the Holy Prophet Muhammad.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں - کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے - رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے لئے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۴ | بابت ماہ اگست ۱۹۳۸ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۵ھ | نمبر ۸

[illegible] لاہور میں باہتمام خواجہ عبد الغنی پرنٹر و پبلشر چھپ کر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ اگست ۱۹۳۸ء

شذرات

رسالہ ہذا کو اس عظیم الشان اجتماع کے شاندار فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے جو عید میلاد النبی کی تقریب سعید پر سرزمین انگلستان میں یکجہتی و ہم آہنگی کا دلآویز نظارہ پیش کر رہا ہے۔

اسلام اور اس کے قوانین و ضوابط

(از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی۔اے)

تاریخ کی رو سے مذہب اسلام کی بنیاد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی۔ حضرت محمد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ہاجرہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ہاجرہؓ اصل میں مصر کی شہزادی تھیں اور لونڈی کی صورت میں حضرت سارہؓ، حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بیوی کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ حضرت سارہؓ نے ان کا نکاح حضرت ابراہیمؑ سے کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ و ہدایت کا کام سنہ ۶۱۰ء میں اس وقت شروع کیا جبکہ آپ چالیس سال کے تھے۔

نبوت کے بعد پہلے تیرہ سالوں تک مکہ معظمہ جو آپؐ کے آبا و اجداد کا مسکن تھا اور جہاں اللہ کا سب سے

پہلا گھر کعبہ جسے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے اللہ کے حکم سے تعمیر کیا موجود ہے، اس نئے مذہب کا دارالتبلیغ رہا ہے وقتاً فوقتاً آپؐ پر اللہ کی وحی نازل ہوتی رہی جسکی مدد سے آپؐ پر روحانی زندگی کی تمام مختلف صورتیں واضح ہوگئیں۔ یہ زمانہ آپؐ کے لئے اور آپؐ کے ان متبعین کے لئے جو آپؐ کے حلقہ غلامی میں آچکے تھے مکمل روحانی تربیت کا دور ہے۔ یہی وہ دور ہے جس میں آپؐ نے اس صفحہ ارضی پر اس الٰہی حکومت کے قیام کے عظیم الشان کام کی بنیاد رکھی جس کے لئے آپؐ سے پہلے عظیم المرتبت پیغمبر حضرت مسیحؑ اور ہر دور کے دوسرے حق پسند مردوں اور عورتوں نے مخلصانہ دعائیں کیں۔ بعد کے ۹ سالوں میں جو حضورؐ نے مدینہ میں گزارے اور جو حضورؐ کی حیات طیبہ کے آخری سال ہیں آپؐ نے اپنے راسخ العقیدہ صحابہؓ کے ساتھ خلافت الٰہیہ کو مستحکم بنیادوں پر قائم کردیا۔ یہ انسانی ذہنیت کی عام کمزوری ہے کہ وہ کسی مطمح نظر سے اس وقت تک وابستہ رہتا ہے جب تک کہ وہ تصور میں رہتا ہے اور جونہی یہ مطمح نظر زندگی کے ٹھوس حقائق کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ عام آدمی کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی۔ عام آدمی یہ چیز قطعاً فراموش کر دیتا ہے کہ وہ مطمح نظر جو کم و بیش ٹھوس ارضی حقائق کی صورت اختیار کرنے کے قابل نہیں، اسے مقصد حیات نہیں بنایا جاسکتا۔ قطع نظر اس سے عوام مطمح نظر کے معنے و مفہوم سمجھنے میں بھی غلط فہمی کے شکار ہیں۔ یہ لوگ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ہر وہ چیز جسے ہمارے جذبات خیالات کی مدد سے تخلیق کریں مطمح نظر نہیں ہے۔ مثال کے طور پر یہ کوئی مطمح نظر نہیں ہے کہ کسی ایسے شخص کا خیال کیا جائے جو سر کے بل چلتا ہو۔ ناک کے ذریعہ کھاتا ہو اور کان کی وساطت سے سونگھتا ہو۔ اور نہ ہی یہ کوئی مطمح نظر ہے کہ دُنیا کی تمام چیزوں کے متعلق یہ خیال کیا جائے کہ وہ ایک سی صورت و رنگ اختیار کر رہی ہیں۔ اس کے برعکس مطمح نظر کی بنا انسانی تخلیق کا کوئی بنیادی نظام ہونا چاہئے۔ اور اس کا انسانی تخلیق کے اٹل قوانین سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔ بلاشبہ اس چیز کے لئے طبعی تربیت کی ضرورت ہے کہ انسان کے دماغ کو مخصوص قسم کے مطمح نظر بنانے اور اسے مادی ماحول میں گھرے ہونے کے باوجود پسند کرنے پر آمادہ کیا جاسکے۔ اس کے لئے بہت زیادہ جدوجہد اور محنت درکار ہے۔ اور وہ دماغ جس کی اس طرح تربیت کی جائے اس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی اپنی سماجی اصلاحی کارگزاری کے ساتھ جو وحی الٰہی کے مطابق عمل میں آئیں، مکی اور ابتدائی زندگی سے نہ صرف جسمانی بلکہ روحانی حیثیت سے بھی زیادہ دلچسپ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام مدینہ میں انجام دیئے ان میں سے بعض جذباتی نقطہ نظر سے کچھ لوگوں کو ناگوار گزرے۔ مگر ایک سلیم الطبع اور سمجھدار شخص کی لازمی طور پر یہ خواہش

ہوگی کہ حضورؐ نے اپنے لوگوں کے لئے جو کچھ بھی کیا اس کا آدھا بھی اس زمانہ میں ہوجائے خواہ اس کے باعث دُنیا کو حضورؐ کے مخالفین کی نسبت دس گنا زیادہ ہی ناگواری کیوں نہ برداشت کرنی پڑے۔

یہ نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے انصافی ہوگی بلکہ تمام اہم اور سرگرمی انسانی نظام کا کے ساتھ زیادتی ہوگی اگر اس ریاست کے اعتراف سے ہم غفلت برتیں جس کی بنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور جو درحقیقت دنیا کی اولین اور آخرین اشتراکی ریاست ہے۔ اور ہر اس شخص نے پسند کیا جسے اس کا پابند بنایا گیا۔ وہ لوگ جو تاریخ اسلام میں حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ثانی کے زمانہ کی اسلامی ریاست کے متعلق پڑھ چکے ہیں وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے کارناموں سے انکار ہی کیوں نہ کریں۔ بلاشبہ قرآن حکیم کی عملی آیات موجودہ انسانوں کے لئے نسبتاً زیادہ دلچسپ ہیں۔ کہ ان میں تمام انسانی ضروریات اور اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کے حل موجود ہیں۔ بعد میں گو حضور اور آپ کے خلفائے راشدین کے پیش کردہ اسلامی، سماجی، اور سیاسی مسائل پر وہ غیر موحدانہ جذبات غالب آگئے جن سے انہیں دوچار ہونا پڑا۔ انہوں نے جو روحانی سلسلہ پیچھے چھوڑا اس کے نتیجہ کے طور پر کچھ دن بعد ہی ایک بہت بڑا مادی تمدن وجود میں آیا۔ یہ وہ پہلا بین الاقوامی تمدن تھا جس نے انسانیت کو قرون وسطےٰ کے خطرناک دور سے محفوظ رکھا۔ اور اس نے موجودہ انسانیت کو تمدن ہائے سابق کی تمام بہترین روایات پوری حفاظت سے پہنچا دیں۔ لیکن اسلام اور اس تمدن میں جو اس کے باعث ظہور میں آیا، یورپ نے نہ تو کوئی اصلاح کی اور نہ ہی اسے کسی قسم کی نئی زندگی دی۔ حتےٰ کہ اس موجودہ دور میں اسلام کے متعلق یورپ کے بہترین دماغوں کا یہ خیال ہے کہ یہی وہ مذہب ہے جو ایشیا کے روحانی تصور اور گہرے اور اصل سماجی احساسات پر زور دیتا ہے اور یہی مغرب کے یکطرف تمدن کو خطرناک انجام سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ دوسری طرف موجودہ زمانہ کی ضروریات کے مطابق اسلامی مفہوم کے لئے مسلمانوں کی گہری دلچسپی جو یورپ کی مختلف زبانوں میں اپنے مظاہر پیش کر چکی ہے اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمان قوم کو اسلام پر یورپ کی معاشرتی اور انفرادی زندگی میں امداد دینے کے سلسلہ میں کس درجہ روحانی اعتماد ہے۔ مذہبی نقطہ نگاہ سے اسلام کے متعلق میں یہ عرض کروں گا کہ اسلام اپنے اندر دنیائے انسانیت جتنی وسعت رکھتا ہے۔ قرآن کے الفاظ میں یہ اللہ کی اس قدرت کا مظہر ہے جس پر اس نے کائنات کو تخلیق کیا۔ یہ سب سے پہلے بانجر تخلیق انسان پر

نازل ہوا۔ اور گوئٹے کے الفاظ میں یہی ان تمام انسانوں کا ہمیشہ سے مذہب رہا ہے جنھوں نے اخلاقی زندگی گزاری نہیں بلکہ یہ تمام کائنات عالم کا مذہب ہے جو اس کی اتباع کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی تھی۔

اس انتہا سے زیادہ وسیع اور منطقی مذہب کا خلاصہ اس کے نام میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اتفاق سے اسلام نام اپنی قسم کا واحد نام ہے۔ یہ کسی خاص قبیلہ یا فرد کی فطرت کے تابع نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسا کہ دنیا کے تمام دوسرے بڑے مذاہب مثلاً ہندو دھرم، بدھمت، زرتشتیت، یہودیت اور حتیٰ کہ عیسائیت کی حالت ہے۔ لفظ اسلام کے معنے امن و سلامتی کے ہیں لیکن اسلام کے نزدیک امن و سلامتی کا مفہوم دوسرے جذباتی نقطہ ہائے نگاہ سے بہت مختلف ہے اسلام زندگی کا پیغام ہے۔ ایسی زندگی کا جو سراسر جد وجہد اور عمل سے وابستہ ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے :۔ " یقیناً ہم نے انسان کو مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے پیدا کیا ہے " اس اعتبار سے اسلام کا امن و سکون، غنودگی اور بے حسی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی یہ بے عملی اور بے کاری سے مفہوم ہے۔ اس کے برعکس یہ ایک ایسی امن و سلامتی ہے جو اس صورت میں ظاہر ہوتی ہے جبکہ ساری کائنات ایک ہی قسم کے روحانی نظام کی تابع ہو جائے۔ طبعی مظاہر کے اعتبار سے مضطرب دنیا، انسان کے دلی سکون و اطمینان پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔ بے خبر انسان جو دنیا کے طبعی مظاہر اور حوادث پر نگاہ رکھتا ہے وہ انہی سے وہ تسکین حاصل کرنے کے لئے بے سود کوشش کرتا ہے جو اس کی فطرت سے اسلام، روح کو یہ پیغام دیتا ہے کہ وہ حوادث کی رو میں نہ بہ جائے۔ بلکہ ان سے گھرے ہونے کی صورت میں بھی اس تسکین کے پانے کی کوشش کرے جو ہر قسم کی تخلیق کی جڑھ ہے۔ دوسرے الفاظ میں اسلام صحیح طریق پر غیر مبدل قوانین حیات کی روشنی میں جد وجہد کرنے کی دعوت دیتا ہے اور یہی امن و سلامتی کی اصل صورت ہے۔ یہ سمجھنا کوئی عقلمندی نہیں کہ قدرت ہماری معقول آرزوؤں اور خواہشات کی تابع ہے۔ ہمیں نہ صرف خواہشات نفسانی بلکہ اعلیٰ جذبات میں بھی قدرت کے غیر مبدل قوانین کی اتباع لازمی ہے۔ حقیقت میں انسان اگر یہ جان لے کہ اس کے جذبات ہی اس کے مصائب و مشکلات کے بہت بڑے حصہ کے ذمہ دار ہیں تو وہ اس وقت سے زیادہ خوش رہتا۔ یہ انسانی دماغ ہے جسے قوانین قدرت کی اتباع لازمی ہے۔ نہ یہ کہ قوانین قدرت اس کے تابع ہیں۔

لفظ اسلام کے دوسرے معنی اطاعت و فرمانبرداری کے ہیں اور اس سے مراد و مقصود یہ ہے کہ ہم اپنی تمام تر خواہشات کو قانون قدرت کے تابع بنا لیں اور ان قوانین قدرت میں سے جن کا ہمیں تابع ہونا چاہیئے۔ ایک قانون یہ بھی ہے کہ بُرائی کو روکا جائے۔ اور کسی زندگی کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک اس کے چاروں طرف پھیلی ہوئی رکاوٹوں کو دور نہ کیا جائے۔ خود ہمارا جسم اسی نظام کے تابع ہے اور ہماری زندگی کا ہر لمحہ اسی جدوجہد میں صرف ہوتا ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو ان بے شمار بیماریوں سے بچاتے رہیں جو ہماری صحت پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ میں اسی وقت تک یہاں کھڑا رہ سکتا ہوں جبکہ میں گرنے سے اپنے آپ کو روکتا رہوں۔ اور اپنی مدافعت کرتا رہوں۔ قرآن حکیم نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے "تمہاری زندگی مدافعت ہی میں مضمر ہے۔ اے عقل رکھنے والے انسانو! تمہیں اپنی مدافعت کرنی چاہیئے۔"

درحقیقت مدافعت کا یہ اصول، اخلاقی زندگی میں اسی طرح کارفرما ہے جس طرح جسمانی نظام میں قرآن حکیم میں جو لفظ تقوٰے استعمال ہوا ہے اس کے معنے ہیں گناہ کے خلاف احتیاط اور حفاظت کرنا۔ خود کو گناہوں سے محفوظ رکھنا۔ اصل چیز تو یہ ہے کہ انسان کا اخلاقی احساس اسی مدافعت سے وابستہ ہے۔ اخلاق حسنہ خواہشات بد کے خلاف مدافعت سکھاتے ہیں۔ پس ہمیں اس وقت صرف اس سوال کا جواب دینا ہے کہ آیا اخلاقی مدافعت کے لئے جسمانی طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

اس سوال کا جواب یہ ہوگا کہ جبکہ انسان اپنے ذہنی تاثرات کے اظہار کے لئے جسمانی ذرائع اختیار کرتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ غم محسوس کرتا ہے تو اس کے اظہار کے لئے آنسو بہاتا ہے۔ اور اگر خوش ہوتا ہے تو ہنستا ہے۔ تو پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اخلاقی مدافعت کے لئے جسمانی ذرائع اختیار نہ کرے پس ہر سلیم الطبع شخص کے سامنے یہ سوال نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ ان مظاہر کو کس طرح روکے بلکہ اسے اس چیز پر غور کرنا چاہیئے کہ ان مظاہر کے طریقے کیا ہوں۔ انہیں قطعی طور پر روکا نہیں جا سکتا۔ مزید یہ کہ اگر بُرائی جسمانی صورت میں ظاہر ہو تو اسے روکنے کے لئے لازمی طور پر کوئی جسمانی ذریعہ اختیار کیا جائیگا۔

جبکہ ہر جدوجہد اور عمل کے لئے کوئی نہ کوئی اصول اور کوئی نہ کوئی نظام کار اور دستور العمل ہوتا ہے اسیطرح بُرائی کے انسداد کے لئے بھی مختلف مذاہب کی طرف سے مختلف اصول و ضوابط وضع کئے گئے ہیں اسلامی نظام کی ابتدا ایک خدا پر ایمان لانے سے ہوتی ہے۔ ایسے خدا پر جو ساری کائنات کا خدا ہے۔ جو

یکساں طور پر تمام قوموں، تمام قبیلوں اور تمام افراد کی روحانی اور مادی بھلائی چاہتا ہے۔ اس کے ہاں کوئی جماعتی تفریق نہیں۔ نہ ہی روحانی اعتبار سے، وحی الٰہی سے فیض پانے کی صورت میں، اور نہ ہی جسمانی فیوض و برکات کے اعتبار سے، سورج اور بارش کی صورت میں۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ انسان کو اپنے خالق کا تصور کرتے وقت مختلف الخیال نہیں ہونا چاہیئے۔ اسے اپنے دل اور اس کے ارادوں کے خالق سے طلب امداد کرنے وقت دوسرے اشخاص اور مظاہر سے امداد نہیں مانگنی چاہیئے۔ اسلام خدا کے متعلق ہر قسم کی جسمانیت کے نظریوں کا مخالف ہے۔ یہ خدا کو ہر قسم کی صفت حسنیٰ سے متصف باکمال سمجھتا ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے لہ الاسماء الحسنیٰ۔ وہی تمام حسنات سے بتمام و کمال متصف ہے۔ اور چونکہ خدا کی جسمیت قرار دینے سے اس پر زمان و مکان کا قانون عائد ہوتا تھا۔ اس لئے اسلام اس نظریہ کے سخت خلاف ہے۔ یہ غلط ہے کہ خدا کے جسم سے انکار کرنے سے اس کی قدرت کاملہ کی تنقیص لازم آتی ہے۔ قدرت کاملہ کا وصف خدا کے سلسلہ میں نقص پر شامل نہیں ہے۔ اگر یہ تفریق نہ کی جائے تو کوئی کہہ سکتا ہے کیا اپنی قدرت کاملہ کی وجہ سے خدا اپنی ذات کو ختم کر دینے پر قادر نہیں ہے؟

اس نقطۂ نگاہ سے اسلام نے اس چیز کی قطعی طور پر ممانعت کر دی ہے کہ مخلوق کو خدا سے تشبیہ دی جائے یا اسے اس کا شریک ٹھیرایا جائے۔ خدا اپنی مخلوق کے دل کی گہرائیوں میں اپنے نور کی شعاعیں ڈال سکتا ہے۔ وہ تمام کائنات پر حاوی ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ ہر اعتبار سے اپنی مخلوق سے ممتاز اور جدا ہے۔ تخلیق کے سب سے بڑے مقصد انسان کو بلا شبہ قادر زندگی عطا کی گئی ہے۔ مگر یہ قادر زندگی اللہ کی عطا کردہ ہے۔ یہ انسان کا اصل اور غیر محتاج وصف نہیں ہے۔

خدا اور بندوں کے تعلقات کا جہاں تک تعلق ہے اس کے متعلق قرآن حکیم کہتا ہے کہ "وہ انسان سے اس کی شاہرگ سے بھی زیادہ نزدیک ہے"۔

اور اس سے مراد ہے کہ وہ اس کی زندگی میں ہر مقام اور ہر جگہ پر اس کی امداد و اعانت فرماتا ہے حقیقت میں خدا بندہ کی اس درجہ حفاظت و نگرانی کرتا ہے کہ قرآن حکیم کے مطابق لفظ "باپ" اس نزدیکی تعلق کو ظاہر کرنے کے لئے ناکافی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ لفظ "باپ" کے جسمانی مفہوم سے قطع نظر کسی باپ کو اپنے بچے کی قسمت پر اختیار نہیں ہوتا۔ مگر خدا کو یہ اختیار حاصل ہے۔ اس وجہ سے قرآن حکیم نے بندہ اور خدا کے تعلقات کے اظہار کے لئے جو لفظ منتخب کیا ہے وہ رب ہے جس سے

نہ صرف پیدا کرنے اور زندہ رکھنے، بلکہ مخلوق کو اس کے غیر متبدل مقدر کی طرف لے جانے میں قدم بہ قدم کی رہنمائی کا اظہار ہوتا ہے۔

خدا سے ہمکلام ہونے کے سلسلہ میں اسلام کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے اس درجہ قریب پہنچ سکتا ہے کہ خدا اس کے انفرادی انسانی ضمیر کو ایک طرف کر کے اسے راہ راست کی طرف بلانے کا منصب عطا فرماتا ہے اور اسے اپنا نقیب بنا لیتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر اسلام کی تاریخ فنا فی اللہ کے واقعات و شواہد سے بھری پڑی ہے۔ ناواقفیت اور جہالت کی بنا پر مسلمانوں نے مکمل فنا فی اللہ کے سلسلہ میں بیانات دیئے ہیں۔ ایسے ہی بیانات جن کی بنا پر زمانہ ماضی کے بہت سے مذہبی ابطال کو خدا کی ذات سے مشابہ بنا دیا گیا ہے۔ مگر قرآن حکیم کی رہنمائی میں مسلمان کبھی بھی اس حادثہ طبعی پر مضطرب نہیں ہوئے۔ وہ جانتے ہیں کہ انسان اور خدا کے تعلقات کی حالت وہی ہے۔ جو آگ اور لوہے کے ٹکڑے کی ہے۔ اگر لوہے کا ٹکڑا کافی دیر تک آگ میں چھوڑ دیا جائے تو یہ اپنی ذات کھو دیتا ہے اور بظاہر آگ کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔ مگر لوہے کا ٹکڑا بہرصورت لوہے کا ٹکڑا ہے۔ جونہی اسے آگ سے علیحدہ کر لیا جائے گا تو ٹھنڈا ہوتے ہی یہ اپنا رنگ اور اصلیت پھر اختیار کر لے گا۔

میں یہاں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اسلام نے لفظ ایمان کے معنے دوسرے مذاہب سے مختلف بیان کئے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن حکیم متعدد مقامات پر شیطان، اس کے اصل، اس کے کام، اور اس کے غیر مبدل مقدر کے متعلق تصریحات پیش کرتا ہے لیکن ساتھ ہی ہمیں ہدایت کرتا ہے کہ ہم اس پر ایمان نہ لائیں۔ اس لئے یہ ظاہر ہے کہ کسی چیز پر ایمان لانے سے کتاب مقدس کی مراد یہ ہے، کہ اس سے روشنی حاصل کی جائے۔ اور اس سے متاثر ہوا جائے۔ اسلامی عقیدہ کے دوسرے حصہ یعنی ملائکہ پر ایمان لانے کی ضرورت سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس نظریہ کو اچھی طرح تسلیم کر لیا جائے اسلام کی اس سے مراد یہ ہے کہ گو بظاہر دنیا کے متعلق یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نظام حیوانی قوتوں اور غیر منصفانہ معیار کے قبضہ میں ہے مگر اصل میں یہ سارا نظام ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کے مشفقانہ قوانین کے تابع ہے ہمارے ملائکہ پر ایمان سے مقصود یہ ہے کہ ہم بُرے راستوں کے اثرات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں اور ان سے متاثر نہ ہوں اور اپنے اندر ملکوتی قوتوں کی مدد سے بہتر صلاحیتیں پیدا کر سکیں۔ خواہ یہ ملکوتی قوتیں بظاہر کیسی بھی معلوم نہ ہوں۔ (باقی آئندہ)

اسلام میں سیاسی عظمت و وقار کا قرآنی نظریہ

عدم ملوکیت منشا اسلام کی تکمیل کو مانع ہے

منکرین اسلام کی اطاعت روح اسلام کے منافی ہے

کانگریس اور لیگ کے مسئلہ متنازعہ فیہ پر شریعت غرا کا صریح فیصلہ

مذہب و سیاست میں کامل اتحاد

(جناب مولانا عبدالمجید صاحب بی۔ایس۔سی)

انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ۔ اولئک ھم الصادقون ط (ترجمہ) مومنین وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ پھر انہوں نے شک نہیں کیا۔ اور اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہ لوگ ہیں صادقین میں سے (قرآن شریف الحجرات آیت ۱۵)

بلاشبہ آج مسلمان آبادی کے لحاظ سے کرہ ارضی کے حصہ چہارم پر چھائے ہوئے ہیں لیکن افسوس دنیاوی معاملات میں ان کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے۔ بیچارگی و بے کسی کا یہ عالم ہے کہ خود اپنی جان و مال کی حفاظت سے معذور ہیں۔ ان معدودے چند ریاستہائے اسلامیہ کے ماسوا جو مر کر دوبارہ زندہ ہوئی ہیں دنیا کے ہر ملک میں مسلمانوں کو جبر و تشدد کا تختہ مشق بنایا جا رہا ہے۔ آخر مسلمان مبتلائے آلام ہیں تو کیوں؟

عام مسلمانوں کے دماغ میں یہ خیال سمایا ہوا ہے کہ اسلام خالصتہً مذہبی حیثیت کا حامل ہے اور قرآن کریم ماورا الفہم مذہبی کتاب ہے۔ لیکن فی الحقیقت یہ خیال صحیح نہیں۔ اسلام میں مذہب کے دوش بدوش، سیاست کی تعلیم بھی موجود ہے۔ لہذا، اسلام کو محض مذہب کے نام سے تعبیر کرنا سخت غلطی ہے، قرآن کریم نہایت سریع الفہم اور قابل عمل صحیفہ آسمانی ہے۔ مغرب کے مسیحی ارباب حل و عقد یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو صرف اپنے مذہبی حقوق کے تحفظ سے ہی سروکار رہے

ملک کی سیاسی آزادی کے مطالبہ کے لئے ان کی آواز بلند نہیں ہونی چاہیئے۔ حال ہی میں اطالیہ نے اس کی صحیح نظیر پیش کی ہے۔ حبشہ کے جبری الحاق کے بعد مسولینی نے لیبیا کے بے وقوف اور جاہل [illegible] کے یہ گوش گزار کیا ہے کہ میں حامی اسلام ہوں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ مسولینی اس چال سے شمالی افریقہ اور عرب کے ممالک کو قبضہ میں لانا چاہتا ہے تاکہ اطالیہ کے مفاد کو فروغ حاصل ہو۔ واضح ہو کہ شمالی افریقہ اور عرب دونوں مسلمانوں کے اہم مراکز ہیں۔

وہ کیا مذہبی حقوق ہیں جن کا ذکر کیا جاتا ہے۔ آیا نماز، حج، روزہ اور اعلائے کلمۃ الحق کی آزادی مراد ہے۔ صرف ان ارکان کے مجموعہ کا نام تو اسلام نہیں۔ ان ممالک میں جو دنیا کی دیگر طاقتوں کے زیر نگیں ہیں ہمیں ان حقوق کی بھی کامل آزادی حاصل نہیں۔ ہندوستان کی مثال لے لیجئے، یہاں، سکولوں اور کالجوں کے طلبہ اور سرکاری دفاتر کے مسلم کارکنوں کو بالخصوص نماز ظہر اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے مساجد میں جانے کی اجازت نہیں دیجاتی۔ اس کے ثبوت میں بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ یہ صورت حالات مسلمانوں کی سیاسی پسماندگی کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا مسلمانوں کی سیاسی گتھی کے سلجھاؤ کی کیا صورت ہوگی۔ خود حضرت نبی کریمؐ کے حین حیات میں قرآن کریم نے مذہبی اور سیاسی معاملات میں عوام کی رہنمونی کی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مسلمانوں کو دنیا میں سیاسی اقتدار حاصل ہوگا۔ مسلمان روئے زمین پر سلطنت الٰہیہ قائم کرینگے۔ سیاسیات، اسلام کا جزو لاینفک ہے۔ اور ہر مسلمان اللہ کے راستہ میں ایک رضاکار کی حیثیت رکھتا ہے۔

منکرین اسلام سے اتحاد ناممکن ہے

قرآن کریم کی وہ نہایت واضح آیت جو مسلمانوں کو تعلیم دیتی ہے کہ سیاسی اور ملکی معاملات کی باگ ڈور لائق اور اہل اشخاص کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے حسب ذیل ہے:۔ یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو۔ رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اور (بعد ازاں) ان کی جو تم میں سے حاکم ہیں (سورۂ نساء آیت ۵۹) ان ارباب اولوالامر کی تعریف میں قرآن کریم کی آیت ذیل میں ارشاد فرمایا:۔ ان اللہ یامرکم ان تودوا الامنت الی اھلھا۔ واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ ان اللہ

کان سمیعاً بصیرا ؕ (سورہ نسا رآیت ۵۸) (ترجمہ) تحقیق اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان لوگوں کے حوالہ کردو جو ان کے اہل ہیں۔ اور جب تم ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔ اللہ تم کو نیک نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً خدا سمیع و بصیر ہے۔

مربی کا کیا فرض ہے؟ یہی کہ جس کا وہ مربی ہے اس کی بہبودی کا خیال رکھے اور نیز اس کو ہر قسم کی مضرتوں سے بچائے۔ تو لہذا مسلمانوں کا مربی کون ہونا چاہئے، سورۂ آل عمران کی آیت ذیل ملاحظہ ہو:۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃً من دونکم لا یالونکم خبالاً و ودوما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون ۔۔۔۔۔۔۔ ان تمسسکم حسنۃٌ تسوھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا۔ وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئا۔ (ترجمہ) اے ایمان والو! نہ ٹھہراؤ اپنا رازدار غیروں کو۔ وہ تمہاری خرابی میں کمی نہیں کرتے۔ تم جسقدر تکلیف پاؤ ان کی خوشی ہے۔ اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے اس سے زیادہ ہے۔ تحقیق ہم نے تم کو صحیح اطلاع دیدی ہے۔ اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔" اگر تم کو بھلائی نصیب ہو تو ان کو بُرا لگے۔ اور اگر بُرائی پہنچے تو خوش ہوں۔ اور اگر تم صبر کرو اور بچے رہو تمہارا ان کے فریب سے کچھ نہ بگڑے گا۔ (آل عمران ۱۲)

اخبار بیں حضرات ان قرآنی الفاظ کی صداقت اور واقعیت سے زیادہ آگاہ ہیں۔ کیا ہنود نے ہمیشہ مسلمانوں کو سب وشتم کا نشانہ نہیں بنایا۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ منظم ہو جائیں اور ان مظالم سے اپنے بچاؤ کی صورت پیدا کریں۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیھود و النصٰرٰی اولیآء بعضھم اولیاء بعض۔ ومن یتولھم منکم فانہٗ منھم۔ ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ (ترجمہ) اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت کرے وہ انہی میں سے ہے اللہ بے انصاف لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔ انما ولیکم اللہ ورسولہٗ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ ومن یتول اللہ ورسولہٗ والذین اٰمنوا فان حزب اللہ ھم الغٰلبون۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین

(ترجمہ) تمہارا رفیق اللہ ہے اور اس کا رسول، اور وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ جو قائم ہیں نماز پر، اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے دوستی کرے تو اللہ کی جماعت وہی غالب ہوگی۔ اے لوگو دوستی نہ کرو ایسے لوگوں سے جو تمہارے دین کا تمسخر کرتے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی تم سے پہلے اور وہ جو کافر ہیں۔ اللہ سے ڈرو اگر ایمان والے ہو تم۔ (سورہ مائدہ آیت ۵۱)

کیا مسلمانوں کو کانگریس میں شامل ہونا چاہئے

سورۂ آل عمران کی ستائیسویں آیت ملاحظہ ہو۔ لا یتخذ المومنون الکفرین اولیآء من دون المومنین ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شئی۔ (ترجمہ) مسلمان کافروں سے دوستی نہ کریں مسلمانوں کو چھوڑ کر۔ اور جو کوئی یہ کام کرے گا وہ اللہ کا کوئی نہیں۔ (آل عمران آیت ۲۷) سورہ احزاب کی اس آیت کو لے لیجئے۔ ولا تطع الکفرین والمنفقین ودع اذٰھم وتوکل علی اللہ وکفیٰ باللہ وکیلا۔ (ترجمہ) اور کافروں اور منافقوں کا کہا نہ مان اور ان کے ستانے کی پروا نہ کر اور اللہ پر بھروسہ کر اور اللہ کارساز ہے۔ (سورہ احزاب آیت ۴۸) سورۂ آل عمران آیت ۱۴۹ ملاحظہ ہو:۔ یا ایھا الذین امنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علیٰ اعقابکم فتنقلبوا خسرین (ترجمہ) اے ایمان والو! اگر تم کافروں کا کہا مانوگے تو تم کو پھیر دیں گے الٹے پاؤں، پھر پڑ جاؤ گے نقصان میں۔ یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا اباءکم واخوانکم اولیآء ان استحبوا الکفر علی الایمان۔ ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظلمون (ترجمہ) اے ایمان والو! اپنے والدوں اور بھائیوں سے، اگر وہ کفر کو ایمان سے عزیز رکھیں۔ رفاقت نہ کرو۔ اور جو تم میں سے ان کی رفاقت کریں سو وہ لوگ ہیں گنہگار (سورہ توبہ آیت ۲۳) لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصٰریٰ۔ (ترجمہ) یقیناً مسلمانوں کا سب سے زیادہ دشمن تو یہود کو پائے گا۔ اور مشرکوں کو۔ اور مومنوں کا قریبی دوست تو ان کو پائے گا۔ جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں۔ (ترجمہ سورہ مائدہ آیت ۸۲)

آیات بالا میں اس سوال کا کہ آیا مسلمانوں کو کانگرس میں شریک ہونا چاہئے، صریح

و غیر مبہم جواب موجود ہے۔ یعنی قرآن کریم کا جواب نفی میں ہے۔ ہندوستان کی قومی کانگرس اور اس کے قائدین کی روش سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہندوستان پر تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور برطانیہ کی غلامی سے بالکل آزاد ہونے کے بعد مسلمان کی گردن میں غلامی کا طوق پہنائیں گے۔ کانگرس اور اس کے ارباب حل و عقد اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں۔ چند سال ہوئے مدراس میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر گاندھی نے کہا تھا "ہندوستان کے مذاہب اس کے لئے کافی ہیں" اس طرح اسلام جس کی ابتدا عرب میں ہوئی سرزمین ہند سے خارج قرار دیا گیا۔ چند روز ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا کہ ہندوستان میں دو جماعتیں ہیں۔ انگریزی حکومت اور کانگرس۔ ہندو مسلم سوال کیا معنے ؟ مسٹر جناح کے حسب ذیل الفاظ قرآن کریم کی صدائے بازگشت ہے۔ "ہندوستان میں ایک تیسری جماعت بھی ہے اور وہ جماعت مسلمانوں کی ہے" کانگرس کا یہ دعوےٰ ہے کہ ہندوستان ہندوؤں کا ملک ہے۔ لہٰذا ان کو واپس ملنا چاہیئے۔ کانگرس خالصتہً ہندو جماعت ہے مسلمان کو اس میں شریک نہیں ہونا چاہیئے۔

قرآن کریم نے مسلمانوں کو متنبہ کر دیا ہے کہ ہرگز ہندوؤں کی ہدایت پر نہ عمل کرو۔ کیونکہ انہوں نے اپنے افعال اور اقوال سے اسلام کے خلاف تنفر کا اظہار کیا ہے بعض کانگرسی مسلمانوں کی یہ تجویز ہے کہ اگر مسلمان اکثریت میں کانگرس کے اندر شامل ہو جائیں تو نہایت کامیاب رہیں گے۔ یہ ایک ایسا خواب ہے جس کی تعبیر نہیں ہو سکتی۔ یہ کانگرسی مسلمان جو مسلمانوں کو کانگرس میں شامل ہونے کی وعظ و تلقین فرما رہے ہیں۔ اور ہندو سے رشتہ اتحاد قائم کرنا چاہتے ہیں صریحاً قرآنی احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے ہمدرد مسلمان ہی ہو سکتے ہیں، ایک دوسرا نکتہ جس سے کانگرس کا منشا صاف ظاہر ہو جاتا ہے یہ ہے کہ اس نے قومی گیت "بندے ماترم" تجویز کیا ہے۔ مسلمان اگر مسلمان رہنا چاہتے ہیں تو وہ "بندے ماترم" کو بطور دعا ورد زبان نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے "اللہ پر ایمان لاؤ۔ اس کے بندے بنے رہو۔ خدا کا شریک نہ مقرر کرو۔ اور اللہ کی ہی ہمیشہ حمد و ثنا بیان کرو۔" بندے ماترم کے معنے یہ ہیں کہ میں مادر کی بندگی اور پرستش کرتا ہوں۔ ماں سے مراد ہندوؤں کی دُرگا دیوی ہے

تبحر علمی کے باوجود، افسوس مولانا ابو الکلام آزاد ان آیات قرآنی کے فہم سے قاصر رہے جن کو میں نے اپنے مقالہ میں پیش کیا ہے۔ صاحب موصوف کو ان آیات کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ انہیں معلوم ہو کہ وہ غلطی پر ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کی غلط رہنمائی ہو رہی ہے۔

مسلم سیاسی وجود کے وجوہ

مسلمانوں کو کیوں ایک نمایاں سیاسی وجود کی ضرورت ہے۔ قرآنی حکم ہے اور اس کے چند اسباب ہیں۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۰۹ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ ۔ تم سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تعلیم دیتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

سورہ اعراف ۱۶۸ ۔ وقطعنھم فی الارض امما منھم الصلحون ومنھم دون ذلک وبلونھم بالحسنت والسیات لعلھم یرجعون ۔ اور ہم نے متفرق کیا ہم نے ان کو زمین میں فرقے فرقے بعض ان میں افضل اور نیک ہیں۔ اور ان کو نیکیوں اور برائیوں میں آزمایا تاکہ وہ باز آجائیں۔

سورۂ نور ص۵۵ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت۔ لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں اور نیک کام کئے ہیں۔ البتہ حاکم کرے گا ان کو ملک میں۔ جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو۔"

ان آیات میں مسلمانوں کی سیاسی عظمت و وقار کا تخیل پیش کیا گیا ہے۔ مسلمان اپنے ملکی معاملات قرآنی تعلیم کے مطابق زیادہ خوبی سے سرانجام دے سکتے ہیں۔

سورۂ نساء آیت ۱۰۵ - انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما ارٰک اللہ
(ترجمہ) ہم نے تجھ پر سچی کتاب اتاری ہے۔ تاکہ تو انصاف کرے لوگوں میں جیسے اللہ نے تجھ کو بصیرت دی ہے

سورۂ نساء ص۱۳۵ - یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بھما -
(ترجمہ) اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر۔ گواہی دو اللہ کی طرف سے اگرچہ نقصان ہو اپنا یا ماں باپ کا یا اقرباء کا ۔ اگر کوئی مالدار ہے یا فقیر ہے تو اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔

ایک مسلمان میں تین خصوصیات ہونی چاہئیں (۱) قیام صلوٰۃ (۲) ادائیگی زکوٰۃ یعنی انفاق فی سبیل اللہ اور (۳) اللہ کے راستہ میں جہاد۔ اول و دوم خصوصیات کے متعلق حسب ذیل سورات قرآنی میں حکم صادر فرمایا گیا ہے۔ سورہ بقرہ۔ سورہ نساء۔ سورہ مائدہ۔ سورہ انفال۔ سورہ توبہ۔ سورہ رعد۔ سورۂ مریم سورۂ حج۔ سورہ مومنون۔ سورہ نمل۔ سورہ [illegible]۔ سورۂ لقمان۔ سورہ احزاب۔ سورہ فاطر۔ سورہ شوریٰ

سورۂ قمر۔ سورہ حدید۔ سورۂ مجادلہ۔ سورہ مزمل۔ سورۂ منافقون۔ سورہ انبیاء۔ سورہ یٰسین سورۂ بنات
زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم نظام حکومت کی محتاج ہے۔ جب تک ملک کی حکومت میں مسلمانوں کو اقتدار حاصل نہیں یہ فریضہ صحیح معنے میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔ حسب ذیل آیات کے مفہوم سے ان الفاظ کی تائید ہوتی ہے۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم (ترجمہ) تحقیق زکوٰۃ حق ہے، مفلسوں، محتاجوں کا۔ اور کارکنان (فراہمی زکوٰۃ) اور مؤلفۃ القلوب اور غلاموں کو آزاد کرانے میں۔ اور جو تاوان بھریں اللہ کے رستہ میں اور مسافر کو۔ یہ فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ جاننے والا اور دانا ہے۔

سورہ توبہ صفحہ ۱۰۳ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا (ترجمہ) لے ان کے مال میں سے زکوٰۃ۔ تو اس سے ان کو پاک کر دے گا اور صاف کر دے گا۔

خیال رہے۔ زکوٰۃ کی تقسیم میں مذہب کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ لہٰذا غیر مسلم بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں
مسلمان کی تیسری خصوصیت یا پہچان جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یعنے اسلام، اہل اسلام، ضعیفوں مظلوموں اور مہاجرین کی حمایت میں جنگ۔

مسلمانوں کی ایک عالمگیر قوت ہونی چاہیئے

قرآن کریم نے ہر ایک مسلمان کو فوجی استحکام کا حکم دیا ہے تاکہ عالمگیر قوت حاصل ہو اور لوگوں میں عدل و انصاف قائم کیا جا سکے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعلیم آزادی سے پیش ہو سکے۔ قیام امن اور دفع جنگ کے لئے ان کے پاس ہمیشہ مسلح اور آمادہ پیکار فوج ہونی ضروری ہے۔ تاکہ دشمن خائف رہیں

سورۂ انفال آیت ۶۰۔ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم واخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم (ترجمہ) اور سرانجام کرو، ان کے لئے لڑائی جو پیدا کر سکو زور اور گھوڑے پالنے سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کی دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر، اور ایک اور لوگوں پر سوائے ان کے جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ ان کو جانتا ہے۔"

یہ باتیں اسی صورت میں ہو سکتی ہیں جبکہ ملک میں خود مسلمان برسر اقتدار ہوں۔ قرآن کریم کی حسب ذیل

آیات میرے بیان کی مؤید ہیں۔ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم۔ وعسی ان تحبوا شیئاً وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔

(ترجمہ) تم پر لڑائی کا حکم ہوا۔ اور وہ تم کو بری لگتی ہے۔ اور شاید ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ تم کو بہتر ہو۔ اور شاید تم کو اچھی لگے ایک چیز اور بُری ہو تم کو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (سورہ بقرہ ۲۱۶)

سورہ نسار آیت ۷۵، ۷۶۔ ومالکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیاً واجعل لنا من لدنک نصیرا۔ الذین اٰمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطان۔ ان کید الشیطان کان ضعیفاً۔ (ترجمہ) اور تم کو کیا ہے کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں۔ اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں۔ مرد اور عورتیں اور لڑکے۔ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں لوگ اس کے اور پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی۔ اور پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار۔ وہ ایمان والے ہیں جو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو منکر ہیں سو لڑتے ہیں مفسدوں کی راہ میں۔ سو لڑو تم شیطان کے حمایتیوں سے بے شک فریب شیطان کا سُست ہے۔

سورۂ نساء ۸۴۔ فقاتل فی سبیل اللہ۔ پس اللہ کے راستہ میں جنگ کر۔

جہاد کی فرضیت

مندرجہ بالا آیات قرآنی میں مسلمانوں پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔ آج عہد حاضر میں سیاسی حیثیت سے مسلمان کا وجود، عدم کے برابر ہے۔ ہزارہا نفوس کی خونریزی، خانہ بربادی اور فاقہ کشی کا اس نے صبر و تحمل سے مشاہدہ کیا۔ بم باری۔ زہریلے گیس۔ گولی۔ بندوق۔ توپ۔ مشین گنوں کا انہیں نشانہ بنتے دیکھا۔ مگر افسوس وہ ان کے آڑے نہیں آسکا۔ اطالیہ نے حبشہ پر جو ظلم و ستم ڈھائے اس کو بھی سہا اور برداشت کیا۔ جاپان اور چین کی جنگ کا بھی حسرت بھری نگاہوں سے تماشائی ہے۔

چین میں سات کروڑ مسلمان ہیں اور حبشہ میں بھی ان کی تعداد کافی ہے۔ مقام افسوس ہے کہ مسلمان ان مظلومین کی امداد سے قاصر ہے۔

سورۂ انفال آیت ۶۰۔ واعدو لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم وآخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم۔ وما تنفقوا من شيء في سبيل الله يوف اليكم وانتم لا تظلمون۔ (ترجمہ) اور ان کے خلاف حسب استطاعت اپنی قوت اور گھوڑوں سے تیاری کرو۔ تاکہ اس سے اللہ کا دشمن، تمہارا دشمن، اور ان کے علاوہ وہ جن کو تم نہیں جانتے (البتہ) اللہ جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم اللہ کے راستے میں خرچ کروگے۔ اس کی پوری پوری ادائیگی ہو جائیگی اور تمہارے ساتھ بے انصافی نہیں ہوگی۔

سورہ توبہ آیت ۳۸۔ یا ایها الذین آمنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل الله اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوة الدنیا من الآخرة۔ فما متاع الحیوة الدنیا فی الآخرة الا قلیل۔ (ترجمہ) اے ایمان والو! تمہارے پاس کیا عذر ہے۔ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستہ میں چل کھڑے ہو کیا تم دُنیا کی زندگی میں مشغول ہونا چاہتے ہو۔ کیا تم آخرت کی زندگی کے بجائے دُنیاوی زندگی پر قانع ہو۔ لیکن اس دُنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلہ میں کم ہے۔

سورۂ توبہ آیت ۱۱۱۔ ان الله اشتری من المومنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة یقاتلون فی سبیل الله فیقتلون ویقتلون (ترجمہ) تحقیق اللہ نے ان کے جان و مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔ وہ اللہ کے راستہ میں لڑتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور شہید کئے جاتے ہیں۔

مسلوب الاختیار مسلمان مسلمان نہیں

جب مسلمانوں کو سیاسی اور ملکی آزادی حاصل نہیں تو اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ اہم فریضہ جہاد پر کاربند نہیں ہو سکتے اور علی ہذا القیاس ان کی مسلمانی میں فرق آتا ہے۔ سورہ الصف آیت ۴۔ ان الله یحب الذین یقاتلون فی سبیله صفا کانهم بنیان مرصوص (ترجمہ) یقیناً اللہ نہیں پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صفیں باندھ کر لڑتے ہیں۔ جیسے کہ وہ ایک مضبوط دیوار ہیں۔ آیت ۱۰۔ یا ایها الذین آمنوا هل ادلکم علی تجارة تنجیکم من عذاب الیم۔ (ترجمہ) اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت کی طرف لے جاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے نجات دلادے۔

سورہ نساء آیت ۷۱۔ یا ایها الذین آمنوا خذوا حذرکم فانفروا ثبات او انفروا جمیعا (ترجمہ) اے ایمان والو اپنی حالت سے خبردار رہو۔ پھر علیحدہ علیحدہ جاؤ یا مل کر آپس میں جاؤ۔

قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخرۃ ولا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتب حتے یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون

(ترجمہ) ان سے لڑو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور جو منع نہیں کرتے جن سے اللہ اور رسول نے منع کیا ہے۔ جو نہ دین حق کی پیروی کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے (ہیں) جن کو کتاب دی گئی ہے۔ (لڑو) یہاں تک کہ وہ جزیہ ادا کریں اور ماتحتی میں رہیں۔

حکمران طاقت کے لوازم بروئے قرآن کریم

اس حکم الٰہی کے مطابق مسلمانوں کو سیاسی اقتدار حاصل ہونا چاہیے۔ تاکہ وہ پیروان بائیبل پر غالب رہیں لیکن آج معاملہ اس کے برعکس ہے۔ مسلمان خود ان کے غلام ہیں حکمرانی اور جنگی معاملات کا نظام نصارے کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے ہمیں ہٹلر کے یہ الفاظ یاد آتے ہیں۔ کہ " سفید قوم کی قسمت میں حکمرانی ہی لکھی ہے۔" قرآنی الفاظ میں حکمران قوم کی دو علامات ہیں علم اور جسم۔ جب تک یورپین قوم میں یہ دونوں طاقتیں رہیں گی یہ حکمران رہے گی۔ سورہ بقرہ آیت ۲۴۷۔

وقال لھم نبیھم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا۔ قالوا انی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک منہ ولم یوت سعۃً من المال۔ قال ان اللہ اصطفہ علیکم وزادہ بسطۃً فی العلم والجسم واللہ یوتی ملکہ من یشاء۔ واللہ واسع علیم ط

(ترجمہ) اور ان کے نبی نے ان سے کہا یقیناً اللہ تعالےٰ نے تمہارے اوپر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انہوں نے کہا وہ ہم پر کیسے حکمرانی کر سکتا ہے جبکہ اس سے زیادہ بادشاہی کا حق ہمارا ہے۔ اور اس کو زیادہ دولت بھی نہیں دی گئی ہے۔ اس نے کہا۔ یقیناً اللہ نے اس کو تم پر ترجیح دی ہے اور اس کے علم اور جسم میں کثرت سے اضافہ کیا ہے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے ملک بخشتا ہے۔ اور اللہ کافی دینے والا جاننے والا ہے۔ بروئے قرآن کریم علم اور طاقت سیاسی اقتدار کے ذرائع ہیں۔ مسلمانوں کی اپنی غلطی کا نتیجہ ہے کہ آج وہ ہر ملک میں سیاسی حیثیت سے کمزور ہیں۔ انہوں نے علم و جسم کے ارتقا سے بے پروائی برتی جبکہ یورپین قوم نے قدمائے اسلام کی مثال پر عمل کیا۔ اور علم و حکمت اور جنگی قوت میں کمال حاصل کیا۔ اللہ تعالےٰ سورۂ انفال آیت ۴۵ اور ۴۶ میں مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے۔

یاایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئۃً فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون

واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذہب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین - (ترجمہ) اے ایمان والو جب تم کسی جماعت سے مقابل ہو - پس ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح پاؤ - اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو - اور جھگڑو نہیں کیونکہ پھر تم کمزور دل ہو جاؤ گے اور تمہاری طاقت زائل ہو جائیگی اور صبر کرو - یقیناً اللہ صابرین کے ساتھ ہے -

قرآن کریم میں ایک باب ہے جس کو الشوریٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے - اس کی آیت ۳۸ میں کہا ہے والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوٰۃ وامرھم شوریٰ بینھم ومما رزقنھم ینفقون اور وہ جو اپنے رب (کے حکم) کی اطاعت کرتے ہیں - اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ان کی حکومت آپس میں مشورہ طلبی سے ہے اور جو اس میں سے خرچ کرتے ہیں جو ہم نے ان کو دیا ہے -

اللہ کا چیلنج

آیت بالا میں حکومت کے لئے مشورہ ضروری قرار دیا گیا ہے - صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے مابین اس حکم کا وقوع ثابت کرتا ہے کہ حکومت اتنی ہی ضروری ہے جتنی نماز اور زکوٰۃ -

ہندوستان آج کل برطانیہ حکومت کے زیر اقتدار ہے - لہذا مسلمان اس حکم الٰہی پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے - لیکن کم از کم اس حکم کی بجا آوری اس صورت میں بھی کی جا سکتی ہے کہ مسلمان ہندوستان میں اپنی ایک منظم سیاسی جماعت قائم کریں جس کا نصب العین سیاسی آزادی کا حصول ہو - میں جمعیۃ العلماء ہند، کانگرسی مسلمان خصوصاً مولانا ابوالکلام آزاد اور خان عبدالغفار خاں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے اس چیلنج کا جو آیات بالا میں پیش کیا گیا ہے، پاس رکھیں -

مسلمان اور ایک سیاسی جماعت

پنڈت جواہر لعل نہرو دریافت کرتے ہیں کہ سیاست میں مذہب یا جماعت کیا معنے؟ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حکم الٰہی مسلمانوں کو یہی ہے کہ وہ مذہبی اور سیاسی دونوں حیثیتیں رکھیں مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے کہ ان کی جداگانہ سیاسی جماعت ہو - کیونکہ ان کے پیش نظر ۵۰ کروڑ مسلمان اور ۲۰۰ کروڑ دیگر ابنائے آدم ہیں جو روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں - جبکہ کانگرس اور اس کے ارباب حل و عقد محض ان ۳۵ کروڑ انسانوں کا تصور ذہن میں جمائے ہوئے ہیں جو صرف ہندوستان کی چار دیواری میں محصور ہیں - قرآن کا ارشاد ہے کہ بنی آدم ایک خاندان ہے سورہ بقرہ آیت ۲۱۳ - کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین

ومنذرین وانزل معھم الکتب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینت بغیاً بینھم فھدی اللہ الذین امنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ - واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۞ ترجمہ
تمام لوگ ایک واحد جماعت ہیں - پس اللہ نے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بھیجے اور ان میں کتاب حق نازل کی - تاکہ لوگوں میں جس بات میں اختلاف ہے فیصلہ کرے - اور وہی لوگ جن کو کتاب دی گئی تھی اختلاف کرنے والے ہوئے - بعد اس کے روشن دلیلیں ان کے پاس آگئیں - آپس میں جھگڑا کرتے ہیں - پس اللہ نے ان کو جو صداقت پر ایمان رکھتے ہیں ہدایت دی ہے - جسکے متعلق وہ جھگڑتے تھے اور اللہ جسکو چاہے صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے -

سورۂ نساء کی آیت میں یہ ارشاد ہے کہ ابتدا میں ایک انسان پیدا کیا گیا - بعد اس کے بائیں پسلی سے صنف لطیف کو پیدا کیا - اور بعد ازاں نسل کی فراوانی شروع ہوئی -

یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم - ان اللہ علیم خبیر - (ترجمہ) اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا - اور تمہارے قبائل اور خاندان بنائے - تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو - یقیناً تم میں زیادہ بزرگ وہ ہے جو اللہ کے نزدیک متقی ہے - تحقیق اللہ جاننے والا ہے - خبردار ہے -

دُنیاوی زندگی کی چار ضروریات ہیں (۱) پوشش (۲) خورد و نوش (۳) داغی سکون یا اطمینان جو ایک جنس سے دوسری جنس کو حاصل ہوتا ہے - (۴) خانہ داری جو صرف ایک اسلامی حکومت ہی میں انسان کو بلا لحاظ کونسل، مذہب، رنگ یا ملک یہ باتیں میسر آسکتی ہیں - یعنی اس کے لئے معدلت گستری کی ضرورت لاحق آتی ہے -

قرآنی تعلیم کی پیروی میں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ حسب ذیل خرابیوں کا خاتمہ کرے -
(۱) استعمار (۲) سرمایہ داری (۳) بالشوک روس کی ملحدانہ روش اشتراکیت - اس کے متعلق سورۂ حج کی آیت ۴۰ ملاحظہ کیجئے - الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ - ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا - ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز

(ترجمہ) وہ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں بغیر حق کے۔ سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے (ان کا اور کوئی قصور نہیں ہے) اور اگر اللہ بعض لوگوں کا بعض لوگوں سے مقابلہ نہ کراتا رہتا تو صومعے، گرجے، عبادت خانے اور مساجد جن میں خدا کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے منہدم ہو گئے ہوتے۔ اور یقیناً اللہ اس کی امداد کرے گا جو خود اپنی امداد کرتا ہے۔ بے شک اللہ طاقتور اور غالب ہے۔

موجودہ واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ چند سال میں جرمنی، جاپان اور اطالیہ، روس سے متفقہ طور پر جنگ آزما ہوں گے۔

المختصر (۱) مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ایک جداگانہ سیاسی جماعت کی بنا ڈالیں۔ دنیا میں نہیں سیاسی اقتدار حاصل کرنا چاہیئے۔ (۲) یہ ایک واحد سیاسی جماعت ہو جسکے ارباب حل وعقد لائق اور مستحق مسلمان چنے جائیں۔ اور یہ تجویز اس صورت میں روبکار ہوسکتی ہے۔ کہ مسلمان کانگرس میں شریک نہ ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اس کو غیر مذہبی اور غیر اسلامی جماعت سمجھیں (۳) مسلمانوں کو ہر اس فریضہ کی ادائیگی میں پورا پورا اختیار ہونا چاہیئے۔ جس کا حکم قرآن حکیم نے دیا ہے۔

مسلمان من حیث الجماعت کانگرس سے متفق ہو کر اس صورت میں کام کرسکتے ہیں جبکہ مندرجہ بالا شرائط سے کانگرس رضامندی کا اظہار کرے اور ہمارے ساتھ معاہدہ کرے کہ ان کی خلاف ورزی نہیں ہوگی اور اگر یہ شرائط منظور نہیں تو ہم مسلمان کانگرس اور برطانیہ دونوں سے برسر پیکار رہیں۔

جب مکہ معظمہ کے بت پرستوں نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی تیاریاں کیں تو حضرت نبی کریم صلعم نے یہودیوں اور بت پرستوں سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ملکر اس کا مقابلہ کریں گے جو تمہارا بھی دشمن ہے اور ہمارا بھی۔ اور اس معاہدہ میں مسلمانوں کو من حیث الجماعت پیش کیا تھا۔ جب پیغمبر عرب صلے اللہ علیہ وسلم کے کافی متبعین ہو گئے تو آپ نے سرزمین عرب میں سیاسی اقتدار قائم کیا۔ کیونکہ آپ یہ جانتے تھے کہ مسلمان سیاسی عظمت و وقار قائم کئے بغیر کامیابی حاصل نہیں کرسکتے۔

اسلام اور حقوق نسواں

اعلیٰ قانونی حیثیت

حضرت نبی کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) نے طبقہ اناث کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

(از جناب میزان الرحمٰن صاحب بی اے)

الجنۃ تحت اقدام امھاتکم۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ جنت تمہاری ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے۔"

ارشاد گرامی کا مفہوم صاف اور غیر مبہم ہے۔ تشریح کا محتاج نہیں کسی مذہب یا زبان میں عورت کا اس درجہ بلند مرتبہ نہیں تسلیم کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا "میری امت میں بہتر وہ ہیں جو اپنی عورتوں سے بہتر سلوک کرتے ہیں۔" "عورت خاوند کے گھر کی ملکہ ہے۔" اور دنیا کی ان نعمتوں میں جو مسرت و شادمانی کا باعث ہیں بہترین نعمت ایک پارسا اور عصمت مآب عورت ہے۔" آپؐ نے میزوہ صد سال پہلے تعلیم نسواں پر زور دیا اور فرمایا کہ تحصیل علم ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اور آج دنیا کی متمدن اقوام اور ممالک اس اصول پر عمل پیرا ہیں۔

ارشادات نبویؐ جن کا ترجمہ سطور بالا میں پیش کیا گیا ہے اسلام کے مذہبی ضابطۂ قوانین یعنی قرآن کریم کے من وعن مطابق ہیں۔ قرآن کریم کے ایک مکمل باب میں نسوانی حقوق اور اس کے دیگر متعلقہ معاملات پر روشنی ڈالی گئی ہے (یعنی سورۂ النساء) اس کی اولین آیت میں ہمیں عورت کی بلند حیثیت سے آگاہ کیا گیا ہے

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساءً واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا

(ترجمہ) اے لوگو! ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے۔ اور اس سے بنایا اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں۔ اور ڈرتے رہو جس کا واسطہ تم دیتے ہو آپس میں اور خبردار رہو رشتہ ناطہ والوں سے اللہ تم پر مطلع ہے۔"

آیت بالا سے یہ بھی روشن ہے کہ اس حکم کی خلاف ورزی کا قیامت کے دن مواخذہ ہوگا۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ پیدائش سے لے کر موت تک ہمارے حالات کا جائزہ لیتا رہتا ہے۔ اور کوئی جرم اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔

طبقہ نسواں کے متعلق مزید تفصیل دیگر قرآنی آیات میں ہے۔ عورتیں مردوں کا لباس ہیں اور مرد عورتوں کا۔ ھن لباس لکم و انتم لباس لھن۔ خدا کا مقصد ذکور و اناث کے پیدا کرنے سے دونوں فریقین کا باہمی آرام اور موانست ہے۔

اسلام نے محض اثباتی طور پر ہی عورت کی بلندی حیثیت کا اعلان نہیں کیا۔ اس نے ان کو باضابطہ حقوق عطا کئے ہیں اور یہ وہ حقوق ہیں جو آج تک کسی مذہب میں نہیں دیے گئے۔ ایک مسلم خاتون اپنے والد اور نیز اپنے خاوند کی جائدادوں میں سے حصہ لے سکتی ہے۔ خلاف منشا قانوناً اس کی شادی نہیں کی جا سکتی اگر عورت کی مرضی ہے تو اسلامی شریعت اس شادی کو جائز قرار دیتی ہے، ورنہ ناجائز۔ خاص اور محدود حالات میں جن کی جماعت کے نظام کی خاطر اجازت دی گئی ہے عورت خلع بھی کر سکتی ہے۔ یعنی خاوند سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے بشرطیکہ نبھاؤ کی صورت نہ ہو۔ محض شغل اور عیاشی کے لئے اس اصول پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ خاوند کی وفات کے بعد اگر وہ چاہے تو دوبارہ شادی بھی کر سکتی ہے۔ مہر عورت کا زبردست حق ہے۔ اس سے خاوند کو مفر نہیں۔ خواہ پوری ادائیگی کی جائے یا جزوی۔ اگر عورت چاہے تو بقایا رقم مہر معاف بھی کر سکتی ہے۔ اگر کسی نابالغ لڑکی کا اس کے قانونی ورثا کسی شخص سے نکاح کر دیں تو وہ سن بلوغت کو پہنچ کر شادی کو باطل قرار دے سکتی ہے۔ اسلامی شادی ایک قانونی معاہدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ محض عورت یا مرد کے عشق کا نام شادی نہیں۔ چنانچہ اس طرح اسلامی شریعت میں نابالغ کی شادی پر قیود عائد کر دی گئی ہیں۔ گو صریحاً حکم امتناعی موجود نہیں۔ یہی حال تعدد ازدواج کا ہے۔ اسلام نے بیک وقت چار بیویوں تک کی اجازت دی ہے۔ اور شرط یہ قرار دی ہے کہ خاوند کے لئے لازم ہے کہ وہ ہر بیوی سے یکساں سلوک کرے۔ ضروریات زندگی اور تقسیم محبت انصاف کا سررشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ یہ شرط بڑی کڑی شرط ہے۔ تعدد ازدواج کو اصولاً نہیں پیش کیا گیا۔ بلکہ استثنائی حالات میں مثلاً جنگ وغیرہ میں جب عورتوں کی تعداد مردوں سے متجاوز ہو جاتی ہے۔ تو جماعتی عیوب اور بداعتدالیوں کا سدباب کرنے کے لئے اس کی اجازت دی گئی۔ چونکہ قرآن کریم میں صریحاً مذکور ہے کہ اگر خاوند تمام بیویوں سے برابر سلوک

نہ کر سکے تو صرف ایک ہی شادی پر اکتفا کرے ۔ وہ آیت جس میں تعدد ازدواج کی حالات کے ماتحت اجازت دی گئی ہے، درج ذیل کی جاتی ہے ۔

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلٰث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذالک ادنیٰ الا تعدلوا ۔

اگر خوف کرو کہ انصاف نہیں کرو گے یتیم لڑکوں کے حق میں تو نکاح کرو جو تم کو پسند آئیں عورتیں ۔ دو دو ۔ اور تین تین اور چار چار ۔ پھر اگر ڈرو کہ برابر نہ رکھو گے تو ایک ہے ۔ یا جو تمہارے ہاتھ کا مال ہے ۔ ایک طرف نہ جھکو ۔ (۴ : ۴)

لہٰذا ایک مسلمان کی پہلی زوجہ کو یہ خطرہ لاحق نہیں ہوسکتا کہ اس کا شوہر ایک یا دو یا تین اور بیویاں اپنے نکاح میں لے آئے گا ۔ احکام قرآنی کی لفظاً اور معناً خلاف ورزی کی صورت میں یہ ہو سکتا ہے ۔ وہ اقوام جو اسلام میں تعدد ازدواج کی اجازت سے لرزہ براندام ہو جاتی ہیں وہ شاید اس تاریخی حقیقت سے ناواقف ہیں کہ زناکاری جس کا نتیجہ حرامی اولاد ہے ۔ اور جو تمدن کے منافی ہے، ان ممالک میں نہایت کم ہے جہاں تعدد ازدواج کی اجازت ہے ۔

پردہ یا حجاب

عموماً اسلامی خواتین کو اس لحاظ سے قابل رحم وہمدردی سمجھا جاتا ہے کہ ان کو زنانخانہ یا حرم سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ۔ لیکن صاف بات یہ ہے کہ اس اظہار ہمدردی کی خواتین اسلام مستحق نہیں ۔ ہندوستان اور دیگر ہمسایہ ممالک کی عورتیں تو بے شک پردہ کی رسم پر کاربند ہیں لیکن مشرق کی اکثر آزاد خیال خواتین اسلام کی صحیح تعلیم سے بیگانہ نہیں ۔ یقیناً اسلام عورتوں پر چند قیود عائد کرتا ہے جن کو پردہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے لیکن اسلامی پردہ کے معنے قید نہیں ۔ قرآنی حکم میں عورتوں کے ساتھ بے انصافی نہیں کی گئی ۔ آیت ملاحظہ

وقل للمومنت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن (ترجمہ) اور مومن عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی کریں ۔ اور اپنے پوشیدہ مقامات کو پوشیدہ رکھیں ۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں ۔ (۳۱ : ۲۴)

یہ واضح رہے کہ آیت بالا میں نیچی نگاہیں کرنے کا صرف عورتوں ہی کو حکم نہیں دیا گیا، مرد بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ۔ یہ حکم ان کے حق میں بھی صادق آتا ہے ۔

محولہ بالا قرآنی احکام سے یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ مستورات کو گھر کی چار دیواری میں محصور و مقید رکھو بلکہ علی الرغم ازیں نیچی نگاہیں کرنے، پوشیدہ مقامات کی حفاظت، اور آرائش و نمائش کا اظہار نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عورتیں متذکرہ بالا قیود کو مدنظر رکھتے ہوئے گھر سے باہر چل پھر سکتی ہیں۔ اگر گھر کی چار دیواری ہی میں لگا رہنا مقصود ہوتا تو یہ احکام آلہی خدانخواستہ بے سود نظر آتے ہیں۔ کیونکہ جب عورتیں باہر نکلیں گی ہی نہیں تو نگاہیں نیچی کرنے کے کیا معنے؟ مسلمانوں کو اس امر پر غور کرنا چاہیئے۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ مذہباً خواتین اسلام کو چار دیواری میں محصور رہنے کی تعلیم نہیں دی گئی۔ بعض مسلمانوں نے یہ غلط خیال کیا ہوا ہے۔ مسلمان عورتیں آزادی سے آراستہ و پیراستہ ہو کر گھر سے باہر نکل سکتی ہیں۔ البتہ مردوں سے ناجائز تعلقات قائم نہ کریں۔ ان کو قدرتی ہوا سے بہرہ یاب ہونے کا حق حاصل ہے۔ عرب۔ شام۔ مصر۔ ترکی۔ اور دیگر اسلامی ممالک میں مسلمان عورتیں مردوں کی طرح باہر پھرتی ہیں۔ ہندوستان میں بھی جہاں پردہ کا زیادہ رواج ہے دیکھا گیا ہے کہ اکثر دیہاتی عورتیں مردوں کے ساتھ مل کر کام کرتی ہیں اور دراصل دیہات ہی اصل ہندوستان کے نمائندہ ہیں۔ پردہ کی رسم زیادہ تر ہندوستان کے شہروں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس پر خصوصیت سے جو گروہ عامل ہے وہ شرفا کا ہے ان میں یہ رسم آباد اجداد سے چلی آتی ہے۔ اس کو مذہبی حکم سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ شرفا نے خود زبردستی اس رسم کو اختیار کیا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ رسم کم ہوتی جاتی ہے اور پرانی سختیاں جو صنف لطیف پر روا رکھی جاتی تھیں دور ہوتی جاتی ہیں۔ نظام کہنہ رو بہ تبدل ہے اور ایک نئی تنظیم اور نیا ضابطہ اس کے بجائے ہماری زندگی میں داخل ہو رہا ہے۔ وہ وقت دور نہیں جب پردہ کے متعلق قدیم ہندوستانی رؤسا کے متشددانہ خیالات آئندہ نسلوں کی دلچسپی کا باعث بن کر رہ جائینگے۔

مقابلہ

عورت کی حیثیت میں اسلام نے جو انقلابی تغیرات پیدا کئے ہیں ان کا صحیح اندازہ اسی صورت میں لگایا جا سکتا ہے جب اسلام سے قبل اور مابعد تاریخ میں حقوق نسواں کا نقشہ پیش کیا جائے۔ مسئلہ کے آخر الذکر پہلو پر سطور بالا میں ایک طائرانہ نظر ڈالی جا چکی ہے۔ اب ہم قبل از اسلام حالت پر تبصرہ کرتے ہیں۔

اسلام سے قبل عرب میں عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اس کو جائداد کا ایک جزو سمجھا جاتا تھا۔ اپنے شوہر

کی وفات کے بعد اس کے ورثا کی مملوکہ قرار دیجاتی تھی۔ اور اگر ورثا اس کی اولاد نہ ہو تو وہ اس سے شادی بھی کرلیتے تھے۔ ایک عرب بدوی جس قدر عورتوں سے چاہے شادی کرسکتا تھا۔ اور اس کے مرنے کے بعد یہ بدنصیب بیوائیں ورثا کے حصہ میں آتی تھیں۔ ان کی عزت، دولت محفوظ نہیں رہ سکتی تھی۔ عورتوں کی عصمت دری موثر ترین ذریعہ انتقام خیال کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عرب بدوی خاندانی عزت و وقار کے تحفظ کی خاطر اپنی نوزائیدہ لڑکیوں کو زندہ درگور کیا کرتے تھے۔

حضرت نبی کریم صلعم نے ان تمام حیوانی افعال کی ممانعت کی اور عورت کو اعلٰے درجہ مرحمت فرمایا۔ گویا اسلام نے عورت کو تحت الثرےٰ سے اوج ثریا پر پہنچا دیا۔ فی الحقیقت مسلم خواتین کو حضرت نبی کریم صلعم کا تہہ دل سے ممنون ہونا چاہیئے جنھوں نے ان کو وہ رتبہ عطا کیا جو آج تیرہ سو سال کے بعد متمدن اقوام کی عورتوں کو حاصل نہیں۔ یاد رہے کہ آج یورپ جو تہذیب و تمدن کا مدعی ہے اور جمہوری خیالات اور رواداری کی ترقی میں ہمہ تن مصروف ہے عورت کو وہ سیاسی آزادی نہیں دے سکا جو اسلام نے عطا کی ہے۔ حال ہی کا تاریخی واقعہ ہے کہ ترکستان کی اسلامی سلطنت نے ایک خاتون مادام خالدہ ادیب خانم کو سرزمین مغرب میں اپنی وزیر منتخب کیا۔ سیاسی آزادی کے علاوہ مسلم خاتون کو مذہبی اور معاشرتی آزادی بھی حاصل ہے۔ مسلم خواتین کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت بھی ہے۔ راقم الحروف نے خود جامع مسجد دہلی میں مسلم خواتین کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اور خواتین اسلام کے لئے یہ امر باعث فخر ہے کہ سب سے پہلے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبرےٰ ہی مشرف باسلام ہوتی تھی۔ سب سے پہلے آپ سے ہی حضرت نبی کریم صلعم نے وحی نبوت کا راز بیان کیا تھا کسی مذہبی پیشوا کی اہانت سے کوسوں دور رہ کر میں یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ حضرت نبی کریم صلعم ہی تھے جنھوں نے ازدواجی زندگی بسر کرتے ہوئے دین حق کا علم بلند کیا۔ آپ مصیبت میں حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضی اللہ عنہا سے مشورہ بھی فرماتے تھے۔ اس کے برخلاف دیگر مذہبی پیشواؤں نے تلاش حق کے لئے دنیا اور متاہل زندگی کو ترک کیا ؛

آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم

(مسٹر حامد رضا صاحب بی۔ اے)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو جلد ۲۴۔ نمبر ۷)

آنحضرت صلعم نے جو پیغام دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ صدیوں تک انسانوں کی روحانی ترقی کا موجب ہوتا رہے گا۔ اس کی بدولت انسانوں کو علم وفن حاصل کرنے اور فطرت کو مسخر کرنے کے لئے تازہ تحریک حاصل ہوتی ہے۔ اس کی بدولت انسان کو یہ معلوم ہوا کہ اس کی ترقی کا راز تسخیر فطرت میں مضمر ہے ابتدائی زمانہ میں انسان، مظاہر فطرت کو اپنا معبود سمجھکر ان کے سامنے سربسجود ہوتا تھا۔ لیکن آنحضرت صلعم نے انسان کو اس خوف سے ہمیشہ کے لئے رہائی بخشی۔ جس کی بنا پر انسان نے فطرت کو معبود بنایا تھا اور اس طرح آپؐ نے مذہب کو نیا مفہوم عطا کیا۔ اور یہ آپؐ کا نہایت شاندار کارنامہ ہے۔ اس نبی امی کی بدولت سائنس اور مذہب کی صدیوں کی نزاع ختم ہوگئی۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار بن گئے۔ آپؐ نے خدا تعالےٰ کا جو تصور پیش کیا وہ نہایت ارفع بھی ہے اور معقول بھی۔ اور اس علمی زمانہ میں لائق تسلیم ہے اور اس لحاظ سے بے نظیر بھی ہے کہ وہ بیک وقت ہمارے ادراک اور جذبات دونوں کو اپیل کرتا ہے۔ یہ تصور ایک ہستی مطلق کا تصور کرتا ہے۔ جو صرف ایک طریق مثلاً حیات سے متعلق نہیں۔ بلکہ کل کائنات سے متعلق ہے۔ آنحضرتؐ کا معجزہ یہ ہے کہ آپؐ نے ان تمام ادنےٰ تصورات کو رد کر دیا۔ جو خدا کو محض ایک قبائلی بادشاہ یا بنی اسرائیل کی سوختنی قربانیوں کو خوشی کے ساتھ قبول کرنے والے کے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اسلام کا خدا تکان، تکلیف، جنسی جذبات اور انسانی میلانات اور توہمات سے پاک ہے۔ گبن جیسا متشکک بھی تسلیم کرتا ہے کہ "حضرت محمدؐ صاحب (صلعم) کا مذہب شبہ اور شکوک سے بالاتر ہے۔ اور قرآن، خدا کی توحید پر ایک شاندار شہادت ہے۔ ایک فلسفی بھی مسلمانوں کے عقائد کو تسلیم کر سکتا ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ عقائد ہماری موجودہ دماغی صلاحیتوں سے کہیں بلند تر ہیں"۔ خدا کا تخیل شروع سے فلسفہ کی ابتدا اور انتہا رہا ہے۔ چنانچہ ہربرٹ ولڈن کار کہتا ہے "اہم فلسفیانہ مسئلہ جو اس وقت ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ خدا کے اس تخیل کی جو سترھویں صدی کے فلاسفہ نے ہمیں ورثہ میں دیا، اصلاح کی جائے۔ تاکہ اس تخیل کو علم الحیوٰۃ کے نئے تصورات سے مطابقت

دی جا سکے۔" موجودہ فلسفیوں کے سامنے، اہم فلسفیانہ مسائل ہیں، نظریۂ ارتقائے تخلیقی اس وقت ایک ناگزیر عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔ زندگی کے روایتی تخیل کے مقابلہ میں کہ اسے پہلے زمانہ میں ایک صفت یا پیچیدہ سالماتی امتزاجات کا لازمہ سمجھا جاتا تھا۔ موجودہ زمانہ میں جو نیا تخیل پیدا ہوا ہے کہ وہ ایک متحرک اصول ہے۔ یہ تخیل ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم خدا اور انسان کے ساتھ اس کے علاقہ کا بھی ایک جدید تخیل قائم کریں روایتی مذہب اس جدید ضرورت کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ جدید سائنس اور جدید فلسفہ نے آلہیات کو ایک بلند تر مقام پر پہنچا دیا ہے۔ وہ قبل ازیں محدود اور بوسیدہ اور شکستہ پا تھی۔ اور روایتی تخیلات میں گرفتار تھی۔ لیکن اب اسے ایک نئی زندگی حاصل ہوگئی ہے۔ جو مذہب بوسیدہ خیالات کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے وہی مذہب کامیاب ہوتا ہے۔ ولڈن کار لکھتا ہے جب ہم تخلیقی ارتقا کے نظریہ کی روشنی میں روایتی مذہب کی تشریحات کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ ہمیں ناکارہ اور حقائق سے دور نظر آتی ہیں" لیکن آنحضرت صلعم کا مذہب ایسا نہیں ہے۔ آپ ہی وہ یکتا مذہبی معلم ہیں کہ آپ کی دور بینی، آج حکماء کی معاون ہے، اس امر میں کہ وہ تخیل آلہ کو علم الحیوٰۃ کے جدید نظریوں سے مطابق کرسکیں۔ تخلیقی ارتقا کے نظریہ کے شارحین نے حیرت انگیز طور پر آپ کے پیش کردہ تخیل آلہ کا اتباع کیا ہے۔ انسانی علم کی مختلف شعبوں میں تازہ نشوونما کی روشنی میں تخیل آلہ کی اصلاح کرنے کی کوشش میں، ولڈن کار لکھتا ہے:۔" نظریہ ارتقائے تخلیقی نے ایسے خدا کا تخیل پیش کیا ہے جو نہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے" اس ایک فقرہ میں اس نے ایک زبردست حقیقت کو اس طرح پیش کیا ہے کہ دریا کوزہ میں سما گیا ہے۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ ولڈن کار کے اس تخیل کا ماخذ کیا ہے؟ ملاحظہ ہو آیت الکرسی کی حسب ذیل آیت:۔ لا تاخذہ سنۃ و لا نوم" یعنے خدا تعالےٰ کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند آتی ہے۔ (قرآن مجید ۲: ۲۵۵) یہ آیت شریفہ اپنے مطلب کے اظہار میں اس قدر واضح ہے کہ اس پر مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے۔ ولڈن کار کے تخیلات حرف بحرف قرآن مجید کی تعلیمات سے ماخوذ ہیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ فلسفہ جدیدہ کو آنحضرت صلعم کی وحی کی بدولت یہ دن نصیب ہوا کہ وہ اپنے تصور آلہ کی اصلاح کرسکے۔ اور یہ بات ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ بنی نوع آدم کی عقلی اور حکمیہ ترقی کے ضمن میں واحد رہنما ہیں۔ چھٹی صدی عیسوی کے ایک عرب کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ آلہیات کے مسئلہ کا، جو صدیوں سے یوربین فلاسفروں کو پریشان کر رہا ہے ایسا جدید الخیال حل پیش کرسکے۔ آنحضرت صلعم تاریخ عالم میں ایک یکتا معلم ہیں جو موجودہ فلاسفہ کی تحقیق حق کے معاملہ میں

رہنمائی کر سکتے ہیں۔ میرے اس قول کی صداقت اس بات سے مل سکتی ہے کہ ولڈن کار نے اپنے تخیل آلہ کو قرآنی تعلیم پر مبنی کیا ہے۔ فلسفہ جدید ہم کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ خدا ایک ہے اور یہ کائنات یا نظام کائنات بھی ایک ہے۔ بے شک دنیا، آنحضرت صلعم کی ممنون احسان ہے کہ آپ نے پوری حقیقت منکشف فرما دی ہے آپؐ توحید الٰہی کے سب سے بڑے پیغامبر ہیں۔ اور آپؐ کا پیش کردہ تخیل الٰہ، تشبیہ اور علم الاصنام کی نفس پرستی دونوں سے منزہ ہے۔ توحید کا عقیدہ نظام اسلام میں دائمی صداقت کا مرتبہ رکھتا ہے اور موجودہ زمانہ کے لوگوں کو توحید اخلاقی کے سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ اخلاقی توحید کی قیمت کا اندازہ اس فائدہ سے لگانا چاہیئے جو موجودہ زمانہ میں اس کی بدولت لوگوں کو پہنچا ہے۔ اور اس وسعت سے بھی ہو سکتا ہے جسکے ساتھ یہ تصور، کائنات کا ایک معقول نظریہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہ انسان کی بلند ترین قوتوں کی نشو و نما بھی کرتا ہے اور ان کی تشریح بھی۔ آنحضرتؐ کی تعلیم توحید، ایک عالمگیر سوسائٹی کے قیام میں ایک زبردست عنصر ہے۔ اور اس نے بنی نوع آدم کو ایک نقطہ پر متحد کرنے میں ایک زندہ طاقت کا کام انجام دیا ہے۔ وحدت انسانی، وحدت الٰہی کا منطقی نتیجہ ہے۔ لیکن یہ نتیجہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک خدا کے محبوب فرزندوں کا قدیم افسانوی عقیدہ ترک نہ کیا جائے۔ آنحضرت صلعم نے ایک خدا اور ایک کائنات کا نظریہ پیش کیا ہے۔ آپؐ نے خدا کے تمام محدود تصورات کو اپنی تعلیم سے خارج کر دیا۔ اسلام دنیا میں پہلا عالمگیر مذہب ہے۔ پہلا مذہب ہے جس نے قومیت کی حدبندیوں کو مٹایا اور وسیع ترین معنوں میں اخلاق کا سبق پڑھایا۔ قرآن مجید فرماتا ہے "سب لوگ ایک ملت کے افراد ہیں" اس سے بڑھ کر شریفانہ پیغام، انسانیت کو نہیں دیا جا سکتا۔ آنحضرت صلعم نے بنی نوع آدم کی پارلیمان، اور تمام عالم کا وفاقی نظام قائم کر دیا۔ اور آپؐ کے مذہب نے بین الاقوامی وحدت اور تعاون کا سب سے شاندار ریکارڈ قائم کیا ہے۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس کا اعتراف دنیا کے تمام حکما نے کیا ہے۔ پروفیسر گب، جس نے اسلام کے تاریخی عروج کا تنقیدی مطالعہ کیا ہے لکھتا ہے :۔ "اگر یورپ اپنی ثقافتی زندگی خصوصاً اپنی روحانی زندگی کی کامل نشو و نما چاہتا ہے تو اسے لازم ہے کہ وہ ان قوتوں اور صلاحیتوں کو استعمال میں لائے جو اسلامی سوسائٹی میں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ دنیا کی اور کسی سوسائٹی نے اس قدر مختلف الخیال اقوام کو حیثیت، مواقع، اور کوشش کی وحدت میں متحد نہیں کیا۔ اسلام کی وساطت کے بغیر، مشرقی اور مغربی سوسائٹیوں کا اختلاف، اتحاد عمل کی صورت میں مبدل نہیں ہو سکتا۔ اور مشرق سے

متعلق جو مسئلہ آج یورپ کے سامنے درپیش ہے اس کا حل اسلام کے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں ہے۔ الغرض آنحضرت صلعم کے پیش کردہ اصول توحید کی سب سے بڑی قیمت یہ ہے کہ وہ ایک عالمگیر سوسائٹی کے قیام میں معاون ہو سکتا ہے۔ اس کی بدولت نیکی کا بحیثیت ایک نصب العین کمال، قیام کا مبنی حاصل ہو سکتا ہے اور یہ اصول ایک شدید میکانکی تہذیب میں زندگی کی لہر پیدا کر سکتا ہے جس کی ناکامی معاشرتی نقصان، انحطاط نا امیدی اور فنا کی ذمہ دار ہے۔ علامہ اقبال سے بڑھ کر اصول توحید کی تفسیر شاید اس زمانہ میں کسی نے نہیں کی وہ کہتے ہیں "اصول توحید کی بدولت ثقافت جدیدہ کو، اتحاد عالم کی بنیاد حاصل ہو سکتی ہے۔ اسلام بحیثیت ایک نظام معاشرت کے محض ایک عملی طریقہ ہے جس کی بدولت یہ اصول انسانوں کی جذباتی اور عقلی زندگی میں ایک زندہ عنصر بن سکتا ہے۔ وہ انسانوں کو بادشاہوں کے سامنے نہیں بلکہ صرف خدائے واحد کے سامنے سربسجود ہونا سکھاتا ہے۔ اور چونکہ خدا تمام روحانی زندگی کی آخری بنیاد ہے۔ اس لئے خدا کی فرمانبرداری، گویا انسان کی اپنی اعلیٰ فطرت کے اقتضاء کی فرمانبرداری ہے۔ اسلام کی رو سے تمام زندگی کی آخری روحانی بنیاد ازلی ہے اور اختلاف و تغیرات میں نمایاں ہوتی ہے۔ اور جو سوسائٹی حقیقت کے اس تخیل پر مبنی ہو گی وہ اپنی زندگی میں دوام اور تغیر کے مقولوں کو مطابقت کا رنگ عطا کر سکتی ہے۔

آنحضرت صلعم نے توحید الٰہی پر زور دے کر جدید فلسفہ کے میدان میں نیا معیار قائم کر دیا ہے اور ترقی پسند انسان کے سامنے تحقیق کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ جن کی بدولت وہ فرسودہ خیالات سے آزاد ہو کر، اعلیٰ تحقیق اور فکر کے میدان میں داخل ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلعم، اصول توحید کے علمبردار ہیں۔ اور ایک عالمگیر مذہب اور عالمگیر زاویہ نگاہ پیش کر کے آپ نے معیار کے احساس میں نئی زندگی پیدا کر دی۔ اس اصول نے بڑی ترقی کی ہے۔ اور موجودہ زمانہ میں اس کا بہت کچھ استعمال کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر وہنیٹ لکھتا ہے۔" یہ اصول ہمیں سائنس جدید میں نظر آتا ہے جس کا رجحان یہ ہے کہ مظاہر فطرت کی کثرت کو چند معدود اصولوں میں منحصر کر دیا جائے۔ اور مختلف فطری قوتوں کو جن سے ہم آشنا ہیں ایک بنیادی حرکی اور مستقل قوت میں تبدیل کر دیا جائے جو توانائی کی تمام صورتوں کا سرچشمہ ہے۔ سیاسیات میں بھی یہی رجحان کارفرما ہے۔ ریاستوں میں اتحاد ہو رہا ہے۔ اور چھوٹی قومیں بڑی اقوام میں جذب ہو رہی ہیں۔ اور اقتدار ملکی معدودے چند نفوس کے ہاتھ میں آتا جاتا ہے۔ تجارتی زندگی میں بھی یہی اصول وحدت کارفرما ہے۔ یعنی بڑی بڑی تجارتی کمپنیاں قائم ہو رہی ہیں سرمایہ دار اور مزدور اپنے اپنے مفاد کے لئے متحد ہو رہے ہیں۔ اور امداد باہمی کے نئے طریقے پیدا ہو رہے ہیں

تاکہ موجودہ زمانہ کی اقتصادی مشکلات کا علاج کیا جائے ۔ سوسائٹی میں بھی یہی اصول کار فرما ہے یعنی افراد ایک دوسرے کی طرف دست معاونت بڑھا رہے ہیں اور مفاد باہمی کی بنا پر ایک دوسرے سے متحد ہو رہے ہیں ۔ اور تمدنی معاملات میں اصلاحی طریق جاری ہے ۔ جس کا سب سے بڑا مظہر وہ کوشش ہے جو بین الاقوامی صلح کے لئے کی جا رہی ہے اور یہ تہذیب جدید کا سب سے بڑا ثمرہ ہے ۔ اسی طرح مذہبی عالم میں اس اصول کا جلوہ نظر آ رہا ہے ۔ یعنی اصول تحکیم رو بزوال ہے ۔ اور کلیساؤں کا اختلاف بھی کم ہوتا جاتا ہے ۔ اور مذہبی اور کلیسائی اختلافات کو مٹانے کی کوششیں بھی زور و شور کے ساتھ جاری ہیں ۔ تاکہ مسیحی اتحاد کے لئے کوئی امر مشترک ہاتھ آ جائے ۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ آج مختلف العقائد افراد اس کوشش میں ہیں کہ تمام مذاہب کو ایک عالمگیر اخوت اور ایک عالمگیر مذہب کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے ۔

انسانی فکر کے مختلف شعبوں کی کارفرمائی کا یہ سرسری ساخاکہ ہے ۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آج وحدت ہی ہمارا تخیل ہے اور وحدت ہی ہمارا اصول ہے ۔

توحید الٰہی کا اسلامی عقیدہ ، انسانی فکر کو ، تحکمانہ عقائد کی گرفت سے رہائی بخشتا ہے ۔ ڈاکٹر رادھاکرشن مشہور ہندوستانی فلاسفر لکھتا ہے ۔ " مذہب کو کسی چیز سے اس قدر نفرت نہیں جس قدر دیگر مذاہب سے ، اور یہ دنیا بہت زیادہ مذہبی ہو جائے اگر تمام مذاہب دُنیا سے ناپید ہو جائیں " پس آج دنیا جس چیز کی متلاشی ہے وہ مذاہب نہیں بلکہ ڈاکٹر کی رائے میں صرف ایک مذہب ہے اور آنحضرت صلعم کا تلقین کردہ اصول توحید ، دنیا سے مذہبی اختلافات کا خاتمہ کر سکتا ہے ۔ یہ اصول ، مذہب کا دسیع ترین تخیل پیش کرتا ہے ۔ اور تمام متحارب عقائد کو اپنی آغوش میں جگہ دیتا ہے ۔ اور ان میں جس قدر دائمی قیمت کے عناصر ہیں ان سب کو تسلیم کرتا ہے ۔

قرآن مجید دُنیا میں پہلی مذہبی کتاب ہے جس نے مذہبی القاب مثلاً مجوسی ۔ یہودی اور نصرانی کو رد کر دیا ۔ جب وہ مذہب کی روح پیش کرتی ہے تو اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ نجات یا صداقت کسی خاص قوم سے مختص نہیں ہے اور قرآن مجید کی یہ تعلیم موجودہ دُنیا کے لئے ایک بے نظیر عطیہ ہے جو آج مختلف مذاہب کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے ۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے :۔ " یقیناً جو ایمان لائے ، اور یہودی اور عیسائی اور صابی ، جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور نیک اعمال کرے ، یقیناً اللہ کے نزدیک ان کا اجر موجود ہے نہ ان پر خوف طاری ہوگا ۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے " (۲ : ۶۲) پھر ارشاد ہوتا ہے :۔ " اور وہ کہتے ہیں کہ سوائے یہود اور نصاریٰ کے اور کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا ۔ یہ سب ان کے ذاتی خیالات ہیں ، بلکہ خواہشات ہیں ۔ آپ

فرما دیجئے کہ اگر تم اس قول میں سچے ہو تو ثبوت لاؤ۔ (دراصل بات یہ ہے کہ) جو شخص اللہ کی اطاعت کریگا اور اعمال حسنہ بجا لائے گا وہ اپنے رب سے اجر حاصل کرے گا۔ اور ایسے لوگ نہ خوفزدہ ہوں گے نہ غمگین (۲:۱۱۱)

یہ آیات اس تنگ ذہنیت کا ہمیشہ کے لئے استیصال کرتی ہیں جو حقیقی مذہب کی روح کے سراسر منافی ہے۔ دُنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ آنحضرت صلعم نے انسانوں کو مختلف مذاہب سے بے نیاز ہو کر حقیقی مذہب کی طرف دعوت دی۔ اور آج کس قدر حیرت انگیز ہے یہ بات کہ دنیا کے عقلاء آپؐ کے اصول کی حمایت پر کمربستہ نظر آتے ہیں۔ آپ کا پیش کردہ تخیل توحید موجودہ زمانہ کے انسان کی جملہ ضروریات کا کفیل ہو سکتا ہے اور اس کے سینہ میں آزادی، وسعت، ترقی، صلاحیت کار، اور مسرت کی روح پھونکتا ہے اور سائنس جدید کی رہنمائی کرتا ہے کہ وہ کائنات کا مطالعہ کرکے مشیت ایزدی کی وحدت کا نظارہ کر سکے بایں معنے کہ کائنات میں، وحدت حکومت بھی ہے اور وحدت حیات بھی۔ انسانی وحدت بھی ہے اور وحدت مذاہب بھی۔ اور یہ پاکیزہ تخیل، بنی نوع آدم کے دماغ سے جہالت اور توہمات کو دور کرتا ہے اور طلب علم پر مائل کرتا ہے، جو شادمانی کے لئے ازبس ضروری ہے۔

عقیدۂ تثلیث کی بدولت، یعنی اس کی مہمل اور لایعنی تعلیم کی بدولت دنیا میں کافی مصائب نازل ہو چکے ہیں۔ لیکن آنحضرت صلعم کا معقول اصول توحید الٰہی نے انسانیت کی کامیابیوں کی فہرست میں زبردست اضافہ کر دیا ہے۔ موجودہ دستوروں اور عقائد کی ناکامی، مغربی تہذیب کے اصولوں کی خرابی پر زبردست دلیل ہے۔ سی ای ایم جوڈ لکھتا ہے:۔ موجودہ مغربی تہذیب، ایک درجن قابل آدمیوں کی کوششوں کے ثمرات کو ایک ایسی آبادی کے ساتھ منسوب کرنے کا نام ہے جو جذبات کے لحاظ سے وحشیوں کی طرح ہے اور تہذیب کے لحاظ سے سکول کے بچوں کی طرح۔ ہماری میکانکی قابلیت اور معاشرتی اور اخلاقی پستی میں جو شدید اختلاف پایا جاتا ہے وہ ہماری تہذیب کے لئے گویا ایک زبردست خطرہ ہے۔" موجودہ مغربی تمدن کی یہ ناہمواری ایک اہم مسئلہ ہے۔ جس کی طرف مذہب کو خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ روایتی مسیحیت کی عدم صلاحیت اس باب میں کہ وہ موجودہ زندگی کے مسائل کا حل کر سکے، ہر جگہ نمایاں ہے۔ مذہب کے سامنے ایک بڑا کام یہ ہے کہ وہ مغربی تمدن میں توازن قائم رکھ سکے۔ لیکن آنحضرت صلعم نے صورت حال کا پہلے ہی سے معائنہ کرکے مناسب حل تجویز کر دیا ہے۔ جس کو آج یورپ کا ایک بہت بڑا عالم بھی صحیح تسلیم کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"ہمیں اسلامی سوسائٹی سے درخواست کرنی چاہئے کہ وہ مغربی تمدن میں توازن قائم کرے جو اس کی یک رخی ترقی کی وجہ سے درہم برہم ہوگیا ہے۔" اس عمیق مشاہدہ کو جو مغربی اور اسلامی تمدن کے ایک زبردست عالم پروفیسر گب نے پیش کیا ہے۔ ہمیں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔ الغرض آج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پیغام، عقلائے دہر کے دل و دماغ پر پوری طرح مسلط ہوچکا ہے۔ اور موجودہ مسائل میں اور ان کے حل کرنے میں آپؐ ایک زبردست معاون ہیں۔ آپؐ نے حیات کے عقلی معیار قائم کئے ہیں اور معاشرتی عدالت کی بے شمار ضروریات مہیا فرمائی ہیں۔ آپ کا پیغام انسانی تہذیب کو اس ظالم اور بے حس اور تباہ کن انقلاب سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جو انسان کی عزت کرتا ہے نہ خدا کی؛

(باقی آئندہ)

اخوت اسلامی

(محترمہ مس قمر جہاں جعفر علی صاحبہ ڈی آئی پی مونٹ (لنڈن))

تاریخ مذاہب عالم کا تفصیلی مطالعہ وقت طلب بھی ہے اور شاید اس صدمت میں موضوع زیربحث پر نظر ڈالنے کے لئے کئی جلدیں درکار ہوں اور پھر یہ کام تاریخ کے طالب علم کیلئے ہی زیادہ موزوں ہے۔ ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ اسلام دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں سے ایک ہے اور اس وقت سے ظہور میں آیا ہے جبکہ تہذیب و تمدن کا آغاز ہوا۔ اگر ہم یہ دیکھیں کہ نیابت الٰہی کا سلسلہ کب شروع ہوا تو ہمیں معلوم ہوگا کہ انسانیت کے جد اعلےٰ حضرت آدم علیہ السلام کا مذہب بھی اسلام تھا۔ اور اگر ہمیں موضوع زیربحث کی طبعی تحقیقات مقصود ہے تو ہمیں آج سے بہت سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس دور کو سامنے رکھنا پڑے گا جبکہ بت پرستی ممنوع قرار دے دی گئی۔ اور دنیا توحید کے صاف اور واضح نظریہ سے واقف ہوگئی جیسے جیسے دنیا تہذیب و تمدن کے اعتبار سے آگے بڑھتی گئی اور خدائے واحد کی پرستش غلط رنگ اختیار کرتی گئی تو اس وقت کی دنیا کی معاشرتی اور اخلاقی اصلاح کے لئے اللہ کے پیغمبر مبعوث کئے جاتے رہے۔ قدیم مذاہب کا سب سے بڑا بنیادی نظریہ یہ تھا کہ ساری دنیائے انسانیت کی خدمت بلا امتیاز ملک و نسل کی جائے۔ اس نظریہ سے اسلام نے بھی فیض پایا۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب کی حیثیت سے رنگ و نسل اور عقیدہ کے امتیاز کے بغیر، اپنے ساتھ

امن وسلامتی اور ایک عالمگیر انسانی برادری کا پیغام لایا اور تمام ان رکاوٹوں کو دور کردیا جو متحدہ انسانیت کی ترقی کی راہ میں حائل تھیں۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زندگی سے علمی اور ملی اعتبار سے بحث کرتا ہے اور ہر شخص کو اس کے اقتصادی اور سماجی مسائل کی رو سے مناسب وموزوں جگہ دیتا ہے۔

اس وقت جمہوریت تمام دنیا کی قوموں کا موضوع سخن ہے اور یہ سب کوشش کررہی ہیں کہ جمہوریت کو عمل کا جامہ پہنائیں۔ مگر جہاں تک موجودہ تہذیب وتمدن کا تعلق ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اشتراکیت اور اسی قسم کی دوسری تحریکوں کے ان قوموں میں ایک بھی تو ایسی نہیں جو جمہوریت کو روزمرہ کی عملی سیاست سے ہم آہنگ کرنے کی صحیح اہلیت رکھتی ہو۔ اس کے مقابلہ میں چودہ سو سال ہوئے اسلام نے جمہوریت کی ایک مکمل ترین اور عملی تجویز دنیا کے سامنے پیش کی اور اسلام ہی مذاہب عالم میں وہ تنہا مذہب ہے جس نے صحیح جمہوریت کی عملی بنیاد رکھی۔

اسلام نے جس اخوت انسانی کی بنیاد رکھی وہ اوراق ہی نہیں عملی دنیا میں نظر آتی ہے۔ دنیا کے اس کنارہ سے چلکر اس کنارہ تک دیکھئے۔ مراکو سے چین تک، جنوبی افریقہ سے سائبیریا تک پہنچ جایئے آپ کسی مسلمان کو دوسرے مسلمان کے دروازے سے داخل ہوتے وقت جھجکتا نہیں پائیں گے۔ یہاں آپ کو نسل وذات اور رنگ کا کوئی امتیاز نظر نہیں آئے گا۔ تمام دنیا کے مسلمان ایک بہت بڑے خاندان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں ایسا کوئی بعد نہیں جو انہیں ایک دوسرے سے جدا کرسکے۔ اور نہ ہی کوئی مصنوعی غیر مساوات ان کی معاشرتی یکجہتی میں رخنہ انداز ہوسکتی ہے۔

مسلمانوں میں بہترین جمہوریت کے نظریہ کی اشاعت ایک خدا پر ایمان لانے کی وجہ سے ہوئی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مسلمانوں کو اللہ کی توحید اور انسانی مساوات کی تعلیم دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام نے دنیائے انسانیت کو جو امداد دی اس کا صحیح علم اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ ہم اسلام کے اصول و مبادی کو پیش نظر رکھیں۔

اس دور میں جبکہ ساری کائنات ایک بڑے بوجھ تلے دبی ہوئی تھی۔ جب بادشاہوں اور مذہبی پیشواؤں کے مظالم تقریباً یکساں تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو اس چیز کی تعلیم دی کہ انسان کو ایک اور صرف ایک خدا کے حضور سر جھکانا چاہیئے۔ اس کے سوا اور کسی کے سامنے اسے جھکنے کی ضرورت نہیں۔ رہبانیت کوئی چیز نہیں اور اللہ کی نگاہ میں تمام انسان برابر ہیں۔ دولت وثروت باعث عزت واحترام نہیں صرف علم اور

تقویٰ معیار شرافت و پاکیزگی ہیں۔

اسلامی مساوات کے اس نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے دنیائے اسلام کے سب سے بڑے مفکر اور حکیم شاعر ڈاکٹر اقبال مرحوم کہتے ہیں ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز ۔۔۔ نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے ۔۔۔ تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اسلام جس عملی جمہوریت کی بنا رکھ چکا ہے دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں میں سلام کرنے کا جو طریق رائج ہے اس میں بھی ایک دوسرے کے سامنے جھکنا نہیں پڑتا۔ اس سے مقصود تو ایک دوسرے کی خیریت معلوم کرنا اور اللہ سے دعا کرنا ہے۔ اس وقت دنیا کے مفکرین جن مشکل اور پیچیدہ مسائل کے حل میں سرگرداں ہیں اسلام ان میں سے ہر ایک کی پوری رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام نے سخت اور تیز قسم کے ایسے اصول و قوانین وضع نہیں کئے ہیں جن کی اندھا دھند اتباع ضروری ہو۔ بلکہ ایسے طبعی اصول وضع فرمائے ہیں جن کا اطلاق موجودہ زمانہ کے مخصوص حالات پر بڑی آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو یہ ہمارا اپنا قصور ہے اسلام کا نہیں۔

اس وقت مسلمانان ہندوستان کی جو حد سے زیادہ افسوسناک حالت ہے اس سے اسلام بہت بدنام ہو رہا ہے۔ اس ساری چیز کی ذمہ داری ہندوستان کے ان علما پر عائد ہوتی ہے جنھیں اس موجودہ دنیا میں کارفرما ذہنی، معاشی، سیاسی، معاشرتی عوامل سے قطعی کوئی آگاہی نہیں۔ ان لوگوں کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ انہیں افراد کی روزمرّہ کی زندگی بدلنے میں بہت کافی دخل ہے۔ مسلمانوں کو ان علما سے بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے جو اسلام کی فطری اور معاشرتی تعلیمات کو موجودہ دنیا کے ان مختلف مسائل پر منطبق نہیں کر سکے۔ جنھوں نے اس وقت انسانیت کے نظریات کو پورے طور پر بدل دیا ہے۔ یہی مذہبی علما اس تمام تر خرابی کے ذمہ دار ہیں۔ کہ انھوں نے مذہب کو اپنا اجارہ سمجھ رکھا ہے اور اسے ایسی تنگ اور محدود صورت دیدی ہے کہ اسے ایک عام آدمی بھی سراہ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان تنگ نظر علما اور ان تعلیم یافتہ، اور وسیع الخیال اشخاص میں بہت بڑی خلیج ہے جنھیں دنیا کے اہم معاملات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جب تک یہ علما خود کو عام انسانوں سے بلند تر سمجھتے اور انہیں عوام سمجھ کر حقارت کی نظر سے دیکھتے رہیں گے اور محض مذہبی تعلیمات کے دائرہ کے اندر محدود رہیں گے اس وقت تک یہ خیالات کی رہنمائی نہیں کر سکتے اور نہ ہی دنیا

کے معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک عام آدمی کو روزمرہ اقتصادی مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اسے محض نجات کے وعدے اور مستقبل کے آرام کی امید دلاکر خوش نہیں کیا جا سکتا۔

میں یہاں یہ چیز بھی کسی قدر واضح کر دینا چاہتی ہوں کہ ان فاضل علما نے (جو مسلمانوں کے باہمی نفاق و جدال کا باعث ہیں) مذہب کے اصولوں کو کیا غلط رنگ دیا ہے۔

اسلام کی تعلیم ایک خدا کی پرستش ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت فرمایا تھا کہ تم ایک دوسرے سے بھائیوں کی طرح سلوک کرو۔" مگر یہ کتنی اندوہناک چیز ہے کہ وہی اسلام جو کبھی یکجہتی اور اتحاد کا ایک مسلمہ مذہب تھا، آج جماعتوں اور فرقوں میں بٹ چکا ہے۔ حالی نے سچ کہا ہے کہ ہماری حالت دن پر دن بدتر سے بدتر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ حالی کہتا ہے ؎

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے اس دین میں اب تفرقہ خود آکے پڑا ہے

ہمیں ہندوستان کے مسلمان شیعہ، سنی، وہابی، اور قادیانی میں بٹے نظر آتے ہیں اور ایک دوسرے کو دشمن سمجھتے ہیں۔ سب سے زیادہ افسوسناک چیز یہ ہے کہ نہ صرف عوام اور جہلا ہی آپس میں لڑتے ہیں بلکہ ہمارے علماء اور رہنما بھی ایک دوسرے کی مذمت کرنے کے عادی ہیں۔ انہیں دیکھ کر ایک آزاد خیال نظر باز یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ یہ تو اسلام نہیں ہے۔ اس لئے کہ اسلام کے نزدیک تو ہر وہ شخص مسلمان ہے جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرلے۔ اور اسے مسلمانوں کی برادری میں شریک سمجھا جاتا ہے۔ یہ تو محض حماقت ہے کہ ماضی کی تاریخ پر لڑا جائے اور کہا جائے کہ حضرت ابوبکرؓ کیوں پہلے خلیفہ بنے اور حضرت علیؓ کو کیوں نہ بنایا گیا۔ یہ کہنگی ماضی ماضی ہے۔ اور ہمیں اس سے کوئی فائدہ نہیں کہ ہم ماضی کی داستان دہرا کر آپس میں الجھیں۔ حضرت علی بہت بڑے عالم، بہادر، سخی، ایثار نفس اور عقلمند بزرگ تھے اور آپ کی یہ قطعاً خواہش نہ تھی کہ دنیا میں نسل بہ نسل بادشاہت کی بنا ڈالیں۔ بلکہ آپ آزاد جمہوریت کے خواہشمند تھے۔ کیا یہ آپؓ کے بس میں نہ تھا کہ آپ خلیفہ بن جاتے؟ مگر آپؓ نے کوئی ایسی کوشش نہیں کی اور خود کو حالات و واقعات پر چھوڑ دیا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ چاروں خلفائے راشدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے سچے خادم اور محب تھے۔ ان میں ذاتی مفاد کا قطعاً کوئی احساس نہ تھا۔ تاریخ ان کے شاندار کارناموں اور قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔ اس مختصر مضمون میں ان تمام شاندار کارناموں کا ذکر بہت مشکل ہے۔

میں یہاں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ قطعاً بیفائدہ چیز ہے کہ ہم ماضی کے واقعات پر لڑیں اور کہیں کہ یہ کیوں ہوا؟ اور یہ کیوں نہ ہوا؟ اور محض اس بنا پر ایک دوسرے کے خون سے ہاتھ رنگیں۔ یہ وقت ہے کہ ہم اپنی آنکھیں کھولیں۔ اور ایک سمجھدار انسان کی طرح سوچیں اور سمجھیں اور بلا کسی تعصب کے اپنے اسلاف کے زریں کارناموں سے سبق و عبرت حاصل کریں

خدا کیلئے مجھے کوئی بتائے کہ ایک انگریز جب اپنے سیاسی مخالف گاندھی جی کی تعریف کر سکتا ہے تو ایک شیعہ حضرت عمرؓ کے عدل و انصاف اور خدمت عامہ، حضرت ابوبکرؓ کے اخلاص و ایمان اور حضرت عثمانؓ کی سخاوت و حلم کی اسی طرح تعریف کیوں نہیں کرتا جسطرح حضرت علی کی شجاعت و بسالت کا مداح ہے۔ ہم عیسائیوں کو یہ کہتے تو سن لیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں، ہندؤوں کا یہ قول بھی ہمارے کانوں تک پہنچ جاتا ہے کہ کرشن اللہ کے اوتار ہیں تو پھر ہمیں خدا کیلئے کوئی بتائے کہ ہم خلفائے اربعہ کی تعریف کیوں نہیں سن سکتے؟ تاریخ کے حقائق اور واقعات کی موجودگی میں یہ کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ یہ چاروں خلفا اسلام کے ستون تھے اور انہوں نے اسلام کی عظیم الشان خدمت کی چار سو سال سے اس وقت تک دنیا اپنی ترقی و عروج کے باوجود حضرت عمر فاروقؓ سا کوئی آدمی نہیں پیدا کر سکی حضرت عمرؓ شیر سے زیادہ قوی دل گردہ کے مالک تھے۔ آپ دوربین، دوراندیش اور عاقل و دانا سیاست داں تھے۔ آپ بہادر بادشاہ اور سپاہی تھے۔ آپ اللہ اور اس کے بندوں کے سچے خادم تھے۔ آپ غریب اور کمزور رعایا سے ایک مہربان اور کمزور دل عورت سے بہتر سلوک کرتے تھے۔

محض تعصب اور دشمنی کی بنا پر کسی شخص کی اچھائیاں نظر انداز نہیں کی جانی چاہئیں۔ بلاشبہ خلفائے راشدین کے بعد چند نام کے خلفا بھی ہوئے ہیں۔ مگر کربلا کے المناک واقعہ کے بعد ان کی پوری مذمت کی گئی کہ ان کی وجہ سے نہ صرف ائمہ مظلومین اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے جہیتوں کا خون بہایا گیا بلکہ اسلام کو بھی بہت سخت نقصان پہنچا

بعض لوگوں کا خیال ہوگا کہ میں اس مضمون کے ذریعہ کسی جماعت کی امداد کر رہی ہوں۔ مگر جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں کہونگی کہ میں نہ شیعہ ہوں نہ سنی، نہ وہابی ہوں نہ قادیانی بلکہ مسلمان ہوں۔ اور رسولؐ کے ارشادات اور اسوہ پر پورا پورا ایمان رکھتی ہوں۔ اسلام نے ہمیں رواداری سکھائی ہے تو پھر کیا بات ہے کہ ہم ایک دوسرے کے خیالات کو تحمل و بردباری کے ساتھ سن نہیں سکتے اور محض چھوٹی چھوٹی بے فائدہ باتوں پر ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ اور حالانکہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے اور ہمیشہ اپنے شدید ترین دشمنوں کو معاف کرتے رہے۔ حافظ نے اس رواداری کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است ۔۔۔ با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی سخاوت و مہماں نوازی زباں زد خاص و عام ہے۔
میرے پاس اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کرنے کا وقت نہیں ہے البتہ میں مسلمانوں سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ جب ہر ایک مسلمان کا ایک اللہ پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے اور حضورؐ کی آخری وصیت بھی یہی ہے کہ "آپس میں متحد و متفق رہو" تو پھر ہمارے یہ چھوٹے چھوٹے اختلافات ہمیں کیوں پراگندہ و منتشر کئے ہوئے ہیں۔
اقبال کہتا ہے ؎ حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک ۔ کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک ۔
ہماری باہمی نااتفاقی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اسلام کی تعلیمات کی اتباع نہیں کرتے۔ خواہ ہمارے اختلافات کیسے کچھ بھی کیوں نہ ہوں ہمیں اب غیر متفق نہیں رہنا چاہئے۔ اور دنیا کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقعہ نہیں دینا چاہئے۔
ہر ملت کی فلاح اتحاد و یکجہتی سے وابستہ ہے۔ ہمیں اپنے تمام اختلافات مٹا کر اور ایک خاندان کی صورت اختیار کرکے دنیا کے مقابلہ میں ایک متحدہ محاذ قائم کرنا چاہیئے۔ مسلمان اگر باہم متحد ہو جائیں تو وہ دنیا کی غالب قوت بن جائیں کہ اتحاد ہی اصل قوت ہے۔ اگر ہم متحد ہو جائیں اور اسلام کے اصول و قوانین کی اتباع کرنے لگیں تو دنیا دیکھے گی کہ پیغمبر صحرا صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات موجودہ تہذیب و تمدن کے دور میں لوگوں کے لئے اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح وہ آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے تھیں اور ان کی وجہ سے انسانیت پہلے سے زیادہ خوش رہے گی۔
انسانیت کے بچانے کے لئے اسلام ہی تنہا مذہب ثابت ہوگا۔ موجودہ شرمناک تہذیب لازمی طور پر تباہ و برباد ہو جائے گی۔ مسٹر برناڈ شا نے کہا ہے :۔" دنیا چند سال کے اندر اندر اسلام کو قبول کرنے پر مجبور ہوگی"
ہم مسلمانوں کو (جنکا عقیدہ ہے کہ خدا ایک ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پیغمبر ہیں) متحد و متفق ہو جانا چاہیئے، اور دنیا کو ایک اخوت انسانی کا پیغام دینا چاہیئے اور اسے تباہی سے بچانا چاہیئے۔
ایڈورڈ برک کا قول ہے کہ :۔

"اسلامی قانون جو بادشاہ اور ذلیل سے ذلیل رعایا پر مساوی طور پر حاوی ہے۔ انتہائی عقلمندی انتہائی علم اور انتہائی تفقہ کا نتیجہ ہے اور دنیا آج تک اس قسم کے بلند و برتر قانون سے آشنا نہیں ہوئی۔"

انسانیت کی بلندی اور ترفع کے سلسلہ میں مسلمان اور اسلام حصہ لیں گے۔ اور مستقبل میں وہ جو امداد دیں گے وہ ان کی ماضی کی سرگرمیوں سے کسی طرح کم نہیں ہوگی۔

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۳۸ء

تاریخ	کوپن نمبر	تفصیل آمد	پائی	آنہ	روپیہ
۴/۴/۳۸	۲۵۱۴	منافع از سرمایہ محفوظ		۵	۳۴۱
//	۲۵۱۵	// // //		۵	۳۴۱
//	۲۵۱۶	جناب عبدالرشید احمد صاحب		۵	۳
//	۲۵۱۷	جنابہ اسدالنساء صاحبہ			۸
//	۲۵۱۸	جناب خانبہادر شیخ منہاج الدین صاحب ۴ روپے امانت		۲	۶
۵/۴/۳۸	۲۵۲۶	ایچ ای ایچ دی نظام گورنمنٹ	۵	۳	۶۶۳
//	۲۵۲۷	جناب عبدالکریم صاحب			۶۰
//	۲۵۲۸	// کرم الٰہی صاحب قریشی			۵
//	۲۵۲۹	// مولوی محمد اظہر الحق صاحب			۴
۸/۴/۳۸	۲۵۵۲	// علی احمد خاں صاحب واشمین			۵
۱۶ //	۱۶۲۴	آمد از مسجد ووکنگ در ماہ اکتوبر نومبر دسمبر ۳۷ء اور جنوری ۳۸ء	۹	۱	۳۸۱۴
//	۲۶۲۵	واپسی پیشگی از مسجد ووکنگ انگلستان	۴	۱۲	۱۷۳۵
//	۲۶۲۶	// // //		۱۵	۴۶۲۳
//	۲۶۲۷	// // //		۱۰	۴۰۹
//	۲۶۲۸	// // //	۴	۱۳	۱۱۰۲
//	۲۶۲۹	// // //		۹	۲۰۸
//	۲۶۳۰	آمد مسجد ووکنگ ماہ فروری و مارچ ۳۸ء	۸	۱۲	۸۸۴
//	۲۶۳۳	جناب عبدالکریم صاحب			۱۰
//	۲۶۳۴	// دلدوز خاں صاحب			۵

تاریخ	کوپن نمبر	تفصیل آمد	پائی	آنہ	روپیہ
۱۶/۴/۳۸	۲۶۷۲	محبوب خاں صاحب			۳
//	۲۶۷۵	از طرف جماعت بغداد	۶	۵	۱
۲۵ //	۲۷۳۴	جناب ڈاکٹر ادریس ملک صاحب		۸	۷
//	۲۷۳۶	// مشتاق محمد صاحب			۵
۲۶ //	۲۷۴۰	// مولوی محمد اظہر الحق صاحب			۴
۲۸ //	۲۷۵۰	جنابہ مسز چودھری محب اللہ صاحب			۱۴
		فروخت اسلامک ریویو			۸۴۲
		// اشاعت اسلام		۳	۱۰۶
		// ووکنگ گزٹ			۵۹
		// کتب			۲۱۴
					۱۵۴۹۷ — ۱۲ — ۰

تفصیل امد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن نمبر	تفصیل آمد	پائی	آنہ	روپیہ
۷/۴/۳۸	۲۵۴۰	جناب ضیاءالدین صاحب کرمانی			۱۵
۱۴ //	۲۶۳۲	جناب اے آر ارائیں			۲۵
۱۶ //	۲۶۶۰	// محمد حمید اللہ صاحب			۵
//	۲۶۶۱	// الطاف حسین صاحب			۵
۲۰ //	۲۷۱۹	// خانبہادر عبدالعزیز صاحب			۱۰
۲۲ //	۲۷۲۴	// ایس۔ بی۔ علی			۵
۲۳ //	۲۷۲۹	// ظہورالدین صاحب			۵
۲۵ //	۲۷۳۷	// محمد فریدالدین صاحب			۵
//	۲۷۳۸	// کے بی قلی خانصاحب			۱۰
					۳۸

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۳۸ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۴/۴/۳۸	۱۴۷	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۴۸۳۸ تا نمبر ۴۰۴۰ مالیتی ... کتب خرید کردہ برائے فروخت ... سٹیشنری ... بلاک برائے اسلامک ریویو ... بجلی کا بل ۹- ترجمہ برائے اشاعت اسلام ... کتابت بقایا از فروری مارچ ۳۸ء ... ٹیلیگرام ... ٹائپ کرائی عیدالضحیٰ رپورٹ ... متفرق ...	۹	۰	۲۹۴

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۷/۴/۳۸	۱۴۸	کرایہ دفتر و بکڈپو ماہ فروری ۳۸ء			۴۵
	۱۴۹	میسرز نیو یونین پریس علے الحساب طباعت			۴۰
	۱۵۰	کرایہ گودام از جولائی ۳۷ء تا مارچ ۳۸ء ۹ ماہ			۹۰
	۱۵۱	تنخواہ سکرٹری ٹرسٹ از نومبر ۳۷ء تا فروری ۳۸ء		۴	۴۰۹
	۱۵۲	تنخواہ عملہ ماہ مارچ ۳۸ء		۵	۴۱۸
	۱۵۳	سفرخرچ سکرٹری صاحب از ماہ اکتوبر ۳۷ء تا ماہ مارچ ۳۸ء (۶ ماہ)			۱۸۰
	۱۵۴	کمیشن چارج اوف ریزرو بنک در قرضہ گورنمنٹ			۲۰
	۱۵۵	میسرز سول اینڈ ملٹری گزٹ پریس:- طباعت اسلامک ریویو بقایا بل بمعہ بل فروری ۱۹۳۸ء			۶۹۲

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۳۸ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۷/۴/۳۸	۱۵۶	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل محصول ڈاک از نمبر ۱۸۴۸ تا ۱۹۲۳ کتب خریدکردہ برائے فروخت ترجمہ برائے اشاعت اسلام ۱ ریم کاغذ برائے اشاعت اسلام سرورق ٹیلیگرام سٹیشنری متفرق	۶	۱۰	۲۷۵
	۱۵۷	میسرز معراج الدین جلد ساز جلد سازی اسلامک ریویو بابت نومبر۔ دسمبر ۱۹۳۷ء و جنوری ۱۹۳۸ء و رسالہ اشاعت اسلام از اکتوبر ۱۹۳۷ء تا جنوری ۱۹۳۸ء		۱۳	۷
	۱۵۸	میسرز نیشنل ٹریڈنگ کمپنی ۳ ریم کاغذ برائے ووکنگ گزٹ ۴ ریم کاغذ برائے ضمیمہ اسلامک ریویو ۱ ریم آرٹ پیپر برائے سرورق اشاعت اسلام		۵	۴۳
۱۲/۴/۳۸	۱۵۹	میسرز این سی کول اینڈ کو:۔ ۳ ریم کاغذ برائے اشاعت اسلام جنوری ۱۹۳۸ء ۲ ریم کاغذ برائے ضمیمہ اسلامک ریویو ۳ ریم کاغذ برائے ووکنگ گزٹ		۸	۳۷
	۱۶۰	میسرز نورانی پریس:۔ طباعت اشاعت اسلام ستمبر و اکتوبر ۱۹۳۷ء " سرورق " اکتوبر نومبر و دسمبر "			۲۹

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۱۲/۴/۳۸	۱۶۱	اخراجات در مسجد ووکنگ ۔ اندراج سابقہ	۴	۱۲	۱۷۲۵
	۱۶۲	پیشگی در مسجد ووکنگ برائے اخراجات "	۸	۱۳	۳۸۷۹
	۱۶۳	تنخواہ عملہ در مسجد ووکنگ		۱۵	۴۶۲۳
	۱۶۴	سفر خرچ در "		۱۰	۴۰۹
	۱۶۵	پیشگی در " ۵۰ پونڈ		۱۳	۶۷۹
	۱۶۶	" " " ۱۰۰ پونڈ	۶	۱۱	۱۳۲۸
	۱۶۸	اخراجات در "	۴	۱۳	۱۱۰۲
	۱۶۹	اخراجات سفر "		۶	۲۰۸
	۱۷۰	میسرز رپن پرنٹنگ پریس:۔ طباعت ووکنگ گزٹ نمبر ۱۶ و ۱۷ طباعت ضمیمہ اسلامک ریویو جنوری فروری ۱۹۳۸ء		۸	۵۱
	۱۷۱	کرایہ دفتر و بک ڈپو بابت مارچ ۱۹۳۸ء			۴۵
	۱۷۲	پروف ریڈنگ اسلامک ریویو و گزٹ ۔ جولائی ۔ اگست ۔ ستمبر ۱۹۳۷ء			۳۲
	۱۷۳	میسرز کمرشل یونین پریس۔ طباعت لفافے اسلامک ریویو بتعداد ۶۰۰۰ سرکلر ۔ منی آرڈر فارم اور چٹھیاں وغیرہ			۲۳
	۱۷۴	میسرز نیو یونین پریس طباعت مضامین اسلامک ریویو لیٹر ہیڈز اور ضمیمہ اسلامک ریویو بابت ماہ مارچ ۱۹۳۸ء			۲۰
	۱۷۵	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:۔ محصول ڈاک از نمبر ۱۹۳۲ تا ۲۳۳۹ کتب خریدکردہ برائے فروخت بجلی کا بل کتابت اشاعت اسلام علی الحساب بابت ماہ اپریل ۱۹۳۸ء سٹیشنری مہمان نوازی متفرق	۳	۳	۲۹۱

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمٰے کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس ۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی مستشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس ۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قایم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کر لیں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں مٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اولیں نصب العین ہونا چاہئیے۔

(۸) ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں۔ اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائن۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے، (۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریکِ خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغِ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعتِ اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۵ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا ہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زرِ کثیر صرف ہوتا ہے جسمیں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیتِ کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانۂ عید میں اس کارِ خیر کو نہ بھُولیں۔ (۱۲) عیدِ قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعتِ اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی اِن رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینیٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔ تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔

(۱۰) **ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ)** ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے۔ مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ جمع کیا جائے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) **ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق** یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) **مشن کا مالی انتظام** (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹراتِ آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکرٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) **ضروری ہدایات۔** (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing , Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)۔

[illegible] ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری) ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

Regd L No 908 July 1938

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلین

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا ، لاہور

بت تین روپے آٹھ آنہ (للعہ) سالانہ قیمت پانچ روپے (للعہ) ممالک غ

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اللہ اکبر — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تا کہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان — مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے۔ جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

Mrs. COURCHA

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے؛

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲ | بابت ماہ جولائی ۱۹۳۸ء مطابق جمادی الاول ۱۳۵۷ھ | نمبر ۷

نورانی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبد الغنی پرنٹر و پبلشر چھپ کر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ جولائی ۱۹۳۸ء

شذرات

رسالہ ہذا کو مسز کورچ کی تصویر پُر تنویر سے زینت دی جاتی ہے۔ موصوفہ ایک راسخ العقیدہ نومسلمہ خاتون ہیں۔ اسلام نے آپ کی زندگی میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے ایمان میں مزید قوت اور استقامت بخشے۔

میلاد النبیؐ کی تقریب سعید

برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام نہایت تزک و احتشام سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ کی یاد انگلستان میں بروز جمعرات مورخہ ۱۲ مئی تازہ کی گئی۔ اس روز سعید کی شام کے ۸ بجے کو اڈیٹ ریسٹارنٹ ۔ پیکیڈلی ۔ لنڈن کے مقام پر مدعوئین کا نہایت شاندار طریق سے استقبال لیا گیا۔ ساڑھے آٹھ بجے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ حافظ عبد الرزاق ہمرد امصری نے قرآن شریف کے ایک رکوع کی تلاوت فرمائی۔ مابعد مسٹر اسمٰعیل ڈی یارک سوسائٹی کے چیرمین نے ایک مختصر افتتاحی تقریر فرماتے ہوئے اول تو مدعوئین کی شرکت کا شکریہ ادا کیا۔ بعد میں میلاد النبیؐ کی تقریب سعید

کی اہمیت و واقعیت پر روشنی ڈالی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات بنی نوع انسان کے لئے ایک مشعل ہدایت ہیں۔ آپ کی حیات مبارکہ اور اسوۂ حسنہ سے مسلمان ہی نہیں بلکہ ایک عالم ہر حیثیت سے استفادہ کرسکتا ہے۔ تقریر کے خاتمہ پر آپ نے مولانا ابوالاثر حفیظ جالندھری سے درخواست کی کہ وہ تشریف لائیں اور حضور شافع یوم النشور کی شان میں کچھ نعتیہ کلام ہدیہ سامعین فرمائیں۔ سر عبد القادر صاحب نے ان اشعار کا اردو ترجمہ کیا۔ مسٹر احمد عبد الرحمن، ایک جنوبی افریقہ سے آئے ہوئے نوجوان نے چند احادیث نبویؐ سے سامعین کو نوازا۔ اس کے بعد امام صاحب مسجد ووکنگ کی بصیرت افروز تقریر ہوئی۔ امام صاحب نے ابتدا میں یہ دکھایا کہ متمدن بنی نوع انسان کی زندگی میں بعثت نبوی سے کیا اثر نمودار ہوا۔ امام صاحب نے حضرت نبی علیہ السلام کی مبارک زندگی کا ایک مختصر خلاصہ پیش کیا۔ اور خاص خاص امور پر روشنی بھی ڈالی۔ آخیر میں آپؐ کی خصوصیات کا وہ پہلو پیش کیا جو بنی نوع انسان کی جماعتی اور اخلاقی زندگی سے متعلق ہے۔

امام صاحب کی تقریر کے بعد، علامہ عبد اللہ یوسف علی نے تقریر فرمائی۔ آپ نے چند الفاظ میں حضور سرورِ کونینؐ کی شخصیت میں ایک حیرت انگیز اور محیر العقول مقناطیسی اثر ثابت کیا۔ آپ نے اس ضمن میں چند مثالیں بھی پیش کیں۔ اولاً یہ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا بے دھڑک اسلام لے آنا، درانحالیکہ شوہر کا بیوی سے تعلق ایسا ہوتا ہے جس میں عادات و خصائل چھپے نہیں رہتے سلمان فارسیؓ کا آپؐ کے اہل بیت میں شمار ہونا، تقرر بلال حبشیؓ بحیثیت موذن، اور اہل قریش پران کو ترجیح۔ اپنے آزاد غلام زید کو اپنا فرزند سمجھنا اور زید کا پھر زندگی بھر اپنے گھر واپس نہ جانا، وغیرہ وغیرہ۔

سوسائٹی کے سکرٹری مسٹر ایم ہاروں رشید نے پریزیڈنٹ مسٹر بجانن ہملٹن کا تار پڑھا انہوں نے نہ حاضر ہوسکنے کی معذرت طلب کی تھی۔ طبیعت سخت ناساز تھی۔ سکرٹری صاحب نے مدعوئین کا شکریہ ادا کیا۔ آخر میں نائب سکرٹری مسٹر کے ایس محمود کی طویل علالت کی یاس انگیز خبر سنائی گئی۔ موصوف کے حسب خواہش نماز کے بعد ان کی صحت عاجلہ کے لئے دعا کی گئی۔

جلسہ ختم ہوا۔ اور ہر قسم کے ہندی اور انگریزی کھانے میزوں پر چنے گئے۔ اخوت اور مسرت

کا عالم نظر آتا تھا۔ یہ سلسلہ خورونوش ۱۱ بجے تک رہا۔

حاضرین میں حسب ذیل اسامی گرامی قابل ذکر ہیں :-

لیڈی عباس علی بیگ۔ سعودی عرب کا مدار المہام۔ سر ارنیسٹ بینٹ۔ ایم۔ پی۔ ریورنڈ۔ ڈاکٹر سموئیل زویمر۔ ریورنڈ کولیٹ۔ ریورنڈ ڈاکٹر پیٹرسن اور مسز پیٹرسن۔ ریورنڈ مسٹر گرین اور مسز گرین۔ رائل ایر فورس کا کپتان لبس۔ مسٹر شادماں ایرانی۔ مسٹر شاکر محمدی۔ دیوان شرر۔ مسٹر ایم۔ ایچ۔ موگی۔ مصر۔ مس مارگریٹ فاروق ہرسن۔ ڈاکٹر اور مسز رضوی۔ مسٹر اور مسز ترمذی۔ ڈاکٹر محمد بخش اور ڈاکٹر اور مسز شاستری۔

ہندوستان میں پیام توحید

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

ہندوستان ہندوؤں کا ملک ہے۔ یہاں کی تہذیب بہت پرانی ہے۔ یہاں کا تمدن بہت قدیم ہے۔ ہندوؤں کی قوم اس قدر قدامت پسند ہے کہ اس نئی روشنی میں بھی اپنے خیالات نہیں تبدیل کیے۔ وہی ذات پات کی تمیز۔ وہی بت پرستی۔ وہی جانوروں کی توقیر اور قدرتی مناظر کی پرستش، جو اگلے زمانہ میں تھی اب تک جاری ہے۔ وطن پرستی کا یہ عالم ہے کہ ہندوستان میں ہیں اور باہر کہیں کسی اور ملک میں نہیں ہیں۔ پھر بھی اس ملک میں پرچم توحید لہرایا۔ اور اسلام پھیلایا گیا۔ اور اس پاک مذہب کے تمام پیرو تمام ملک میں ہوئے اور پنجاب اور بنگال میں ان کی اکثریت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان میں پیام توحید کون لایا؟ کیسے لایا؟ اور کیا ہوا؟ مسلمانوں کا جوش مذہبی شروع ہی سے ایسا بڑھا ہوا تھا کہ عرب کے علاوہ دوسرے ملکوں میں تبلیغ ہوئی اور مذہبی نظام قائم ہوا۔ اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں۔ خلافت کے تحت میں ایشیا اور افریقہ اور یورپ کے مختلف ممالک آگئے۔ اقبال نے اس حقیقت کو اپنی مشہور و معروف نظم "شکوہ" میں خوب ظاہر کیا ہے ؎

بحر تو بحر ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

خلفائے عباسیہ کے عہد میں محمد بن قاسم نے ۷۱۲ء میں سندھ کو مسخر کیا۔ اور وہاں کے باشندوں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنایا۔ اس کے بعد محمود غزنوی نے سترہ حملے یکے بعد دیگرے کرکے ہندوؤں کو مرعوب کیا اور بتکدے تباہ کیے۔ لیکن محمود کی ان سختیوں سے ہندو بددل ہوگئے۔ اور اس سے تبلیغ اسلام میں مدد نہیں ملی اسلام امن اور صلح کا مذہب ہے

یہ خیال غلط ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ اسلام اور شمشیر دو متضاد چیزیں ہیں۔ جہاں اسلام ہے وہاں شمشیر نہیں ہے۔ جہاں شمشیر ہے وہاں اسلام نہیں ہے۔ اسلام شمشیر کی کاٹ ہے۔ اور شمشیر اسلام کی کاٹ نہیں ہے۔ واقعہ ہجرت نبویؐ کی سب سے بڑی مثال ہے۔ کفار مکہ آنحضرت صلعم کو قتل کرنا چاہتے تھے آپ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اپنے بستر پر سوتا چھوڑ کر پہاڑ کے ایک غار میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ چھپے رہے۔ اور کفار اس غار سے گزر گئے۔ مکڑی نے جالا تن دیا۔ اور کفار کو آپؐ کی جائے پناہ کا پتہ نہیں ملا اور ان کی شمشیر کی پیاس نہیں بجھی۔ اسلام ایسی ہولناک سازش کے بعد قائم رہا دوسری زبردست مثال واقعہ کربلا کی ہے۔ اگر شمشیر کے زور سے اسلام مٹنے والا ہوتا تو کربلا کے واقعہ کے بعد مٹ جاتا۔ مگر بقول مولانا محمد علی مرحوم کے ؎

قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ترکوں کی تاریخ دیکھئے۔ ترک کافر تھے مسلمان ہوئے۔ بڑے بڑے ملک فتح کرتے رہے اور بہت بڑی سلطنت کے مالک ہوئے۔ جنگ عظیم کے بعد ان پر تباہی آئی۔ اب اپنا ہی ملک ان کے ہاتھ میں رہ گیا۔ اپنی معاشرت بھی بدل چکے ہیں۔ اور اسلام کو اپنے ملک کا مذہب نہیں کہتے۔ پھر بھی اسلام دنیا میں ہے۔ اور دوسرے ممالک میں اسلامی حکومتیں بھی ہیں اور تبلیغ اسلام کی کوششیں یورپ اور افریقہ میں بدستور جاری ہیں۔ اور ان میں مبلغین کو کامیابی ہوتی جاتی ہے۔

ایسے ناخوشگوار اثرات کے باوجود اسلام قائم رہتا ہے۔ اور کیا کہا جائے، سوائے اس کے کہ یہ خدا کی قدرت ہے اور پیغمبر اسلامؐ کا معجزہ۔ ہندوستان میں خاندان غلامان کی حکومت رہی اور اس کے بعد خلجی و تغلق و سادات و لودی خاندان حکومت کرتے رہے۔ ان کے بعد عہد مغلیہ شروع ہوا۔ اور اسی کے بیچ میں سوری خاندان نے بھی حکومت کی۔ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں میں بعض تو صاحب باطن بھی تھے۔ ان میں سلطان شمس الدین التمش خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ دہلی کے سلاطین فقراء کے بھی بہت معتقد تھے۔ اکبر بادشاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحہ کا بہت معتقد تھا۔ اور جب اس کے کوئی اولاد نہ ہوئی تو اس نے حضرت شیخ سلیم چشتیؒ سے استدعا

کر کے دعا کرائی ۔ اور جہانگیر ان کی دعا سے پیدا ہوا ۔ اس کا نام اکبر بادشاہ نے سلیم رکھا ۔ اور اس کو "شیخو بابا" کہتا تھا ۔ جہانگیر نے "تزک جہانگیری" میں لکھا ہے :۔ "پدرم بدرویشاں نیازمند بودند" اکبر بادشاہ کو حکمت اور آخرت کی باتوں سے بڑی دلچسپی تھی ۔ اور "عبادت خانہ" کی باتوں میں منہمک ہو کر وہ دنیا و مافیہا کو بھول جاتا تھا ۔ اس کا احساس بھی اس کو تھا ۔ ملا ابو الفضل نے "آئین اکبری" میں ایک مقولہ اکبر بادشاہ کا لکھا ہے کہ "سخنان حکمت چنداں دلرباست کہ از ہمہ بازمیدارد"

اورنگ زیب جید عالم تھا ۔ اس کے فتوے مشہور ہیں ۔ وہ جس حلم و بردباری سے زندگی بسر کرتا تھا ، اس کی مثال ناصر الدین کے علاوہ اور کسی کی زندگی میں ہندوستان کے سلاطین میں نہیں ملتی ۔ اورنگ زیب نے اپنے ولی عہد کو جو خطوط لکھے ہیں وہ بھی قابل دید ہیں ۔ ایک سچے مسلمان کے دل میں جتنا خوف خدا کا ہونا چاہیئے ۔ اس کی تصویر ان خطوط کو دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے ۔

دیانند سرسوتی کے پیرو ، آریوں نے اسلام سے دو خاص اصول لئے ہیں ۔ ایک تو تبلیغ بصورت شدھی کرنے کے ۔ دوسرے سنگھٹن جو تنظیم اسلام کے مطابق ہے ۔ اور توحید وجودی کی طرف بھی مائل معلوم ہوتے ہیں ۔ اور بت پرستی کو ترک کرنے کی تلقین کرتے ہیں ۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہندو تو اتنے مسلمان ہوئے کہ ہندو مذہب اسلام کے سانچے میں ڈھل گیا ۔ جو اصول ، اسلام کی بنیاد ہیں ۔ انہیں کو اپنے مذہب کا جزو آریوں نے بنایا ہے

غنی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن ؛ کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را ؛

مگر اس سے مسلمانوں کو کبیدہ خاطر نہ ہونا چاہیئے ۔ بلکہ اور مستعدی سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرنا چاہیئے ۔ تاکہ پیام توحید جہاں جہاں نہ پہنچا ہو بخوبی پہنچے ۔ ؎

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی ؛

حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی ؛

(رضا الدین احمد ۔ بی اے ۔ بی ٹی ۔ آنریری سکرٹری انجمن اتحاد)

احوال مسلماناں

(از رضاء الدین احمد صاحب خنجر بی اے۔ بی ٹی)

کھیں تو قسمت کے دیکھو کیا تھے اور کیا ہو گئے
جو کبھی دنیا میں اعلیٰ تھے وہ ادنے ہو گئے

اک زمانہ میں جنھیں قسمت پہ اپنی ناز تھا
جن کا روز افزوں عروج اک طرح کا اعجاز تھا

جن کے سر پر تاج تھا آزادی و اقبال کا
جن کا ثانی مرتبہ میں کوئی عالم میں نہ تھا

جن کی قوم مفتخر مشہور تھی خیر الملل
ہائے وہ قعر مذلت میں پڑے ہیں آج کل

دل میں ہے خوفِ خدا باقی نہ اب حب رسولؐ
اب نہ مشرب ہے کوئی انکا نہ ہے کوئی اصول

چھوڑ دی مدت ہوئی پابندیٔ صوم و صلوٰۃ
اب کہاں توفیق ان کو حج کریں یا دیں زکوٰۃ

ترک پابندی احکامِ شریعت کا رواج
ایسے گھر گنتی کے ہیں جن میں نہ ہو افسوس آج

قوم ساری مبتلائے نکبت و ادبار ہے
قابلِ عبرت مسلمانوں کا حالِ زار ہے

پھر گئی جبدم نگاہِ لطفِ یزداں کیا رہا
ہاتھ سے جاتی رہی دولت خزانہ لٹ گیا

شکر ہے احساسِ غفلت آج ان کو ہو گیا
اور ذلت سے سر نخوت بھی ان کا خم ہوا

پہلے بالکل بیخبر تھے اب ہوئے کچھ ہوشیار
چٹکیاں لینے لگا رہ رہ کے دل میں حالِ زار

کچھ تاسف کچھ خجالت سے ہوئے وہ سرنگوں
درد پیدا ہو کے دل میں ہو چلا قدرے فزوں

بے اثر نالوں میں ان کے جب اثر آجائیگا
حقتعالےٰ اُنپہ پھر فضل و کرم فرمائیگا

اے کہ از بے اعتنائی دل شکستہ کردہ
لیک در دلہا امیدِ عفو پیدا کردہ

رحم کن بحالِ زارِ بندگانِ شرمسار
تا بکے معتوب خواہی داشت اے پروردگار

خطبۂ عید الاضحیٰ ۱۳۵۶ھ

(از مولوی آفتاب الدین احمد صاحب)

حضرت ابراہیمؑ نہ یہودی تھے، اور نہ نصرانی، بلکہ وہ حنیف تھے اور ایک سچے مسلمان، اور یقیناً وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ بلاشبہ حضرت ابراہیمؑ سے نزدیک ترین وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے تھے اور اب اس رسول کی پیروی کرتے ہیں اور آپؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا مومنوں کا محافظ ہے۔ (۳: ۶۶ - ۶۷)

برادران و خواہران اسلام! اللہ کا بہت بہت شکر ہے کہ آج ہم اتنی تعداد میں عید اضحیٰ یعنی قربانی کی تقریب کے سلسلہ میں اسجگہ جمع ہوئے ہیں۔ اسلامؐ کی دو مستند مذہبی تقاریب میں سب سے بڑی تقریب ہے۔ چونکہ یہ حج کے موقعہ پر واقع ہوئی ہے جبکہ تمام دُنیا کے مسلمان مکہ معظمہ میں جو اسلام کا مولد ہے، ہر سال جمع ہوتے ہیں۔

مومنوں کے لئے یہ خیال بیحد روح افزا ہے کہ حج کے موقعہ پر مقدس شہر مکہ میں ایک روحانی یعنے حقیقی بین الاقوامی اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ اور یہ اجتماع، اس انتشار سے لبریز دنیا میں، انسانیت کی امیدوں کا واحد ملجا ہے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ انسانوں کے اس انبوہ کثیر میں جو ہزاروں افراد پر مشتمل ہے تمام دُنیا کی اقوام ایک جگہ جمع ہوتی ہیں۔ مختلف رنگ، مختلف نسل اور مختلف زبانوں کے لوگ ایک ہی روحانی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور ایک ہی کلمہ زبان سے ادا کرتے ہیں اور سب لوگ ایک ہی قسم کے لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں۔ خدا اس تقریب سعید اور اس مقدس شہر پر اپنی گوناگوں برکات سماوی ہمیشہ نازل فرماتا رہے۔ آمین۔

جیسا کہ آپ کو علم ہے، یہ عالمگیر رسم اور تقریب عظمیٰ، اس امر کی یادگار ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خدا کے حضور میں اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی پیش کرنی چاہی تھی۔ اس وقت تک حضرت اسحٰق پیدا نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ میں اس بیٹے کو راہ خدا میں قربان کر رہا ہوں۔ انہوں نے اس کی تعبیر یہ سمجھی کہ خدا کا منشا یہی ہے، اس لئے انہوں نے اس خواب کو عملی جامہ پہنانے کی تیاری شروع کر دی۔ شاید انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ میں اسمٰعیل سے بہت محبت کرتا ہوں اور یہ بات اطاعت الٰہی میں مخل ہو گی۔ بہر حال انہوں کچھ ہی سمجھا ہو، وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ خدا مجھ سے اپنے بیٹے کی قربانی کا طالب ہے۔ جب وہ حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرنے پر آمادہ ہوئے تو اللہ نے بذریعہ وحی انہیں مطلع کیا کہ صرف تمہاری آزمائش منظور تھی اپنے بیٹے کو ذبح مت کرو

وجہ یہ ہے کہ جو قربانی کا منظر انہوں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کا مطلب اس امر سے بہت بلند تھا کہ محض چھری لے کر بیٹے کو ذبح کر دیا جائے۔

بظاہر تو یہ مقصد تھا کہ حضرت اسمٰعیل اور ان کی والدہ ہاجرہ سارہ کی نگاہوں سے دور رہیں لیکن دراصل اس بات میں ایک زبردست منشائے الٰہی پوشیدہ تھا جو ان دونوں کو بقیہ عمر جلا وطنی کی حالت میں بسر کرنے کا حکم ملا۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ اگرچہ قربانی کا یہ واقعہ اسرائیلی لٹریچر میں بھی مذکور ہے لیکن اس کی یادگار صرف بنی اسمٰعیل اور ان کے روحانی بھائی مسلمان ہی مناتے ہیں۔

غریب ہاجرہ! یہ دراصل مصری شہزادی تھیں جو جنگ میں اسیر ہو جانے کی وجہ سے کنیز بن گئی تھیں اور اسی حالت میں وہ سارہ کے ہمراہ حضرت ابراہیم کے گھر میں آئیں۔ ان کو صرف یہ تسلی تھی کہ میں ایک نبی کی بیوی کی خدمت کر سکوں گی۔ لیکن جب کچھ عرصہ کے بعد سارہ نے ہاجرہ کی شادی حضرت ابراہیمؑ سے کر دی اور وہ ان کی نکاحی بیوی بن گئیں اور جب ان کو خدا نے ایک فرزند بھی عطا کر دیا تو ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اب شاید میرے دن پھر جائینگے۔ اور آئندہ میں معزز خاندان میں ایک معزز ماں کا رتبہ حاصل کر سکوں گی لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ہاجرہ اور ان کے فرزند کو جلا وطنی کی زندگی بسر کرنی تھی۔ پیغمبرؑ کے گھر اور ان کے مشاغل سے بہت دور۔ لیکن چونکہ یہ دونوں خدا کے فرمانبردار تھے، اس لئے اُس کی مرضی کے خلاف نہیں کر سکتے تھے چنانچہ خدا کی مشیت کے مطابق حضرت ابراہیمؑ، بیٹے اور اس کی ماں کو دور دراز مقام پر لے گئے اور ریگستان میں آباد کر دیا، یہ مقام مکہ معظمہ تھا۔ غالباً اس کے بتانے کی چنداں ضرورت نہیں، کہ خانہ کعبہ یہیں واقع تھا۔ جو دُنیا میں موحدانہ عبادت کا قدیم ترین معبد تھا۔ بعدازیں کبھی کبھی حضرت ابراہیمؑ ان سے ملنے آجاتے تھے۔ وگرنہ یہ لوگ خدا ہی کے سہارے زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے شادی کی اور ان کی وفات کے بعد ان کی آل اولاد میں بہت کچھ اضافہ ہوگیا۔ لیکن وہ یہودی قوم کی روایات سے جو بنی اسرائیل میں جاری تھیں بالکل بیگانہ ہو گئے۔ کئی صدیوں تک، حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد نے کوئی نمایاں کامیابی یا شہرت حاصل نہیں کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کی خواب اور حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کا کوئی ثمرہ نمودار نہیں ہوا اور حضرت اسمٰعیلؑ کی جلا وطنی گویا رحمت الٰہی سے دوری تھی۔ لیکن اللہ کی مشیت کو کون سمجھ سکتا ہے؟ "وہ پتھر جسے معماروں نے رد کر دیا، وہی کونے کا پتھر ہوا۔" الغرض اسمٰعیلؑ اور ان کی اولاد کو بنی اسرائیل نے بالکل بھلا دیا اور انہوں نے خود دنیا کی مذہبی تاریخ میں مسلسل شہرت حاصل کی۔ بہرکیف جب بنی اسرائیل کا دور ختم ہوگیا اور

اس نسل کے آخری پیغمبرؐ کو، خود اس کی قوم نے رد کر دیا۔ اور مشرک دنیا نے اس کو خدا بنا کر پوجنا شروع کر دیا تو فراموش کردہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے ایک فرد فریدؐ نے دوبارہ توحید الٰہی کا عقیدہ اس عالمگیریت اور شد و مد کے ساتھ دنیا میں قائم کیا جس کا وہ متقاضی تھا۔ ہم مسلمان، ظاہری علامتوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے لیکن پھر بھی بعض علامات بہت ضروری ہوتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت، خانہ کعبہ کی برباد شدہ حالت، اور آپؐ کی نظروں کے سامنے اس کی دوبارہ تعمیر، گویا پیش خیمہ تھی اس آئندہ روحانی تعمیر کا جو کہ عالمگیر موحدانہ تحریک کا زبردست مرکز بننے والی تھی۔ اسی طرح سے حجر اسود کا قیام نو جو کہ اس عمارت کا واحد بقیہ تھا جسے قبل تاریخ زمانہ میں تعمیر کیا گیا تھا۔ اور جس کے از سر نو قیام میں، آنحضرت صلعم نے اپنی اوائل عمر میں، نمایاں حصہ لیا تھا۔ گویا علامت تھی اس امر کی کہ بنی اسمٰعیل میں ایک زبردست نبی کی بعثت ہوگی جن کا خاندان ایک طرح سے یہودی روایات میں ایک رد کردہ پتھر تھا۔ لیکن وہ آگے چل کر، قرآن مجید کی بدولت نئی زندگی یافتہ روایات کے کونہ کا پتھر بننے والا تھا۔ خانہ کعبہ کا وہ سنگ اسود، اگرچہ مسلمان کے لئے محض ایک پتھر ہے تاہم انسانیت کی مذہبی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتا ہے حتیٰ کہ دنیا کی سیاسی تاریخ کی تمام یادگاریں مجموعی طور پر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ بلاشبہ تمثیلی رنگ میں یہ پتھر، نسل انسانی کی مقدس تاریخ میں سب سے بڑا نشان ہے۔

پس جب ہم مسلمان حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کی یادگار مناتے ہیں۔ تو ہم روایات ابراہیمی پر اپنے حقوق کا ادعا کرتے ہیں جو ہمیں آنحضرت صلعم کی معرفت حاصل ہوئے۔ جو کہ بواسطہ حضرت اسمٰعیل اس ابوالانبیاء کی نسل میں سے تھے۔ اور اسمٰعیلؑ وہ ہستی ہیں جن کو ابراہیمؑ نے خدا کے حضور میں جسمانی اور روحانی دو طریق پر بطور قربانی پیش کیا تھا۔ اور مسلمانوں کا مطالبہ اس باب میں اس قدر پختہ ہے کہ قرآن مجید میں اسلام کو بار بار ملت ابراہیمی یعنی ابراہیمؑ کے مذہب سے موسوم کیا گیا ہے۔ بلکہ قرآن اس سے بھی آگے بڑھ کر مذکورہ بالا آیات میں یہ کہتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا مذہب آج اگر کہیں مل سکتا ہے تو وہ قرآن ہی میں مل سکتا ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ سچے اور راستباز موحد تھے یعنی مسلم تھے۔ کچھ عرصہ ہوا، میں نے یہ آیت یہود کے ایک جلسہ میں پڑھی تھی اور وہاں ایک شخص نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا کہ بھلا حضرت ابراہیمؑ مسلمان کس طرح ہو سکتے تھے؟ بدقسمتی یہ ہے کہ آج دنیا میں لفظ اسلام یا مسلم اپنے اندر فرقہ وارانہ مفہوم رکھتا ہے۔ جس طرح کہ دوسرے مذہبی یا تمدنی نام یہ رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے

کہ لوگوں کو، اسلام اور مسلم کی قرآنی تعریف سے آگاہی نہیں ہے۔ قرآن مجید کی رو سے اسلام اتنا ہی قدیم ہے جتنی انسانیت قدیم ہے۔ ہاں آنحضرت صلعم ایک مسلم تھے۔ لیکن ان سے پہلے تمام انبیاء بھی تو مسلم ہی تھے جنھوں نے اسلام کے اصولوں پر عمل کر کے خدا کی معرفت حاصل کی تھی۔ اور اسلام کا اصل اصول، تسلیم و اطاعت الٰہی ہے۔ پس نہ صرف حضرت ابراہیمؑ بلکہ تمام انبیائے عالم مسلم ہی تھے۔ اور ہم جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، ہم اسی قدیم اسلام کی آخری تکمیل یافتہ صورت کی پیروی کے مدعی ہیں۔ جسے آنحضرت صلعم نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جو کہ اطاعت الٰہی کے اعتبار سے بنی نوع آدم کے لئے خدا کی طرف سے آخری نمونہ بنکر تشریف لائے تھے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کے، حضرت ابراہیمؑ کو مسلم کہنے کا، ایک اور مقصد بھی ہے۔ اس طرح وہ اس غلط فہمی کو دور کر رہا ہے جو اسلام کے متعلق پیدا ہو سکتی ہے۔ اور میں نے فرقہ وارناموں کے ضمن میں اس غلط فہمی کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ اگرچہ ابتداءً تمام مذاہب روحانی تحریکات ہوتے ہیں لیکن آگے چلکر وہ نسلی مذاہب کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور عالمگیر زاویۂ نگاہ، قومی زاویۂ نگاہ بن جاتا ہے۔ اور قومی زاویہ نگاہ، مذہبی زاویۂ نگاہ کی نفی کر دیتا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب ہم مذہب کو فرقہ وارانہ رنگ دیتے ہیں تو تاریخ گواہ ہے کہ خدا کا تصور بھی فرقہ وار ہو جاتا ہے۔ اسلام کو مستثنےٰ کر کے جملہ مذاہب میں خدا کے برگزیدہ لوگوں کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔

جب انسان خدا کی معرفت حاصل کرتا ہے تو یقیناً وہ اس کی شان عالمگیریت کی معرفت حاصل کرتا ہے اور جب اس قسم کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ تو اس کی روح میں آفاقی شعور پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اہل معرفت ہمیشہ فرقہ بندی سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے حضرت مسیحؑ یا حضرت موسیٰؑ کو بھی یہودی کہنا غلط ہے چہ جائیکہ حضرت ابراہیمؑ کو جو شریعت موسوی سے بہت پہلے ہوئے ہیں۔ یہ نفوس عظیمہ بلاشبہ اپنی جماعتیں پیدا کرتے ہیں لیکن جب تک ان کا پیغام اپنی اصلی شکل میں باقی رہتا ہے، اس وقت تک یہ جماعتیں دنیاوی نہیں کہلا سکتیں۔ ان میں خالص روحانی ارتباط قائم ہوتا ہے۔ اور ان کا زاویۂ نگاہ بھی عالمگیر ہوتا ہے۔ اور قرآن مجید کے ان الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے "حضرت ابراہیمؑ سے قریب ترین وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے تھے اور یہ رسولؐ اور جو لوگ آپؐ پر ایمان لاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ تمام لوگ جو حضرت ابراہیمؑ کے کامل متبع تھے۔ اور وہ تمام لوگ جو اگرچہ ان کے بعد ہوئے لیکن ان کے متبع تھے۔ مثلاً بنی اسرائیل کے تمام انبیاءؑ اور پھر آنحضرت صلعم جو بنی اسمٰعیل میں سے تھے۔ جنھوں نے اس قدر عرصہ دراز

کے بعد ایک عالمگیر خدا کے تصور کو از سرِ نو زندہ کیا اور آپؑ کے سچے متبعین، یہ سب حضرت ابراہیمؑ ہی کی اصلی امت ہیں۔ برخلاف نسلی جماعتوں کے مثلاً یہودی یا نصرانی۔ لہٰذا جب ہم اس تقریب سے حضرت ابراہیمؑ کے نام کی یادگار مناتے ہیں تو ہم دراصل حضرت ابراہیمؑ کے اس نظریۂ مذہب کی وکالت کا حق ادا کرتے ہیں جو قرآن مجید نے پیش کیا ہے۔ اور وہ نظریہ کیا ہے؟ یہ کہ مذہب قبائلی یا قومی نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی مذہب منجانب اللہ ہے تو اس کی دعوت کا دائرہ بھی تمام بنی نوع آدم پر محیط ہونا چاہیئے۔ اور نسلی امتیازات کے تمام نظریئے لازمی طور پر القائے شیطانی ہیں۔ مذہبی تاریخ کی یہ ایک عجیب ستم ظریفی ہے کہ نسلی تفوق کا خیال سیاسیات کے میدان سے نکلکر مذہبی حلقوں میں بھی پہنچ جاتا ہے۔ اگر دنیا میں قرآن مجید کا وجود نہ ہوتا تو نہیں کہا جا سکتا کہ ایک عالمگیر خدا کے تخیل کا کیا حشر ہوا ہوتا۔ جو تمام بنی نوع آدم کی صرف جسمانی ضروریات ہی نہیں بلکہ روحانی ضروریات کے معاملہ میں بھی غیر جانبدار ہے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس نے ہدایت ربانی کی شان عالمگیریت کو برقرار رکھا ہے۔

دعوت الٰہیہ اور مذہب کے متعلق گفتگو کرنا تو بہت آسان ہے لیکن بہت کم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دعوت الٰہیہ پر لبیک کہنے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان، ان تمام جذبات اور مقاصد کو فنا کر دے جو اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور عموماً مذہبی لوگ یہ کرتے ہیں کہ وہ دعوت الٰہیہ اور خواہشات دنیاوی کے مابین ایک مفاہمت کر لیتے ہیں اور بنی نوع آدم کی جملہ تکالیف کا اصلی سرچشمہ یہی بات ہے۔ اگرچہ ہم یہ جانتے ہیں کہ اس وقت اور اس حالت میں، دعوت الٰہی کا تقاضا کیا ہونا چاہیئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہم اپنی دنیاوی ضرورتوں اور مصلحتوں کو بھی مدنظر رکھتے ہیں۔ اور ہم یہ حقیقت فراموش کر دیتے ہیں کہ دنیاوی مصلحتوں کو پیش نظر رکھنے کا حقیقی مطلب یہ ہے کہ ہم خدا تعالٰے کی مشیت پر ایمان نہیں رکھتے اور انسانیت کے عالمگیر اخلاقی اصول اس مشیت کا محض ایک دھندلا سا خاکہ ہیں۔ کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ اس زمانہ میں، مذہب عالمگیر اخلاقی اصول قائم کرنے کے بجائے لوگوں کے ہاتھوں میں ان کے ذاتی مفاد کی تکمیل کا آلہ بن گیا ہے۔ انسانوں کے دماغ کو اس بلندی تک پہنچانے کے بجائے، جہاں سے وہ دعوت الٰہیہ پر لبیک کہہ سکتا ہے، مذہب، بدقسمتی سے اپنی مقدس روایات کے برخلاف قومیت، رنگ، نسل اور اقتصادی خوشحالی کے پست جذبات کی آبیاری کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔ حتٰی کہ بہت سے مذہب پرست آج، اپنے مذہب کے بانی کی ایک مخصوص قومیت کا ادعا کرتے ہیں تاکہ اس کی برتری

ثابت ہو جس طرح دوسرے لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے مذہب کا بانی محض ایک اقتصادی انقلاب پسند تھا - اور موجودہ مذہبی ذہنیت کے متعلق یہ تبصرہ بلاشبہ نہایت افسوسناک ہے - ایسی حالت میں کیا حضرت ابراہیمؑ کی یادگار ہمارے اندر مذہبی زندگی کا بلند تر تخیل پیدا نہیں کر سکتی ؟ ان کی نظر میں حب صداقت، حب وطن سے بڑھکر تھا - پس انہوں نے آنحضرت صلعم کی طرح اپنے وطن سے ہجرت کی تاکہ صداقت اور نیکی کے اظہار کے لئے بہتر جگہ حاصل کریں - اور ان کی نظر میں صداقت کا رتبہ، ہر دلعزیزی سے بھی زیادہ تھا - اسی لئے انہوں نے صداقت پر اصرار کرکے اپنی ساری قوم کو ناراض کر لیا - اور سچ تو یہ ہے کہ اگر کوئی مذہبی آدمی سچائی پر جم جائے تو وہ یقیناً لوگوں کی ناخوشی مول لے گا - کیونکہ خالص صداقت کی تبلیغ نے ہر زمانہ اور ہر ملک میں راستبازوں کے خلاف، نفرت کا طوفان برپا کر دیا ہے - حضرت ابراہیمؑ نے بھی اس بات کا ایسا ہی تجربہ کیا جیسا کہ آپ کے جانشینوں مثلاً حضرت مسیحؑ اور آنحضرت صلعم نے کیا - لوگوں کو مذہب کی طرف بلانے کے لئے ضروری ہے کہ داعی خود بلند ترین روحانی صفات کا مالک ہو - اور تمام دنیاوی مفاد کو بالائے طاق رکھ سکتا ہو یعنی اسے ابراہیمی طبیعت اپنے اندر پیدا کرنی ہوگی - کیونکہ صرف یہی انداز طبع اس کو اپنے وطن اور ہر دلعزیزی کو قربان کرنے پر آمادہ کر سکتا ہے - سچ تو یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی زندگی ہمارے زمانہ کے ہر مذہب قسم کے مذہبی لیڈروں کے لئے شمع ہدایت ہے -

مذہب کے مقام اور اس کے مقصد کے متعلق آج کل لوگوں کے دماغوں میں بہت کچھ غلط فہمی پائی جاتی ہے - بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ مذہب انسان کو معمولی انسانی زندگی اور اس کے معمولات سے محروم کر دیتا ہے اور ہر قسم کی مادی ترقی کا دشمن ہے - اور بعض یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب کو ہماری دنیاوی زندگی سے کوئی علاقہ نہیں ہے - وہ تو ہمیں صرف آئندہ زندگی کے لئے تیار کرتا ہے جس کو موجودہ زندگی سے کوئی مطلب نہیں - حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مذہب ہماری متمدن زندگی کا سنگ بنیاد ہے - کیونکہ ظاہری تہذیب مادی سے پہلے باطنی تہذیب دماغی ازبس لازمی ہے - اور دماغی تہذیب ہمیشہ مذہب کی بدولت عالم وجود میں آ سکتی ہے - اور مذہب انسان کی مادی ترقی کی راہ میں روک نہیں ہے - بلکہ وہ تو اس کی تمام ترقیوں کی روح رواں ہے - مقصد مذہب یہ ہے کہ انسان کے متضاد مقاصد زندگی میں ہم آہنگی پیدا کرے ہم اپنی زندگی میں روزانہ صدہا متضاد مقاصد سے دوچار ہوتے رہتے ہیں - جسمانی اور شخصی ضروریات اور خواہشات سے لے کر قومی اور ملکی بعض اوقات متعدد مقاصد ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں - مذہب

اگر وہ سچا ہے تو کبھی ان مقاصد کو رد نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ یہ کرے گا کہ ہم ان میں توازن کی شان پیدا کریں اور اگر تضاد واقع ہو تو پھر ادنےٰ مقصد کو اعلیٰ مقصد کے حصول کی خاطر قربان کر دیا جائے۔

جس طرح افراد کو ایک قوم کے مفاد کے لئے قربان کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بین الاقوامی مفاد کے لئے ایک قوم کے آرام کو قربان کر دینا چاہئے۔ اور اسی طرح بنی نوع آدم کی ترقی اور اس کے آرام آسائش کے لئے ایک خاص وقت کی بین الاقوامی آسائش قربان کی جا سکتی ہے۔ تاریخ عالم اس قسم کی مثالوں سے معمور ہے۔ کہ بین الاقوامی صورت حالات میں ذرا سی ابتری جو کہ مذہب کی بنا پر پیدا ہوئی، انسانیت میں ایک نئی اور بیدار شدہ اخلاقی حس کے قیام کا سبب بن گئی۔ جس کی بدولت دُنیا کو بہتر اور پختہ تر امن و امان اور خوشحالی حاصل ہوئی۔ اور عالمگیر اخلاقی اصولوں کی غیر قابل تبدیل قدر و قیمت پہلے کی بہ نسبت زیادہ شدت کے ساتھ دُنیا کے سامنے پیش کی گئی۔ اس کی آخری مثال اسلام کا آغاز ہے۔ یعنی سابقون الاولون مومنوں کی جدوجہد کی بدولت دنیا میں ایک اخوت پیدا ہوئی جس کا عمرانی استحکام دنیا کی سابقہ یا آئندہ تاریخ میں بے نظیر ہے۔ ایک نئی دُنیا ظہور میں آ گئی۔ دنیائے اسلام۔ جس نے انسانیت کے جسم میں ایک ہزار سال تک زندگی کی لہر دوڑا دی۔ اور یہ دنیا کی تاریخ میں بنی نوع آدم کی مسلسل متمدن زندگی کا طویل ترین عرصہ ہے۔ باز آمدم بر سر مطلب۔ اگرچہ بعض اوقات مذہب ہم سے، انسانیت کی بہبود عمومی کے لئے، ہمارے ادنےٰ جذبات کی قربانی چاہتا ہے۔ لیکن یہ محض اس لئے کہ افراد کے ادنےٰ مقاصد کی بہترین طریق پر تکمیل ہو سکے۔ اگر ہم غور سے دیکھیں، کسی زندگی کی حقیقت، اعلیٰ زندگی کی خدمت ہی کی بدولت حاصل ہو سکتی ہے۔ یعنی معدنی زندگی، نباتی زندگی میں اپنا مقصد حیات حاصل کرتی ہے، نباتی زندگی حیوانی میں۔ اور حیوانی زندگی انسانی زندگی میں۔ اس کے بعد انفرادی حیات، عمرانی حیات کے وسیع تر دائرہ میں اپنا مقصد حیات حاصل کرتی ہے۔ تا اینکہ یہ دائرہ کل انسانی تاریخ پر محیط ہو جاتا ہے مذہب کی اس باب میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ تمام کائنات کے مفاد عمومی کو مد نظر رکھتا ہے اور وسیع ترین مفاد پر زیادہ زور دیتا ہے جس میں تمام دوسرے مقاصد کی تکمیل شامل ہوتی ہے۔ اور قرآن مجید نے اس حقیقت عظمےٰ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائے۔ "اور جب خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ فرمانبردار ہو جا۔ تو اس نے کہا میں رب العالمین کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔"

ہاں حضرت ابراہیمؑ صرف رب العالمین کے سامنے سرِ تسلیم خم کر سکتے تھے یعنے زندگی کے اعلیٰ ترین قانون کے سامنے جسکے سامنے دیگر تمام قوانین سربسجود ہیں۔ مذہب کو جس طرح سچے مذہب نے ہمیشہ کیا ہے۔ اسی اعلےٰ ترین قانون حیات کی حمایت کرنی چاہیئے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی زندگی مذہب کے اس مقصد کا سب سے نمایاں اظہار ہے۔

اسلام جو کہ قرآن مجید اور آنحضرت صلعم کا مذہب ہے۔ جب وہ حضرت ابراہیمؑ کو اسلامی زندگی کی مثال قرار دیتا ہے۔ تو اگر وہ مذہب کی ورار الجماعت حیثیت کو قائم کرتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ اس معاملہ کے سلبی پہلو کی وضاحت بھی کر دیتا ہے۔ وہ مشیت ایزدی کی معدلت پر زور دیتا ہے۔ اگرچہ برگزیدگان الٰہی کی اولاد کو، اپنے اجداد کی روحانی برکتوں کو بطور ورثہ حاصل کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ تاہم اس نعمت کا پٹہ استمراری طور پر ان کے نام نہیں لکھا گیا ہے۔ اسلامی خدا، دراصل خدائے احسنات ہے۔ عمرانی خدمت اور تمدن کا خدا، اور قرآن نے اس اصول کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

" اور جب خدا نے بعض کلمات کے ذریعہ سے ابراہیمؑ کی آزمائش کی اور وہ اس میں پورے اترے تو اللہ نے کہا " میں تجھے قوموں کا امام بناؤں گا، تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا، اور میری اولاد کے متعلق کیا حکم ہے؟ اللہ نے فرمایا " میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچ سکتا " (۲: ۱۲۴)

ان آیات میں ایک تنبیہ کی گئی ہے نہ صرف حضرت ابراہیمؑ کی روحانی اولاد کے ایک حصہ کو بلکہ تمام مسلمانوں کو۔ انہوں نے دنیا میں اپنا سیاسی اور عقلی اقتدار کھو کر اس اصول کی صحت کو ثابت کر دیا ہے۔ اے خدا ہمیں مزید ذلتوں سے محفوظ رکھیو۔ اور خدا کرے دنیا کی مقتدر اقوام اس اصول سے سبق سیکھیں۔ دوسرا مکالمہ جو خدا اور ابراہیمؑ کے مابین ہوا، وہ بھی توجہ کے لائق ہے۔

اور حضرت ابراہیمؑ نے کہا اے رب! اسے ایک محفوظ شہر بنا دے اور اس کے مومن باشندوں کو میوے اور پھل عطا کر۔ تو اللہ نے جواب دیا " اور جو انکار کرینگے انہیں میں برائے چندے راحت دوں گا۔ اس کے بعد انہیں آگ کا عذاب ہوگا۔ اور یہ ایک برا ٹھکانہ ہے۔ (۲: ۱۲۶)

میں چاہتا ہوں کہ دنیا کی وہ مقتدر اقوام جو آج ابراہیمؑ کا روحانی وارث ہونے کا دعوےٰ کر رہی ہیں اس بات کو محسوس کریں کہ وہ آگ کے کنارے پر کھڑی ہیں جس سے قرآن نے ہم سب کو متنبہ کیا ہے۔

اب ان تمام نصائح کے علاوہ جو ہماری روحانی اور عمرانی بہبود کے متعلق ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کی زندگی سے حاصل ہوتے ہیں اس تقریب سعید میں ایک بین الجماعتی صلح کے لئے زوردار اپیل بھی ہے۔ یہ دراصل ایک ایسی تقریب ہے جس میں حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کی دو بڑی عمر والی شاخیں بھی بڑی عزت و مفاخرت کے ساتھ حصہ لے سکتی ہیں۔

قرآن مجید نے بین المذہبی تعاون کی بہت سی صورتیں پیش فرمائی ہیں۔ لیکن ابراہیمؑ کی روحانی اولاد کی تینوں جماعتوں (یہود۔ نصاریٰ مسلمان) کے اتحاد کی کوئی صورت اس تقریب سے بڑھ کر موثر اور کارآمد نہیں ہوسکتی۔ اور ہم مسلمان اس موقع پر اپنے یہودی اور عیسائی بھائیوں کو بڑی خوشی کے ساتھ بڑی خوشی کے ساتھ اس تقریب میں حصہ لینے کے لئے مدعو کرسکتے ہیں۔ اور یہ ایک بین الجماعتی اور بین المذہبی دعوت ہوگی جو قومی پیمانہ پر دی جاسکتی ہے۔ اگر اسے کافی سنجیدگی کے ساتھ منایا جائے تو صرف یہ پروگرام ہی یہودی، نصرانی، اور اسلامی مناقشہ کو جو صدیوں سے جاری ہے ختم کرسکتا ہے۔ خدا کرے میری یہ آرزو بآسانی پوری ہوسکے۔ آمین۔

مسلمانانِ ہندوستان کا نصب العین

اقتصادی کساد بازاری اور سیاسی اضمحلال

مسلم آزادی اور قومی خود مختاری کے مسائل

(جناب اے مہم صاحب بی۔اے)

اگر کوئی فرد اپنی بقا کا خواہاں ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنی تمامتر قوتیں مفید اور سود مند امور میں صرف کرے۔ جماعت بھی چونکہ افراد کے مجموعہ کا نام ہے۔ لہذا اس کو بھی بعض حالات میں اپنے قوائے استعدادیہ کے مظاہرہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اس کا یہ بھی فرض ہے کہ افراد کے بہبود و بقا میں حتی الوسع پیش پیش ہو۔ اشخاص کو مختلف ضروریات زندگی پیش آتی ہیں۔ ہر شخص راحت و آرام کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ اور اسی مقصد کو لئے ہوئے طرح طرح کی کوششوں میں مصروف رہتا ہے۔ افراد کے فرائض جداگانہ ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان جن کی تعداد ۹ کروڑ ہے۔ اس قوم کے افراد ہیں جسکی جلیل القدر روایات تاریخ عالم میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ وراثتاً قوم کے اثرات افراد میں بھی موجود ہوتے ہیں۔ اگر ان مخفی اثرات کو نتیجہ خیز ثابت کرنا ہے تو نہایت شاندار نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن افسوس و غیرت کا مقام ہے کہ ایک مدت سے مسلمان پستی کے گڑھے میں ٹامک ٹوئیے مار رہے ہیں۔ اور انہوں نے ہندوستان کی موجودہ سرگرمیوں میں کوئی عملی حصہ نہیں لیا۔ راقم الحروف مسلمانانِ ہند کی اس غفلت شعاری اور تن آسانی کو نہایت متاسفانہ نگاہ سے دیکھتا ہوا، ان اسباب کی تشریح کرتا ہے جو اس حالت کا موجب ہیں اور پھر بعد میں ان اسباب کے حل کے ذرائع تجویز کئے جائینگے۔

مسلمانوں کی حالت اس لئے اور بھی زیادہ افسوسناک ہے کہ یہ ایک ایسے مذہب کے پیرو ہیں جس نے جمہوریت کی تعلیم دی۔ ترقی و عروج کا درس دیا۔ ان کی ہدایت کے لئے ایسی مقدس کتاب نازل ہوئی۔ جس میں تمام اصولی سیاسی۔ اقتصادی۔ تمدنی اور معاشرتی اصول صراحتہً پیش کئے گئے ہیں۔ ان کے پیش نظر ان کے اسلاف کے شاندار کارنامے موجود ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم احادیث کی

صورت میں موجود ہے۔ خلفائے راشدین کی معرکہ خیز زندگیاں شمع ہدایت کا کام دے سکتی ہیں۔ اور اسلام کے ایسے پرشکوہ ابطال حریت کی مثالیں سامنے ہیں جنھوں نے عملی میدان میں گھوڑے دوڑائے

موجودہ زمانہ میں مسلمانانِ ہندوستان کی زندگی میں جو سب سے بڑا نقص نظر آرہا ہے وہ ان کی مذہبی بے رُخی اور عدم توجہی ہے۔ اپنے آبا و اجداد کے روایتی مذہب پر قائم ہیں۔ مذہب کی اصلیت سے بالکل بیخبر ہیں۔ کوئی خاص منظم اور باضابطہ کوشش بھی نہیں کی جارہی جس سے بحیثیت مسلمان نوجوانوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کیا جائے اور ان کے اندر ایک قربانی کا مادہ اور دینی تڑپ پیدا کی جائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ انہیں اپنے فرائض کا احساس ہو۔ غیر حکومت کا اقتدار بھی کسی حد تک اس صورت حالات کا موجب قرار دیا جاسکتا ہے لیکن مسلمان اور خصوصاً مسلم علماء بھی قابل مواخذہ ہیں۔ عام مسلمانوں میں تبلیغ اسلام ان کا فرض منصبی تھا۔ انہوں نے اپنے علم سے کیوں نہیں فائدہ رسانی کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء اور مبلغین بھی زمانہ کی ناسازگاری کا شکار رہیں اور اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن جب دیکھا جاتا ہے کہ علمائے اسلام عمداً اسلام کی غلط تعلیم دے کر غریب مسلمانوں کی جہالت اور بے وقوفی سے اپنا الو سیدھا کر رہے ہیں تو ہم مجبوراً ان کو بھی جرم کے ارتکاب میں شریک گردانتے ہیں۔ اسلام کے ظاہری رسوم اور غیر ضروری امور کی تعلیم تو نہایت شد و مد سے دی جارہی ہے لیکن اس کا جو اصل مفہوم ہے اس سے مسلمانوں کو تاریکی میں رکھا جارہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان نوجوانوں کی مذہبی ذہنیت قطعاً بدل چکی ہے۔

اقتصادی اضمحلال

مسئلہ کے اس غیر اہم پہلو سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم اب اپنی جماعت کی اقتصادی زندگی پر تبصرہ کرتے ہیں۔ یہاں بھی ایک یاس خیز تصویر سامنے آتی ہے۔ قرآن کریم نے اولوالخیالی اور سادہ روی پر زور دیا ہے۔ اس ضمن میں کوئی سخت حکم نافذ نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ ہر ملک جغرافیائی اور تمدنی اعتبار سے مختلف حالات رکھتا تھا۔ ایک بات جو نمایاں طور پر نظر آتی ہے وہ لباس ہے۔ اس کا مقصد محض جسم کی حفاظت قرار دیا گیا ہے۔ اظہار تجمل سے منع کیا گیا ہے۔ ہندوستان میں ہاتھ سے بنے ہوئے کپڑوں کی صنعت کو کارخانوں سے کافی ضعف پہنچایا گیا ہے۔ قریب قریب یہ پرانی صنعت ناپید ہو رہی ہے۔ ہاتھ سے بنے ہوئے کپڑوں کا کام ہندوستان کے غریب جولاہے کیا کرتے تھے۔ اور ان کو کافی فائدہ پہنچ رہا تھا۔ اور

اب جاپان اور لنکاشائر کا مال ہندوستان میں بکثرت فروخت ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کو پوشش کے معاملہ میں نہایت فیشن ایبل کہا جاتا ہے۔ ایک اوسط درجہ کے ہندوستانی مسلمان کا پہناوا کیا ہے۔ ایک ٹوپی۔ ایک شیروانی کوٹ۔ قمیص۔ لمبے لمبے پاجامے۔ ایک عمدہ جوتا اور موزہ۔ اس کے برعکس ہندو سادہ لباس پہنتے ہیں ایک قمیص اور ایک دھوتی۔ کیا یہ وجہ ہے کہ ہندو غریب ہیں؟ اور ان کی اقتصادی حالت مسلمانوں سے زیادہ ابتر ہے؟ نہیں ہندو زیادہ مالدار ہیں، زیادہ خوشحال ہیں۔ مسلمانوں سے ان کی حالت کہیں اچھی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مسلمان عمدہ لباس کیوں پہنتے ہیں جبکہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ سادہ سے سادہ لباس میں گزارا کیا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے خوش پوشی اپنی عادت او رمعمول میں داخل کر لی ہے۔ اور وہ اس عادت کو بدل نہیں سکتے۔

غریب مسلمانوں کو پستی سے نکالو

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی جماعت کے غریب افراد کی دستکاری اور صنعت و حرفت کو فروغ دیں۔ ہاتھ کے بنے ہوئے کپڑے پہننا محض فعل ہمدردی ہی نہیں بلکہ اس سے اقتصادی فائدہ بھی ہے۔ زرق برق لباس کو چھوڑ کر سادہ پوشی کی عادت ڈالو۔ اور یہ ایک اہم ضرورت ہے۔ اور اس سے ہماری قومی اصلاح ہو سکتی ہے

مستورات کے متعلق زیر غور مسائل

اب ہم ہندوستان کی مسلم خواتین کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔ تین یا چار مسائل نہایت ضروری ہیں۔ ایک مسئلہ تو تعلیم نسواں کے متعلق ہے۔ مسلمان طالبات کو اس قسم کی تعلیم دی جائے جس سے وہ آئندہ چلکر اپنے فرائض کا احساس کر سکیں اور ان کے اندر اعتماد علی النفس کی قوت پیدا ہو جائے۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بعض کا خیال ہے کہ ان کو مغربی طرز پر اعلیٰ تعلیم دلائی جائے۔ اور اسلامی تعلیم کی ضرورت نہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ مردوں کو صرف مذہبی تعلیم دی جائے۔ اور عورتوں کو صرف ابتدائی تعلیم اور ضروری نوشت و خواند آنی چاہیئے اور بس۔ مسلمان لڑکیوں کو ابتدا میں نوشت و خواند کی تعلیم دینی چاہیئے۔ پھر چند سال تک انہیں مکمل اسلامی تعلیم اور قرآن کریم سے بہرہ ور کیا جائے۔ تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کا احساس کر سکیں جب وہ بالغ ہو جائیں گی تو خانگی ذمہ داریوں میں انہیں کافی مصروفیت ہو گی۔ خانگی تعلیم میں حفظان صحت خانہ داری اور سینے پرونے کے فن میں انہیں ماہر کیا جائے۔ البتہ جو لڑکیاں اعلیٰ تعلیم کی خواہشمند ہیں ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ لیکن خطرات لاحقہ سے ان کی حفاظت کی جائے۔ مسلمان لڑکیوں کو جاہل اور نا تعلیم یافتہ نہ رکھا جائے۔

ایک اور مسئلہ جس پر کافی سے زائد زور دیا جاتا ہے وہ رسم پردہ ہے۔ عورتوں کو گھر کی چار دیواریوں میں بند کر دینا سخت مضرت رساں صحت ہے۔ جسم و دماغ کو اس سے کافی ضعف پہنچتا ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے عورتوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی عصمت و پاکدامنی کو محفوظ رکھیں۔ برقعہ ان کو بدچلن دل کی للچائی ہوئی نگاہوں سے بچانے کے لئے رواج میں آیا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے برقعہ کو پردہ کا کافی محافظ نہیں سمجھا جاتا۔ مسلمان لڑکیوں کو صرف اس پردہ کی اجازت دیدی جائے۔ باقی ان کو سیر و تفرج سے باز نہ رکھا جائے۔

بیوہ کی دوبارہ شادی کو اب مسلمان بھی معیوب سمجھنے لگے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی شادی ایک بیوہ خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے ہوئی۔ مسلمانوں کے لئے کیا یہ کوئی کم نظیر ہے یقیناً یہ افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمان نفسانی خواہشات میں مبتلا ہیں۔ ان کو صفائے قلب پیدا کرنا چاہئے اور تعصب کی لعنت سے آزاد ہو کر ایک حقیقی مسلمان کی زندگی بسر کرنی چاہئے۔

اسلام اور ہندوستان کی آزادی

ان جملہ مسائل میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ آج مسلمانان ہندوستان کے پیش نظر ہے۔ یہ مسئلہ ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ آج ہندوستان مسلمانوں کی جنم بھومی مانا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے اس پر سات سال یا اس کے لگ بھگ حکمرانی کی ہے۔ انہوں نے خالصتہً اپنی جداگانہ تہذیب و تمدن کی بنا ڈالی ہے۔ آج بھی ہندوستان کی قومی زندگی میں اسلامی حکومت کے اثرات باقی ہیں۔ اب ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں پر ایک تیسری قوم حکمراں ہے۔ اسلام کی تعلیم آزادی ہے۔ اگر مسلمان آزاد نہ ہوں تو وہ اپنی مذہبی تعلیمات پر بھی پورے طور پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔ قومی آزادی کے لئے مسلمانوں کا منظم ہونا ضروری ہے۔

آج دو قوتیں کام کر رہی ہیں۔ کانگرس اور مسلم لیگ، دونوں کا مقصد آزادی کا حصول ہے۔ مسلمانوں کو مسلم لیگ سے ملکر کام کرنا چاہئے۔ اور جب وہ منظم ہو جائیں تو انہیں کانگرس میں شامل ہو جانا چاہئے۔ دراصل مسلمانوں کو منظم دیکھ کر کانگرس خود مجبوراً ان سے سررشتہ اتحاد قائم کرے گی۔ موجودہ صورت میں مسلمانوں کو اقلیت میں متصور کیا جاتا ہے۔ مسلم لیگ کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اس کا نصب العین خالصتہً آزادی اور مسلمانوں کی بہبود ہے۔ یہ مسئلہ نہایت اہم ہے اور ہمیں فوراً اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ اب تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔

کانگرس اور لیگ انجام کار ایک دوسرے سے مل جائینگی اور کوئی تسلی بخش لائحہ عمل تیار کرینگی اور اسطرح

ہندوستان کی یہ دو قوتیں پہلو بہ پہلو ہو کر اس کام کی تکمیل کا باعث ہونگی جسکے لئے ہندوستان ایک عرصہ سے بے تاب ہے۔

انگریز شاعر شیلے آزادی کے مفہوم کو کس خوبصورتی سے ادا کرتا ہے۔

" تیرا نور، دل میں پیدا ہوتا ہے، دل سے ہوتا ہوا قوم کو منور کرتا ہے، اور پھر دیہات اور شہر اس کی درخشانی سے چمک اٹھتے ہیں۔

کیا اسلام دوسرے مذاہب کا خوشہ چیں ہے؟

(از خان بہادر الحاج بی۔ایم۔کے۔ لودی)

میں نے اس مضمون کے عنوان میں جو سوال اٹھایا ہے وہ بہت زیادہ وسیع ہے اور اس وقت تک اس کا کوئی قطعی جواب نہیں دیا جاسکتا جب تک اس پر پورے طور پر غور نہ کر لیا جائے۔ خواہ یہ غور کچھ زیادہ مفصل نہ ہو۔ مختصر ہی ہو۔ یہ ضروری ہے کہ اس کی تمام ممکن صورتیں اور اس کا منطقی نتیجہ سامنے آجائے۔ اس لئے میں نے مضمون کو چھ حصوں پر تقسیم کر دیا ہے۔

ایک۔ عام۔

دوسرا۔ مشابہات کا طبعی ظہور

تیسرا۔ مشابہات کے طبعی مظاہر کے اصل اسباب، مستعار نہیں بلکہ منزل من اللہ

چوتھا۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم من اللہ پیغمبر ہونے کے اہل تھے؟

پانچواں۔ کیا قرآن کریم انسان کی نقلی کلام ہے یا اللہ تعالےٰ کی وحی ہے۔ اور کیا یہ اللہ کی آخری حجۃ نہیں اور کیا یہ ساری دُنیا کے لئے نہیں آیا؟

چھٹا۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر تھے؟ کیا آپ صرف عرب کے لئے یا صرف عرب قوم کے لئے پیغمبر تھے؟ یا آپ ساری دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے؟

پہلا باب

عام

جہالت کا نتیجہ بغض وعناد اور تعصب ہوتا ہے۔ اور مذہبی جہالت، خواہ یہ کسی شخص کی ذاتی ہو یا دوسروں کے زیر اثر ہو۔ یہ امن وسکون کی بہت بڑی دشمن ہے۔ اس کے نتیجہ کے طور پر مذہبی جنگیں دنیا کے ہر حصہ میں لڑی جا رہی ہیں بعض مقامات پر زیادہ سخت ہیں اور بعض پر کم سخت۔

صورت حال اس وقت بہت زیادہ پریشان کن ہو جاتی ہے جبکہ زندگی کی دوسری تنگ وو مثلاً روزمرہ کے جماعتی۔ سماجی۔ اور سیاسی مسائل میں مذہبی عناد کا بیج بو دیا جاتا ہے۔ اس طرح لوگ بہت سی ایسی مخالفتوں میں الجھ گئے ہیں۔ اور عقائد کے اختلاف نے انہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے اور وہ اپنے موروثی اور اہم مقصد اتحاد کو فراموش کر چکے ہیں۔ اور اس کا ابتدائی اثر یہ ہوا ہے کہ وہ سماجی، اخلاقی، سیاسی اور حتٰے کہ روحانی ترقی سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ برائی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ کیا برائی کے انسداد کا کوئی ذریعہ نہیں ہے؟ ہے۔ مذہب کا مطالعہ کیجئے۔ اور مذہبی عقائد کا صبر وسکون کے ساتھ تجزیہ کیجئے۔ انہیں اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ اور اپنے مطالعہ کے نتائج کو وسیع طور پر پھیلایئے۔ اس طرح آپ سوسائٹی میں اتحاد پیدا کر سکیں گے۔ دوسرے مذاہب کا علم، مذہبی استعداد پیدا کرتا ہے اور اس سے مذہبی معاملات میں بے اندازہ مہارت پیدا ہوتی ہے۔ اور ساتھ ہی مذاہب کے متعلق احترام اور رواداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک دوسرے کے مذہب کو سکون و اطمینان کے ساتھ مطالعہ کرنے میں صلح وسکون اور امن و اطمینان کا ایک ایسا مقدس پیغام پوشیدہ ہے جو انسانی سوسائٹی کی فلاح وبہبود کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔ اس وقت ایک دوسرے کے مذہب کو جس ہمدردانہ اور صحیح طریق پر سمجھنے کی ضرورت ہے اتنی زیادہ اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ بدقسمتی سے اسلام اور پربیان کی گئی ذہنیت سے مطالعہ نہیں کیا گیا حتٰے کہ وہ چند، جنھوں نے اسے مطالعہ کیا ہے انہوں نے اسے غلط سمجھا ہے۔ اور یہاں کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جنھوں نے اسے غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ نتیجہ کے طور پر دنیا کے دوسرے مذاہب سے بہت زیادہ اسلام اپنے مخالفوں کے ہاتھوں جہالت، تعصب اور مذہبی عناد کا شکار ہوا ہے۔ ڈاکٹر اینی بسنٹ کا قول ہے "لوگوں نے دنیا کے دوسرے مذاہب سے بہت زیادہ اسلام کو سمجھنے میں غلطی کی ہے"۔

اسلام کو جن ناموافق حالات سے دوچار ہونا پڑا ہے ان کی مکمل تصویر پیش کرنا سخت مشکل ہے بہت سے مستشرقین نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے مگر ان میں سے بہت کم اس کی تہہ کو پہنچے ہیں۔ ان لوگوں کے مطالعہ کا نقص صرف سطحیت نہ تھی بلکہ یہ لوگ مذہبی عناد اور تعصب کے بھی شکار تھے۔ ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ یورپ کے مخصوص لکھنے والوں نے بہت زیادہ بے انصافی سے کام لے کر اسلام اور ہادی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کو انتہائی بُرے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ اور اس طرح انہیں دُنیا کی نظروں سے گرانا چاہا۔ حقیقت میں اسلام کے مخالفین ایک خاص مقصد کے ماتحت متحدہ طور پر اسلام کو بدنام کرنے میں کوشاں تھے اسلام کے مخالفین زیادہ تر وہ مسیحی مبلغ تھے جنھیں اسلام کی مخالفت کرنے کی اجرت دی جاتی تھی اور جو دوسروں کے بل بوتے پر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے۔ یہ لوگ خاص طور پر اسلام کے دشمن تھے۔ اور یہ اسلام کو اپنا رقیب سمجھتے تھے۔ جیسا کہ سیل اور لین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اسلام بہت زیادہ سرعت کے ساتھ پھیل رہا اور اس کی جڑیں کچھ ایسی مضبوط ہو رہی تھیں کہ اس سے عیسائیت بہت زیادہ خطرہ میں پڑ گئی۔ ان مسیحی مبلغین کے علاوہ اسلام پر حملہ کرنے والے اور لوگ بھی میدان میں موجود تھے۔ ان میں سے سر ولیم میور بہت ممتاز ہیں۔ یہی وہ سر ولیم میور ہیں جنھوں نے عیسائی مبلغین کے اشارہ پر اسلام پر کتابیں لکھیں۔ نتیجہ کے طور پر اسلام کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا۔ اسلام کو ناقابل قبول قرار دیا گیا (لین) اور اس کے اصول و قواعد کی غلط تشریح کی گئی۔ اور رنگدار آئینوں نے اصل منظر کا حسن کھو دیا۔

بہت سے طبّاع دماغ اسلام کی مخالفت کے لئے وقف کر دیئے گئے۔ اور اسلام کو غلط رنگ میں پیش کرنے کے لئے بہت سی تدابیر اختیار کی گئیں۔ اسلام کو غلط رنگ میں پیش کرنے والی تدابیر میں سے ایک تدبیر یہ بھی تھی کہ یہ ظاہر کیا جائے کہ اسلام دوسرے مذاہب کا خوشہ چیں ہے۔ اور یہ تدبیر بے سوچے سمجھے اور بے اختیاری طور پر اختیار نہیں کی گئی۔ بلکہ ان لوگوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا۔ اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی عمارت کو بنیاد سے اکھاڑ پھینکیں۔ اس مضمون میں اس ادعائے باطل کو بے بنیاد اور بے اصل ظاہر کرنا مقصود ہے۔

دنیا کے تمام بڑے اور زندہ مذاہب میں اسلام سب سے زیادہ جوان اور کم عمر ہے۔ اس بنا پر یہ الزام تراشا گیا کہ نعوذ باللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض دوسرے مذاہب سے ضروری مسائل اخذ کر لئے اور اسے اپنا رنگ دے کر اسلام کی صورت میں پیش کر دیا۔ یہ ادعائے باطل حقیقت اور سچائی سے کوسوں

دُور ہے۔ اور حقائق کو چھپانے کی بہت بڑی مضحکہ خیز حرکت ہے۔ اپنے اس ادعائے باطل کو صحیح ثابت کرنے میں نہ صرف غیر ملکی لکھنے والے ناکام رہے ہیں بلکہ اس سلسلہ میں تمام کے تمام کو ناکامی و نامرادی سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے تاریخی اور جغرافیائی حقائق و شواہد کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔

اس ادعائے باطل کے ثبوت میں نکتہ چیں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اسلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو دوسرے مذاہب خاص طور پر یہودیت اور نصرانیت میں پائی جاتی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسلام کے چند عقائد اس سے پہلے کے مذاہب یہودیت اور نصرانیت سے مشابہ ہیں۔ مگر تاریخی اور جغرافیائی شواہد اس دعوے کا ابطال کرتے ہیں۔ کہ اسلام دوسرے مذاہب کا خوشہ چین ہے۔ تشابہ کا اصل سبب انسان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ بلکہ انسان سے ماورائی قوت کے اختیار میں ہے۔ اور ایک ایسی چیز ہے جو تمام الٰہی مذاہب میں یکساں پائی جاتی ہے۔ اور یہ چیز جیسا کہ ہم ساتھ ساتھ ثابت کرینگے، وحی الٰہی ہے۔ ہم سب سے پہلے ذیل میں دنیا کے بڑے بڑے معلمین کے نام اور ملک درج کرتے ہیں :-

سری رام کرشن	ہندوستان -	حضرت موسیٰؑ	مصر
زرتشت	فارس -	گوتم بدھ	ہندوستان
کنفوشس	چین -	حضرت عیسیٰؑ	بیت المقدس
حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم -			عرب

یہ لوگ نہ تو ہمعصر تھے۔ اور نہ ہی ان میں سے کوئی دو ایک ملک کے رہنے والے تھے۔ یہ سب ایک دوسرے سے نہ صرف زمان بلکہ مکان کے اعتبار سے بھی بہت دور دور تھے۔ اس لئے ان میں سے کسی ایک کو دوسرے سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور نہ ہی انہیں مذاہب عالم کانفرنس کے طور پر ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات یا افکار کا موقعہ ملا۔ اور نہ ہی اس بات کا کوئی ثبوت موجود ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے پاس دوسرے کی مذہبی کتب اصل رنگ میں یا ترجمہ کی صورت میں موجود تھیں، نہ ہی انکی زبان ایک تھی۔ یہ سب بہت سادہ اور صاف حقیقتیں ہیں۔ کوئی پیچیدار یا پوشیدہ باتیں نہیں ہیں۔ عامی سے عامی انہیں جانتا ہے۔ اس لئے ان کے کسی ثبوت کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص حالت کا اندازہ کرنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھٹی صدی عیسوی کے ایک امی عرب تھے۔ آپ پڑھنا اور لکھنا بالکل نہیں جانتے تھے۔ یہ ایک واضح

اور تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ اور اس سے وہ لوگ بھی جو اسلام کے بہت بڑے دشمن ہیں انکار نہیں کر سکتے حضورؐ کے خاندانی حالات اور نہ ہی مقامی روایات اس بات کے حق میں تھیں کہ حضورؐ بچپن یا جوانی میں نبوت سے پہلے کسی استاد کی مدد سے، ابتدائی عربی تعلیم ہی سیکھ لیتے۔ مستند علمائے محققین اور مورخین، جنھوں نے تاریخ ادب عربی پر قلم اٹھایا ہے خواہ وہ مسلمان ہیں یا غیر مسلمان، سب اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں عرب کی تعلیمی حالت ناگفتہ بہ تھی تعلیم سے اس درجہ بے اعتنائی برتی جاتی تھی کہ جبکہ سیل (الف) کی روایت ہے کہ پورے عرب میں کل ۱۷ آدمی ایسے تھے (ب) جو عربی لکھ اور پڑھ سکتے تھے۔ اور ان سب کے نام لکھے ہوئے موجود ہیں۔ اور ان میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام موجود نہیں ہے۔ یہ حقائق و شواہد ایسے بیّن، واضح اور ناقابل فراموش ہیں کہ ای جی براؤن جیسے اسلام کے بہت بڑے دشمن بھی انہیں نظر انداز نہیں کر سکے۔

الف۔ Preliminary discourse

ب۔ سیرۃ النبی مصنفہ علامہ سیل۔ جلد اول صفہ ۱۲ English Translation of Quran

ث۔ لٹریری ہسٹری آف پرشیا براؤن۔ جلد اول صفہ ۲۶۱

تعلیم کو پھیلانے اور اس کی ترغیب دینے کو حضور صلی اللہ اس درجہ اہم سمجھتے تھے کہ حضورؐ نے سر ولیم میور کے قول کے مطابق (د) چند مکی غریب قیدیوں کو جو بدرؐ[1] کی لڑائی میں پکڑے گئے (س) اس شرط پر رہا کرنے کا عہد فرمایا کہ یہ قیدی چند مدنی مسلمانوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھا دیں۔ اس لئے ہم یقینی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اُمی تھے۔ اور حضورؐ کو اپنی مادری زبان کے ابجد تک معلوم نہیں تھے۔ اور یہ چیز غیر ملکی لکھنے والوں نے بھی تسلیم کی ہے۔ اس لئے ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو امی ماننے پر مجبور ہیں۔ (جان، بی براؤن)

ہمیں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ایسی ابتدائی تعلیم کے متعلق کچھ معلوم نہیں جس کا اثر قرآن کے گہرے اصولوں پر پڑا ہو۔ (جان بی براون ڈگ)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کسی سکول میں تعلیم نہیں پائی۔ محمدؐ کی زندگی اور اس زندگی کے تجربات آپ کی تعلیم تھی۔ (کارلائل)

---

[1] بدر مدینہ سے جنوب مغرب کی طرف پچاس میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں ۲ھ میں ۳۱۳ صحابہؓ نے جو زیادہ تر غیر مصلح تھے کفار سے جنگ کی اور فتحیاب ہوئے۔

"اُمّی مگر طبّاع، انہوں نے کوئی تعلیم نہیں پائی تھی۔ اور اگر پائی تھی تو وہ نہ ہونے کے برابر تھی۔"
(مارگولیوتھ۔ روڈویل کے انگریزی ترجمہ قرآن کا دیباچہ)

"یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے۔ انہوں نے کچھ بھی تعلیم نہیں پائی تھی۔"
(سیل ترجمہ قرآن)

"اور حتیٰ کہ صحرا کے معیار تعلیم کے مطابق بھی وہ امی تھے۔ اور یہ بھی مشتبہ امر ہے کہ انہوں نے کبھی لکھنا سیکھا۔ (ایچ۔ جی۔ ویلز) (آوٹ لائن آف ہسٹری۔ جلد دوم صفحہ ۱۱۴)

کیا حضور کوئی غیر ملکی زبان جانتے تھے؟ یا ان کا تعلق کسی غیر اسلامی صحیفہ سے تھا؟ یا آپؐ کے زمانہ میں عربی میں ان صحائف کے تراجم موجود تھے؟ تاریخ ان تمام سوالات کا جواب نفی میں دیتی ہے۔ تاریخ سے اس سلسلہ میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ حتّٰی کہ سب سے بڑے "خوش گفتار" لکھنے والے، مثال کے طور پر میور روڈول اور پامر، سب اس سلسلہ میں خاموش ہیں۔

یہاں ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہوگا کہ آیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی غیر ملک کی سیاحت پر گئے اور ان مذہبی نظریوں سے آشنا ہوئے جو ان میں عام تھے؟ شام عرب کے باہر کا صرف ایک ملک ہے جس کے متعلق تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ وہاں تشریف لے گئے۔ چند غیر ملکی مصنفین کا خیال ہے کہ ان سیاحتوں کے دوران میں آپؐ نے یہودیت اور نصرانیت کے چند نظریئے اخذ کئے۔ یہ ایک ایسا خیال ہے جس کی تردید دوسرے لوگوں مثلاً ایف جی براؤن اور جان پی براؤن نے کی ہے۔ ان لوگوں نے اس خیال کی تردید اس بنا پر کی ہے کہ جن حالات میں آپؐ نے یہ سفر اختیار کئے ان کے پیش نظر یہ طبعی طور پر غیر ممکن معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخصوص کاروبار سے علیحدگی اختیار کر کے مذاہب کا مطالعہ کیا ہو۔ آپؐ نے شام کا پہلا سفر اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ بارہ برس کی عمر میں اختیار کیا۔ یہ عمر مذہب کے مطالعہ کے لئے بھی تو موزوں نہیں۔ چہ جائیکہ اس عمر میں دوسرے مذاہب سے خوشہ چینی کی جائے۔ اور ان کے نظریات کو اپنایا جائے۔ دوسرے موقعہ پر جب آپؐ نے سفر اختیار کیا تو آپ ۲۵ سال کے تھے یعنی نبوت کے شرف سے سرفراز ہونے سے پندرہ سال پہلے، آپؐ نے حضرت خدیجہؓ، آپؐ کی ہونے والی حرم محترم کے کاروباری سفیر کی حیثیت سے شام کا سفر کیا۔ ان دونوں مواقع پر آپ شام میں بہت کم دن ٹھہرے۔ اور دوسرے موقعہ پر تو پہلے سے بھی کم۔ کیونکہ آپؐ نے اپنا کام،

غیر متوقع طور پر وقت سے پہلے کر لیا - اور آپؐ کامیاب و کامران فوراً وطن واپس لوٹ گئے

ہم اس چیز کا فیصلہ اپنے غیر مسلم ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ یہ دیکھیں کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس مصروف سفر میں اس قابل تھے کہ آپ یہودیت اور نصرانیت کا اس درجہ مطالعہ کریں کہ اس کی مدد سے (نکتہ چینوں کے خیال کے مطابق) آپ قرآن جیسی عظیم الشان کتاب مذہبی لٹریچر کے شاہکار کے طور پر تیار کر لیتے - درحالانکہ آپؐ کا یہ سفر بہت مختصر تھا - اور آپؐ اس وقت تک پہلے ہی کی طرح امی تھے -

نکتہ چینوں نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ خود عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہودی اور نصرانی موجود تھے - جی ہاں، عرب میں ایسے لوگ تھے مگر بہت کم اور مکہ سے باہر مدینہ اور یمن میں یہودیوں کے چند قبائل موجود تھے جبکہ عیسائی جو رومن اثر کی وجہ سے عرب میں داخل ہوئے، نجران اور دوسرے مقامات پر پراگندہ اور غیر منظم طور پر پھیلے تھے - خواہ کچھ بھی ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو ان مقامات پر نبوت سے پہلے کبھی گئے - اور نہ مکی زندگی میں جبکہ قرآن اترنا شروع ہو گیا تھا تشریف لے گئے - یہ سب کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ اس وقت تشریف لے گئے جبکہ آپ کو وہاں جانے کی ضرورت ہوئی -

اسلام کے ایک بہت بڑے مشہور نکتہ چیں سر ولیم میور نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ :-

" یہ خیال قطعاً بے بنیاد ہے کہ مکہ اور مدینہ میں ایسی کوئی چیز موجود تھی جس سے قرآن نے کچھ اخذ کیا یا جس سے قرآن کے مضامین مشابہت رکھتے تھے - حتیٰ کہ مکہ اور مدینہ میں ایسی کوئی چیز بھی موجود نہ تھی جسے آپؐ کے ان اقوال کی بنا کہا جا سکے جو آپؐ نے اپنے صحابہؓ سے ارشاد فرمائے -"

(لائف آف محمدؐ - دوسری جلد - صفحہ ۱۰)

کیا اس سلسلہ میں اب بھی کسی مزید بحث کی ضرورت ہے ؟ اب ہمیں اس چیز پر نظر ڈالنی چاہئے کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسائی و یہودیوں میں کیسے تعلقات تھے ؟ عیسائی اور یہودی کبھی حضورؐ کے خیر خواہ نہیں ہوئے - اس کے علاوہ انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مشن کی علانیہ مخالفت کی - حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے تو حضورؐ کے قتل کی سازش تک کی - ناظرین کرام کو یہ معلوم ہو گا کہ یہ ایک یہودی عورت تھی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا - اور یہی زہر بعد میں چل کر حضورؐ کی وفات کا باعث بنا - مختصر یوں سمجھئے کہ یہودی

یوں سے زیادہ حضورؐ کے دشمن تھے۔ کیا ایسی صورت میں جبکہ یہ لوگ حضورؐ کے دشمن تھے حضورؐ کے لئے یہ ممکن تھا کہ حضورؐ ان سے ان کے مذاہب کے متعلق کچھ معلومات یا ہدایات حاصل کرتے۔ آگے چلئے۔ کیا اس کی کوئی مثال موجود ہے کہ حضورؐ نے کبھی کسی موقعہ پر یہودیوں سے ان کے مذہب کے متعلق کچھ سیکھا ہو۔ اور جبکہ آپ اس بات کے دعویدار رہتے کہ آپؐ اس بات کے دعویدار تھے کہ آپ خدا کے رسول ہیں اور قرآن حکیم منزل من اللہ ہے اگر ایسا ہوا ہوتا تو یہ آپؐ کے مشن کی خودکشی کے مترادف ہوتا۔ کیونکہ یہ لوگ فوراً کہدیتے کہ محمدؐ نے یہ سب باتیں ہم سے سیکھی ہیں۔ اور ہم ہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ تمام سامان بہم پہنچایا ہے مگر تاریخ میں اس قسم کا کوئی واقعہ منقول نہیں ہے۔ تاریخ اس سلسلہ میں قطعاً خاموش ہے۔ یہودیوں کے متعلق یہاں ایک اور بات کی وضاحت کردینا ضروری ہے۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ اس سے اسلام کے متعلق خوشہ چین ہونے کے خیال کی پورے طور پر تردید ہوتی ہے۔ پامر کے الفاظ میں یہودی اس بات کے لئے آمادہ نہیں تھے کہ کوئی انسانی ہاتھ ان کی مقدس کتاب کو چھوئیں۔

آخر کار یہودیوں کی چھٹی صدی عیسوی میں عرب میں کیا حالت تھی؟ کیا ان میں ایسی کوئی چیز موجود تھی، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن پر اثر انداز ہوتی۔ حالات اس قسم کے امکان کے قطعاً مخالف تھے۔ یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

گو یہودی موحد ہونے اور ابراہیمؑ کے ایک خدا کے پرستار ہونے کے دعویدار رہتے۔ مگر ان میں یہ عقیدہ موجود تھا کہ خدا انسان کی صورت میں حلول کرکے اس دنیا میں آتا ہے۔ مکہ کے مقدس عبادت گھر کعبہ میں انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کا بت بنا رکھا تھا جس کے ایک طرف قربانی کا بکرا تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام اور علیہ السلام کو خدا سے دوسرے درجہ پر سمجھتے تھے اور وہ اپنے گھر کے خدا کو انسان کی صورت میں پوجتے تھے یہ تمام عقائد ان کے اصل مذہب موسوی کے قطعاً خلاف تھے۔ دریں صورت ان میں کوئی ایسی قابل لحاظ اور ممتاز چیز موجود نہ تھی جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نقل فرماتے۔

آپ اصل توحید کے پیغامبر تھے اور آپؐ کے پیش نظر یہی حقیقی اور اصلی وحدانیت تھی۔ اس زمانہ کے لوگ اپنے مسخ شدہ مذہب سے اس درجہ نالاں تھے کہ وہ موسےٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیحؑ کی آمد کے منتظر تھے مگر جب حضورؐ تشریف لے آئے تو انہوں نے اسی طرح حضور کی مخالفت کی جس طرح آپ سے پہلے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی مخالفت کرچکے تھے۔

اسلام میں فلسفہ حیات

(سید نجم الدین احمد صاحب جعفری)

فلسفہ کیا ہے ؟ اشیائے کائنات کو عقلی زاویۂ نگاہ سے دیکھنا۔ اور زندگی میں معقولیت کی کوشش کرنا گویا اس مقصد کے حصول کا ایک طریق ہے۔ ضمیر اس معاملہ میں انسان کا بڑا راہنما ہے اور اسی لئے اسلام نے اس کی آواز پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید بار بار فرماتا ہے۔

اے لوگو ! تم تدبر کیوں نہیں کرتے ؟ تم اپنی عقل کو کیوں نہیں استعمال کرتے ؟ تم ضمیر کی آواز پر کان کیوں نہیں دھرتے ؟ جب ہم اسلامی فلسفہ حیات کا ذکر کرتے ہیں تو ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم ان امور پر زور دیں جو کہ اسلامی مذہب میں ہماری عقل کو اپیل کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی زندگی میں بھی ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ مثلاً خدا اور کائنات کے ساتھ ہمارے تعلق کے بارہ میں اسلامی تعلیم کیا ہے ، یا آزادی ضمیر ، ایمان اور عمل ، فطرت اور خدا ، انانیت انفرادی ، اور انانیت مطلقہ کی بابت اسلام کی تعلیم کیا ہے ؟ یہ وہ مسائل ہیں جن پر تمام زمانوں میں حکماء اور سائنسدانوں نے غور کیا ہے۔ اور علوم طبیعی بھی ان مسائل کا حل کرنے سے عاجز ہیں۔ اگرچہ ان کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ ان کو حل کر سکیں گے ان مسائل کا بہترین حل آنحضرت صلعم نے دنیا کو دیا ہے۔ آپ کا ارشاد یہ ہے کہ معرفت الٰہی کے لئے مادی کائنات میں غور و فکر کرنا ضروری ہے۔ اسی لئے قرآن مجید بار بار فرماتا ہے کہ فطرت دراصل سنت اللہ ہے۔ اسلام کا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ وہ حیات اور اس کے مسائل کو تجرباتی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ جسم اور روح کے مابین ایک توازن قائم کرنے میں انسان کی مدد کرتا ہے۔ وہ ہمیں حقائق کا مقابلہ کرنا سکھاتا ہے۔ اور غیر موافق حالات سے گریز کرنے سے روکتا ہے۔ کائنات میں غور و فکر اور مسائل کا قرآنی حل ہمارے اندر ذہنی مسرت کا احساس پیدا کرتا ہے۔ جس طرح کہ ایک سائنسدان کو اپنے معمل میں حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ وہ طبیعیات اور کیمیا کے مسائل کا سائنٹفک طریق پر حل کرتا ہے۔ آنحضرت صلعم کو اس تجرباتی رجحان طبع کے پیدا کرنے میں آسانی اس بنا پر حاصل ہوئی کہ عربوں کی افتاد طبع اس درجہ حقیقت پسند ہے کہ وہ شاعری میں بھی جو کہ الہامی فن ہے، تخیل کے مقابلہ میں واقعیت کو زیادہ پسند کرتے ہیں

جس طرح دوسرے مذاہب میں ہوا، اسلام کی روح بھی طبیعی، سیاسی اور تمدنی عناصر سے متاثر ہوئی ہے۔

قرآن مجید، جو اسلام اور اسلامی ثقافت کا سرچشمہ ہے تخیل کے مقابلہ میں عمل کو زیادہ وقیع قرار دیتا ہے اور اس طرح حقیقی فکر کی عادت پیدا کرتا ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ مشہود اشیا کے مقابلہ میں غیر مشہود اشیا کی طرف لوگوں کا میلان بہت زیادہ تھا، آنحضرت صلعم نے عالم شہود پر زور دے کر انسانوں میں ایک عقلی انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس رجحان طبع پر زور دینے کی بدولت اسلام نے دنیا میں، سائنٹفک طریق فکر اور عقلیت کا دروازہ کھول دیا جس کی بنا پر دنیا میں دور جدید کا نقشہ جم گیا۔ لوگوں کو یہ تعلیم دے کر کہ فطرت دراصل اللہ کی سنت ہے، آپ نے انسانی نفس کو حقیقت کبریٰ سے وابستہ کر دیا۔ اور اسی عقیدہ کی بدولت لوگوں میں کائنات کے اندر غور و فکر کرنے کا مادہ پیدا ہوا۔

فطرت کے خواص کا مطالعہ کرنے سے، اور علم حاصل کرنے سے، اسلام نے انسان کو خدا سے قریب تر کر دیا۔ لوگوں میں یہ انقلاب دیکھ کر مشہور جرمن فاضل گوئٹے نے لکھا، "آپ غور فرمائیں کہ یہ تعلیم کسی حال میں ناقص نہیں ہے۔ اور دنیا کا کوئی فلسفہ یا نظام تمدن اس سے زیادہ موثر نہیں ہو سکتا"

بانی اسلام کی بعثت سے پہلے بہت سے مذاہب کی یہ بنیادی تعلیم تھی کہ یہ مادی دنیا ایک فسانہ ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کو ترک کر دینا ہی اولےٰ ہے۔ لیکن اسلام نے اس تنفریت کو باطل کیا۔ اور بتایا کہ کائنات ایک وحدت ہے۔ اور تخیلی اور حقیقی امور، دونوں ایک دوسرے کے معاون عناصر ہیں۔ ان میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔ اور یہ ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں حقیقی امور ہی تخیلی امور کے لئے موجب فخر و مباہات ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ کہ ہم نے زمین و آسمان، اور جو کچھ ان کے مابین ہے اسے بیکار نہیں پیدا کیا۔ بلا شبہ ہم نے کائنات کو ایک خاص مقصد کے ماتحت پیدا کیا ہے" (قرآن مجید سورت ۴۴- آیت ۳۸- ۳۹)

آنحضرت صلعم نے اصول تغیر کو، اختلاف لیل و نہار کو، کواکب کو، اور شہد کی مکھیوں کی آواز کو غیر مرئی طاقت کا مرئی نشان قرار دیا۔ اور لوگوں کو یقین دلایا کہ یہ دنیا محض ایک دھوکہ نہیں ہے اس بنا پر لوگوں کے اندر تحسین و تقدیر اشیا کا ایک نیا احساس پیدا ہو گیا۔ اور لوگوں نے عمل کو خیال کے برابر قیمتی قرار دیا۔ اور یہ خیال دلوں سے نکل گیا کہ خانقاہوں میں جا کر نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ سابقہ نظریہ یہ تھا کہ بدی

کا مقابلہ مت کرو۔ لیکن اسلام نے اس کی جگہ یہ تعلیم دی کہ "بہتر عمل کی بدولت بدی کا خاتمہ کر دو۔"

قدیم مذاہب اور تمدن، دنیا میں مسرت و راحت کا دروازہ نہ کھول سکے۔ کیونکہ وہ اپنے پیروؤں کو ہمیشہ فلسفہ کی بھول بھلیوں میں مبتلا رکھتے تھے۔ اور حقائق کائنات کا مطالعہ کرنے کا کبھی موقعہ نہیں دیتے تھے۔ نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ نہ وہ نروان کے حصول کا یقین عطا کر سکے اور نہ اپنے پیروؤں کو اس دُنیا کی راحتوں سے بہرہ اندوز ہونے کا موقعہ دے سکے۔ جس کو اصطلاح میں "جیون مکتی" کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ اس قسم کا فلسفہ، بنی نوع آدم کے لئے بیحد مضر ہے لہذا آپؐ نے اپنے پیروؤں کو یہ تعلیم دی کہ یہ دُنیا خیالی نہیں بلکہ منظر صفات الٰہیہ ہے۔ یا بقول ایک بڑے فلاسفر کے، مادی تغیر کائنات کا تخئیلی اتصال ہے، جو کہ ہمیں غیر مادی حقیقت کے ذہنی اعتراف کے لئے تیار کرتا ہے۔ اس رجحان کی بنا پر مشاہدات حسی، فلسفہ کی نشو و نما ہوئی۔ اور اس کی بدولت قلبی ادراک کا دور شروع ہوا۔

جب قرآن مجید یہ فرماتا ہے کہ فطرت سُنّت اللہ ہے تو وہ ہمیں فطرت کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہے تاکہ ہماری ذات اس ذات مطلق کے ساتھ ارتباط پیدا کر سکے۔ اور یہ ذات اور غیر ذات کے درمیان ایک قسم کی مفاہمت ہوگی۔ تاکہ ہم اس حقیقت کبرٰے کو سمجھ سکیں۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ اس مادی کائنات کی طرف تجرباتی رجحان طبع پیدا کرو۔ اور نماز کے اوقات اور طریقے ایسے معین فرمائے کہ ہم اللہ کے ساتھ ارتباط پیدا کر سکیں۔

جب ہم کائنات اور اس کے مقصد کے متعلق اسلامی تعلیمات سے فارغ ہو کر، انسان کے متعلق جو قرآن نے تعلیم دی ہے اس پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید تین باتیں پیش کرتا ہے:۔

(۱) انسان اللہ تعالیٰ کی بہترین اور پسندیدہ مخلوق ہے۔ (۲) اپنی بعض کمزوریوں کے باوجود انسان اس زمین پر خدا کا نائب ہے۔ (۳) وہ ایک آزاد ہستی ہے۔ ان حقائق کی موجودگی میں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسلام اپنے پیروؤں کے اندر قسمت پر بھروسہ کر کے عمل سے گریز کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے برعکس، وہ انسان کو اختیار عطا کرتا ہے تاکہ وہ کشمکش حیات میں حصہ لے سکے۔ اور ان لوگوں کو جو شخصی کوشش پر اعتماد کرتے ہیں کامیابی کا یقین دلاتا ہے۔ اسلام تدبیر اور تقدیر دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ انسانی شخصیت اپنے اندر فعالی شان رکھتی ہے۔ قرآن مجید میں امر اور خلق یہ دونوں لفظ بار بار

مستعمل ہوئے ہیں۔ اور ان کا منشا یہ ہے کہ خدا کی تخلیقی فاعلیت ظاہر ہوتی رہتی ہے اور تعامل کے قانون کی پابند ہے۔ جو لوگ بڑی بڑی شخصیتوں کی کارگزاریوں کو جو ترقی پذیر تحریکات کے ضمن میں ظاہر ہوتی ہیں اور تاریخی واقعات کو جو اقوام کی سیرت کو متاثر کرتے ہیں، غور سے مشاہدہ کرتے رہتے ہیں وہ اس قانون تعامل کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ یعنی فاعلیت کے چشمے انسانی شخصیت میں خارج سے بہکر داخل ہوتے ہیں اور پھر شخصیت سے نکلکر، انانیت مطلقہ میں داخل ہوتے ہیں۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ جسم اور روح دونوں ایک دوسرے کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ انسانی نفس حقیقت کبریٰ کی جھلک دیکھتا ہے اور اسطرح مشکلات کا مقابلہ کرنے کی طاقت حاصل کرتا ہے۔

اسلام کا اصل اصول توحید الٰہی ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان خدا کی کامل فرمانبرداری کرے۔ اور اس طرح تمام بنی نوع آدم ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہوجاتے ہیں۔ چونکہ خدا تمام حقیقی علوم کا سرچشمہ ہے۔ اور زندگی کی روحانی بنیاد ہے اس لئے اس پر ایمان رکھنا گویا انسانیت پر ایمان رکھنا ہے۔ اور اسی لیئے انسانیت کی خدمت کرنا گویا زندگی کا مقصد ہے۔ اور اس خدمت کی وجہ سے اسلام نے انسان کو تحقیق و تسخیر کائنات مادی کا حکم دیا ہے۔ اور اس بات کو اس درجہ اہمیت دی ہے کہ انسانیت کی خدمت خدا کی خدمت کرنے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ اور انسانیت کے اس دائرہ کو تنگ کرنا، اسلام کی حقیقی روح کے منافی ہے۔ جو لوگ ایسا خیال کرتے ہیں انہیں آنحضرت صلعم کے اس ارشاد پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ "بنی نوع آدم دراصل خدا کے فرزند ہیں اور خدا کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو خدا کے بندوں کی خدمت کرتا ہے"۔ انسان کی ایک منٹ خدمت کرنا، سال بھر تک نماز پڑھنے سے زیادہ وقیع ہے۔

آنحضرت صلعم نے ہمیشہ اس خیال کی تردید کی ہے کہ بنی نوع آدم میں رنگ، نسل، زبان اور قبیلہ کے اعتبار سے امتیازات قائم کئے جائیں۔ آپ نے اپنے پیرؤوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ کسی مذہب کی تحقیر مت کرو اور کسی غیر مسلم کو ندامت پہنچاؤ۔ آپکی نظر میں تمام کائنات ایک مسجد ہے۔ اور اسلام کا سارا فلسفہ آپ کے ان الفاظ میں مضمر ہے کہ "قیامت کے دن اللہ بندہ سے فرمائیگا کہ اے انسان! میں غریب تھا مگر تو نے میری امداد نہ کی۔ میں کمزور تھا مگر تو نے میری حفاظت نہ کی۔ میں بیمار تھا مگر تو نے میری تیمارداری نہ کی۔ انسان عرض کرے گا اے خدا تو کس طرح غریب یا کمزور یا بیمار ہو سکتا تھا؟ اللہ تو جواب میں فرمائیگا

کیا میرا فلاں بندہ، جو تیرا عزیز تھا، اور میری مخلوق تھا، غریب اور تیری امداد کا طالب نہ تھا مگر تو نے اس کی امداد نہ کی۔ اگر تو اس کی امداد کرتا تو اس کے اندر مجھے جلوہ گر پاتا۔" (صحیح مسلم)

مکتوباتِ ووکنگ

مقام مسرت ہے کہ مسیحی دنیا اسلام کے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ جب برطانی مطبع ہمارے تاثرات اور تردیدی بیانات کی اشاعت سے گریز کرتا تھا۔ ہمارے دینی اور دنیاوی موضوعات سے تعلق رکھنے والے مقالات کو زیور طباعت سے آراستہ نہیں کیا جاتا تھا۔ آج مختلف مشہور برطانی رسائل میں ہمارے خیالات کی ترجمانی کی جاتی ہے۔ آئے دن ہمارے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

اسلام سے گہری دلچسپی کا بین ثبوت یہ ہے کہ آج تجارتی حلقوں میں وسیع النظرف جماعت کے افراد بھی اسلام کی جانب رجوع ہیں۔ بہت سے ناشرین اخبارات ورسائل نے اپنی ڈائریوں اور کیلنڈروں میں اسلام کے سال نو اور اسلامی تہواروں کے متعلق شائع کیا ہے۔ حال ہی میں ایک کمپنی نے جو علاج معالجہ اور دوا سازی سے تعلق رکھتی ہے۔ ڈاکٹروں کے نام ایک گشتی چٹھی شائع کی ہے۔ اس میں جہاں بیماروں کے لئے شہد کے فوائد پر زور دیا ہے۔ سند کے طور پر قرآن حکیم سے اقتباس پیش کیا ہے۔

مفت لٹریچر کی مانگ دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ ذیل میں ہم چند خطوط کے اقتباسات درج کرتے ہیں جو ہمیں مختلف مقامات سے روزانہ وصول ہوتے رہتے ہیں

(۱) کیا آپ مہربانی کر کے اسلام کے متعلق مجھے مفصل اطلاعات سے ممنون فرمائیں گے۔ میں نے ووکنگ ریلوے کے متصل ایک اشتہار میں پڑھا ہے کہ آپ اطلاعات بہم پہنچاتے ہیں۔

(دستخط) الیف براگیٹ)

(۲) مجھے اتفاقاً اسلامک ریویو کا ایک نسخہ دستیاب ہوا۔ نہایت دلچسپ مضامین کا مجموعہ ہے اس نے میری سوئی ہوئی خواہشات کو بیدار کر دیا ہے۔ کیا آپ ازراہ کرم مجھے اس کی کاپیاں باقاعدہ بھیج سکیں گے۔ (دستخط) جے۔سی۔ داؤد ۔ ناصرہ)

(۳) میں بہت ممنون ہوں گا اگر آپ قرآن حکیم کا ایک اور نسخہ مجھے عنایت فرمائیں۔ اور بھی چند کتب مرحمت فرمائیں، نوازش ہوگی۔ ہر وہ کتاب جو عبادت الٰہی سے متعلق ہے، میری نظر میں مقدس اور محترم ہے۔ اور میں اسکی ایسی عزت و تکریمت کروں گا جتنی کہ بائیبل کی کرتا ہوں۔

(دستخط) کے۔ ڈی۔ مور (آنریری لائبریرین)

اس روز افزوں مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے ہم اپنے عزیز برادران اسلام کو تکلیف دیتے ہیں کہ مبلغ ۵؎ روپے کے عوض ہم اسلامک ریویو کی ایک کاپی مفت کسی لائبریری۔ ادارہ۔ یا کسی انگریز غیر مسلم کو بھیج سکتے ہیں۔ اشاعت اسلام سے بہتر مصرف خیرات اور صدقات کا اور کیا ہوسکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات کی اشاعت ہو۔ ہم نے آپ کے سامنے ضرورت پیش کردی ہے۔ یہ ضرورت آپ کی محتاج ہے۔

امام مسجد ووکنگ کی تقاریر مسیحی منابر پر

امسال ہمارے لیکچروں کی تعداد سال گزشتہ سے کہیں زائد ہے۔ کامیابی بھی اس سال کافی سے زائد ہوئی ہے۔ آئندہ اکتوبر ۱۹۳۷ء تک امام صاحب کا تقریری پروگرام مرتب ہوچکا ہے۔ گزشتہ مہینوں میں امام صاحب نے حسب ذیل مقامات میں تقاریر کیں

تاریخ	مقام
۵ ۱/۳۷	سی۔ ایس۔ چرچ۔ کینال رائز۔ این۔ ڈبلیو۔ ۱۰
۹ ۱/۳۷	Spiritual Church, Walton-on-Thames
۱۹ ۱/۳۷	Brotherhood. Aldershot
۲۵ ۱/۳۷	Inter-Religious Fellowship, London
۳ ۲/۳۷	Woman's International League, Cambridge
۹ ۲/۳۷	International Friendship League, London
۱۶ ۲/۳۷	" " " "
۲۵ ۲/۳۷	South London Branch, Inter-religions Youth group - London -

تاریخ مقام

Christian Spiritualist Church Walton-on-Thames ۱۳/۳/۴۷

The Conference, Woking. //

روحانیت اور کلیسائیں

تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ اسلام نے جملہ مذاہب عالم کے پیروؤں کے ساتھ ہمیشہ مروت و رواداری برتی ہے۔ اس فقید المثال رواداری کا راز اسلام کی روش اور پرخلوص تعلیمات میں مضمر ہے اسلام کی تعلیم ہے کہ تمام مذاہب کا منبع رب العالمین ہے۔ اور ہر مذہب میں رہنما آئے ہیں۔

یہ علی طور پر ضرورت حاضرہ کا احساس ہی ہے جس نے مسیحی احباب کے دلوں میں کلیسائی تعلیمات سے تنفر پیدا کر دیا ہے کہ ایٹ لانٹا ہال دو کنگ بروز بدھ مورخہ ۱۶ - مارچ حاضرین سے کھچا کھچ بھرا گیا تھا۔ اس اجلاس کا انعقاد Conference Committee کے زیر اہتمام عمل میں آیا۔

موضوع تقاریر "روحانیت اور کلیسا" تھا۔

مسز ٹابرٹ جو Conference Committee کی صدر ہیں۔ انہوں نے Conference Committee کے اغراض و مقاصد کی توجیہ و وضاحت فرماتے ہوئے نہایت بے باکانہ انداز میں فرمایا کہ آج تک جن امور کی ہمیں کلیسائیں تعلیم دیتی رہی ہیں ان کا مسیحیت سے سر مو کوئی علاقہ نہیں۔ بلکہ ہم اس کو کلیسائیت کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ بعد ازاں ریورنڈ مورس الیٹ کی تقریر ہوئی آپ نے فرمایا کہ جب میں گرجا میں داخل ہوا تو میرا خیال تھا کہ وہاں مجھے اپنے ہم مشربوں سے ملاقات کا موقعہ نصیب ہو گا۔ لیکن جلد ہی مجھے معلوم ہوا کہ "خود غلط بود آنچہ من پنداشتم" حقیقت میں مجھے مسجد دو کنگ میں یہ موقعہ نصیب ہوا۔ جناب امام صاحب نے براہ مہربانی مجھے تقریر کی اجازت دی۔

آخر میں مولوی آفتاب الدین احمد صاحب نے تقریر فرمائی۔ آپ نے مختصراً ارشاد فرمایا کہ مجھے اس امر سے بے حد مسرت حاصل ہوئی ہے کہ روحانیین کا ایک گروہ کلیساؤں کی اصلاح پر آمادہ ہو۔ مزید برآں آپ نے فرمایا کہ کوشش یہ کی جائے کہ تمام مخالف کلیساؤں کو ایک سلک اخوت میں پرو دیا جائے۔ خصوصیت کے ساتھ آپ نے اسلام کو حوالۃً پیش کیا اور فرمایا کہ اسلام نے نہایت واضح اور مبین الفاظ میں اعلان فرما دیا کہ جملہ مذاہب عالم کا مخرج واحد ہے۔ ایک مسلمان کا ایمان ہے کہ حضرات موسیٰ و عیسیٰ

ابراہیمؑ اور محمد مصطفےٰ علیہم السلام نے اخلاقیات اور دینیات کی تعلیم دی تعلیم کی نوعیت میں کوئی اختلاف نہ تھا۔

امام صاحب کی تقریر کے خاتمہ پر صاحب صدر نے اجلاس برخاست کیا۔

گریٹ برٹین میں مسلم سوسائٹی

سال کی تقریب اول یعنے عیدالاضحےٰ کی تقریب کے بعد برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائٹی نے موسم بہار کے لئے اپنا مستقل پروگرام شروع کر دیا ہے۔ پہلا اجلاس بروز سنیچر مورخہ ۵ مارچ ۱۹۳۸ء منعقد ہوا مسٹر احمد عبدالرحمٰن کی میزبانی میں مسٹر اور مسز سنت دان سکرٹری اور وارڈون انڈین سٹوڈنٹس یونین مدعوئین میں سے تھے۔ تقریب میں نہایت گرمجوشی سے شرکت کی گئی۔

ہمیں مطلع کیا گیا ہے کہ سال رواں کے دوران میں سوسائٹی مذکور کے لائحہ عمل کی مدات میں سے ایک ضروری مدیہ ہے کہ اس ملک میں ملت کے غریب افراد کا خاص خیال رکھا جائے۔ اس سلسلہ میں ایک ماتحت کمیٹی اس معاملہ پر غور و خوض کرنے کے لئے متعین کی گئی ہے۔ جسکے سکرٹری مسٹر ایم ایچ ترمذی ہیں۔ کمیٹی کا مقصد وحید یہ ہوگا کہ وہ حتی الوسع محتاج اور مساکین کو کپڑے۔ کتب۔ طبی اور قانونی امداد مفت مہیا کرے۔ اس معاملہ کی اہمیت پر زیادہ زور دینا چنداں ضروری نہیں۔ ہم سوسائٹی کو اس جدید اقدام پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اور دل سے ان کی کامیابی کے خواہاں ہیں۔

انگلستان میں محرم کی تقریب

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت عظمےٰ کی یاد تازہ کرنے کے لئے اکلسٹن سکوائر کے مقام پر بروز سنیچر مورخہ ۱۲ مارچ ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔

سوسائٹی کے جنرل سکرٹری مسٹر ایم ہارون رشید نے فرائض صدارت سرانجام دیئے مقررین میں مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ اور ڈاکٹر ایس ایم رضوی کے اسمائے گرامی قابل تذکرہ ہیں۔ امام صاحب نے تقریر کے ابتدا میں حسب ذیل آیت تلاوت فرمائی۔ ولنبلونکم بشیئٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات۔ اور ہم تم کو خوف، بھوک، نقصان مال، نقصان جان اور پھلوں کے نقصان سے آزمائیں گے۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ اسلام سراسر قربانی کا مذہب ہے۔ اس کے بانی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم

ایثار و قربانی کی زبردست مثال تھے ۔ آپؐ نے سلطنت عظیم حاصل کی لیکن بایں ہمہ اپنے اہل و عیال کو متمتع نہ کیا ۔ حضور علیہ السلام کے نواسے یعنے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ہر دو لخت جگر بھی مجسم ایثار تھے ۔ جب اسلام میں غیر اسلامی اثرات کا دخل ہوا ۔ اور اسلام کی اصل تعلیم کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگتا نظر آیا تو وہ ہستی جس نے صدائے احتجاج بلند کی وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا وجود مقدس ہے ۔ آپ نے نہایت جرأت اور حوصلہ کا ثبوت دیا ۔ اور آپ نے جس اسلام دوستی کا ثبوت دیا ہے اس کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی ۔ چنانچہ واقعہ کربلا ، وہ واقعہ ہے ، جس نے اسلام کو مخالف طاقتوں سے نجات دی ۔

دو منٹ کے انتہائی سکوت کے بعد یعنے فاتحہ خوانی کے بعد صدر جلسہ نے ڈاکٹر رضوی صاحب کو تقریر کی دعوت دی ۔ آپ نے نہایت مختصر الفاظ میں ان خدمات کا تذکرہ کیا جو خاندان نبویؐ نے جانی قربانی گوارا کرتے ہوئے سرانجام دیں ۔ اور اس امر پر زور دیا کہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی غیر متعصبانہ اور غیر جانبدارانہ خدمات اسلام کے خوان جگر کی چاشنی ہیں ۔

فاضل صدر محترم کی درخواست پر سامعین میں تین یا چار احباب نے تقریرات پر مختصر تبصرہ کیا ۔ اور ہر مقرر نے اس پر زور دیا کہ ہمیں واقعہ کربلا سے سبق لینا چاہیے ۔ اور اپنے اندر اخوت پیدا کرنی چاہیے

تقریب نہایت کامیاب رہی ، خاتمہ پر صاحب صدر نے حاضرین سے سوسائٹی کی تحریکات میں اشتراک عمل کی درخواست کی

(بقیہ صفحہ ۲۸۰)

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۵ مارچ	۱۳۶	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک ۴۳۶ تا ۴۷۳ ۔ ۱۸۶ ؍ کتب خرید کردہ برائے فروخت ترجمہ برائے اشاعت اسلام سٹیشنری مہمان نوازی کتابت علی الحساب جنوری فروری ۳۸ء موسمی اخراجات متفرق اخراجات ۲۸۵—۱۱—۶	۶	۱۱	۲۸۵
"	۱۳۷	کرایہ دفتر و بکڈپو بابت ماہ جنوری ۳۸ء			۴۵
"	۱۳۸	اڈمٹینگ علے الحساب			۵۰

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
	۱۳۹	تنخواہ عملہ بابت فروری ۳۸ء	۲	۲	۲۶۸
	۱۴۰	جلد سازی اسلامک ریویو اکتوبر ۳۷ء و دیگر متفرق		۱۰	۳۲
	۱۴۱	علے الحساب بل دارالکتب اسلامیہ			۱۰۰
	۱۴۲	طباعت فوٹو اسلامک ریویو و اشاعت اسلام		۸	۲۴
	۱۴۳				۱۶
	۱۴۴	پروف ریڈنگ اسلامک ریویو از اکتوبر ۳۷ء تا دسمبر ۱۹۳۷ء			۲۷
	۱۴۵	میسرز این ۔ سی ۔ گوئل :- ۲ ریم کاغذ برائے ووکنگ گزشتہ ریم کرافٹ پیپر		۶	۳۴۳
	۱۴۶	میسرز این سی گوئل ۴ رم کاغذ برائے اشاعت اسلام			۱۶

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور

بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۸ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲/۲/۳۸	۲۱۵۱	جنابہ بیگم رضیہ خاتون صاحبہ مشن			۱۰
"	۲۱۵۲	جناب خواجہ نذیر احمد صاحب " قیمت کھال بکرا		۱۳	
۴/۲/۳۸	۲۱۶۳	جناب خان بہادر شیخ منہاج الدین صاحب "			۱۰
۷/۲/۳۸	۲۱۶۶	" عبدالوہاب خاں صاحب "			۲۰
۹/۲/۳۸	۲۱۸۳	" مسز اقبال حسین صاحبہ "			۱۰
"	۲۱۸۴	" علی احمد خاں واشین "			۵
"	۲۱۹۹	" محمد نور غنی صاحب "			۱۰
۱۰/۲/۳۸	۲۲۰۱	" ایس احمد علی صاحب "			۲۰
"	۲۲۰۲	" محمد یونس خانصاحب "			۴
۱۲/۲/۳۸	۲۲۰۴	" خان محمد اسلم خانصاحب "			۲۰
"	۲۲۰۷	" محمد بوسعید خانصاحب "			۳
"	۲۲۱۸	" محمد ابرار حسین "			۲
۱۴/۲/۳۸	"	" ایم جمال محمد صاحب "			۵۰
"	۲۲۱۹	" مس عقیلہ خانم صاحبہ "			۵۰
"	۲۲۲۰	" سید عبدالحلیم صاحب "			۱۰
"	۲۲۲۱	" کے۔ ایچ منشیار "			۳
"	۲۲۲۲	" محمد زمان خاں صاحب "		۸	۲
"	۲۲۲۳	" خواجہ نذیر احمد صاحب قیمت کھال " خواجہ جلال الدین صاحب		۶	۲
"	۲۲۲۴	" محبوب خاں صاحب			۳
۱۶/۲/۳۸	۲۲۴۴	" عظیم الدین خاں صاحب			۲
۱۷/۲/۳۸	۲۲۵۰	" ایس ایم روح اللہ صاحب			۷
"	۲۲۵۲	" ڈبلیو۔ احمد صاحب			۱
۱۸	۲۲۵۸	[illegible]		۸	۱۳۱
"	۲۲۵۹	" عباد اللہ خانصاحب		۸	۱۳

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۸/۲/۳۸	۲۲۶۰	ایس ایس احمد صاحب مشن			۵
"	۲۲۶۱	اے اے بیگ "			۵
۱۹/۲/۳۸	۲۲۶۵	کے ایس۔ محمد صادق "			۷
"	۲۲۶۶	" کرم الٰہی صاحب قریشی "			۵
"	۲۲۶۷	" محبوب عالم صاحب "			۲
۲۱/۲/۳۸	۲۲۷۴	" ایم اے بیگ			۲
۲۲/۲/۳۸	۲۲۷۶	" ڈاکٹر امین خان صاحب ۲ روپے امانت ایک روپیہ مشن			۳
۲۳/۲/۳۸	۲۲۸۰	" عبدالوہاب خانصاحب "		۸	۲
۲۵/۲/۳۸	۲۲۸۵	" اصغر خاں صاحب "		۶	
۲۸/۲/۳۸	۲۲۸۸	" محمد ظہور الحق صاحب "			۴
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۸ء		۱۴	۴۰۲
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۸ء		۸	۵۲
		فروخت ووکنگ گزٹ بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۸ء			۴۳
		فروخت کتب بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۸ء		۲	۳۲۸

میزان ۱۱ - ۱ - ۱۲۶۳

تفصیل آمد مفت تقسیم اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۶/۲/۳۸	۲۲۴۱	جناب علی محمد صاحب آئی سیال		۸	۷
۱۷/۲/۳۸	۲۲۵۱	جناب سید نصرت علی صاحب			۵

۰ - ۸ - ۱۲

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور - ماہ فروری سنہ ۱۹۳۸ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۱/۲/۳۸	۱۲۸	میسرز رین پرنٹنگ پریس طباعت گزٹ نمبر ۱۷ - ۱۸ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲ - ۳ - ۵ - Mohd: A Mercy to all the Nations.		۸	۱۱۵

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۲/۳/۳۸	۱۲۹	کرایہ دفتر و بنگلہ بابت ماہ دسمبر ۳۷ء			۴۵
״	۱۳۰	میسرز محمد رضا:- برائے جلد سازی فہرست کتب اردو و انگریزی لفافے برائے اسلامک ریویو		۱۰	۱۷
״	۱۳۱	پیشگی در مسجد ووکنگ برائے اخراجات عید الاضحیٰ		۵	۱۳۴
״	۱۳۲	تنخواہ عملہ ماہ جنوری ۱۹۳۸ء			۲۷۱
״	۱۳۳	امپیریسٹ بل بہ تفصیل ذیل محصول ڈاک از نمبر ۳۲۹۳ تا ۳۵۲۴ ۱۱۶ ؍ خرید کتب برائے فروخت ۶/۳ ؍			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
	۱۳۳	موسمی اخراجات ۲/۶/۲ ؍ ترجمہ برائے اشاعت اسلام ۹۰ ؍ طباعت اشاعت اسلام بقایا بابت ماہ جنوری ۳۸ء ۱۰۰ ؍ سٹیشنری ۸/۶/۵ ؍ ٹیلیگراف ۱/۴ ؍ متفرق ۶/۷ ؍ — ۲۸۸-۱۱-۶	۶	۱۱	۲۸۸
۲/۳/۳۸	۱۳۴	میسرز سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور طباعت علی الحساب اسلامک ریویو			۱۵۰
		۲۲۲۹-۲-۶			

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ ماہ مارچ ۱۹۳۸ء

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ مارچ	۲۲۹۵	جناب ایم عفور صاحب مشن			۱۴
۴ ״	۲۲۹۹	״ خانبہادر منہاج الدین صاحب ״			۱۰
״	۲۳۰۰	״ کرم الٰہی صاحب قریشی ״			۵
״	۲۳۰۱	״ محمد محفوظ الکریم صاحب ״		۸	۱
۵ ״	۲۳۰۵	״ ایچ ایچ نواب صاحب مانگرول ״		۸	۴۹
۷ ״	۲۳۱۲	״ عبدالوحید صاحب		۸	۱
״	۲۳۱۴	״ محمد طاہر صاحب ״			۵
״	۲۳۱۵	״ عبدالحمید صاحب ״			۴
۸ ״	۲۳۲۱	״ عبدالحق صاحب ״			۳۰
۹ ״	۲۳۴۱	״ علی احمد خانصاحب دامتین ״			۵
۱۴ ״	۲۳۶۲	״ معرفت سیفر مشن ״		۲	۱
״	۲۳۶۶	״ سید الف شاہ صاحب ״		۸	۲
״	۲۳۶۷	״ کے ایچ۔ منیار			۲
۱۵ ״	۲۴۰۰	״ محبوب خان صاحب			۳
۱۷ ״	۲۴۲۱	״ قاضی رشید علی صاحب ۲-۰-۰			
״		״ انتظار علی صاحب ۱۵-۰-۰ / ۱۷-۰-۰			۱۷
۱۹ ״	۲۴۳۷	״ مجیب الرحمن صاحب			۷
״	۲۴۴۵	״ ڈاکٹر ابن اکبر خانصاحب ۴-۰-۰			
		״ جماعت بغداد ۰-۱۰-۰			
		״ خان زمان خانصاحب ۵-۰-۰ / ۹-۱۰-۰		۱۰	۹

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۳ ״	۲۴۴۷	جناب سید محبوب علی صاحب مشن			۱۰
״	۲۴۴۸	״ ایچ۔ ایم۔ عبدالرزاق صاحب ״			۴
۲۴ ״	۲۴۷۵	״ اے ایم احمد صاحب ״			۵
۲۶ ״	۲۴۸۳	״ سردار محبوب علی خانصاحب			۱۰۰
۲۹ ״	۲۴۹۴	״ خانبہادر شیخ منہاج الدین ״		۱۴	۷
״	۲۴۹۵	״ محمد بوسعید صاحب ״			۵
۳۱ ״	۲۵۰۵	״ ڈاکٹر ابن اکبر خانصاحب			
		امانت ۲ روپے مشن ایک روپیہ			۳
		فروخت اسلامک ریویو مارچ ۳۸ء		۱۳	۷۱۸
		״ اشاعت اسلام ״			۶۹
		״ ووکنگ گزٹ ״		۴	۲
		״ کتب ״	۹	۳	۲۳۴
		میزان	۹	۱۴	۱۷۱۴

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی	پائی	آنہ	روپیہ
۲ مارچ	۲۲۹۷	جناب ابن محمد میاں		۸	۲
۵ ״	۲۳۱۸	״ عبدالغنی خاں صاحب			۵
۷ ״	۲۳۱۴	״ محمد طاہر صاحب			۵
۹ ״	۲۳۲۴	״ حمید اے خانصاحب			۵
۱۱ ״	۲۳۴۹	״ ایم الف منشی صاحب			۵
۱۸ ״	۲۴۴۳	״ سید مجیب الرحمن صاحب			۱۰
۱۹ ״	۲۴۴۵	״ ایس بی علی صاحب		۸	۷
۲۲ ״	۲۴۷۵	״ ایم مقبول احمد صاحب			
		میزان	۰	۰	۴۵

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ ماہ مارچ ۱۹۳۸ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۱۵ مارچ	۱۳۵	امپیریسٹ بل بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۳۵۲۵ تا ۳۶۸۹ ۱۹۶-۱۵-۰ ؍ کتب خرید کردہ برائے فروخت ۲-۲-۳ ؍ سٹیشنری ۲-۱۲-۰			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
		کتابت اشاعت اسلام علی الحساب ۵ ؍ ترجمہ برائے اشاعت اسلام ۵۰ ؍ ساڈنے کارڈ ؍ موسمی اخراجات ۱۱ ؍ متفرق ۱۲/۶ ؍ — ۲۹۷-۸-۹	۹	۸	۲۹۷

(۲۷۸) ...

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں اُن کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جد و جہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رحجان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار۔ اپنے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام بمعہ ان کے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعت اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کر لیں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جد و جہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آواز کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) **ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانان عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانان عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہوسکتی ہے

(۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کردیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارخیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ہے اور ممالک غیر کیلئے ۵ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کراکر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جاسکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہوجاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جسمیں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کرکے غیر مسلمین یورپین احباب کو اُس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانۂ عید میں اس کارخیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہوسکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی اِن رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ۔ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کررہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہوکر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارخیر کیلئے فراہم نہ کرسکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہوکر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کردی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کردیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب۔ (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

October 1938 Regd L. No 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا، لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اللہ اکبر ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِيْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے ۔ گو مشرکوں کو برا (ہی کیوں نہ) لگے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان ۔ مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ ۔ امریکہ و کُل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن ۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے ۔ جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے ۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو) ۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ ۔ شامل ہیں ۔

(۲) اغراض و مقاصد ۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ رکھنا ۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا ۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا ۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے ۔

(۳) تبلیغی مسلک ۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تک محدود ہے ۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے ۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں ۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں ۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا ۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں ۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں ۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی ۔ ہزاروں کی تعداد میں ۔ یورپ ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے ۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے ۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں ۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء ۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں ۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی ۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

Mellom Abdul Shubairu Carlos

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۴ | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۸ء مطابق شعبان المعظم ۱۳۵۷ھ | نمبر ۱۰

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شذرات	مترجم	۳۶۲
۲	دوسرے لوگ ہمارے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں	"	۳۶۸
۳	آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم	مسٹر حامد رضا صاحب بی اے	۳۷۱
۴	جزیہ کی حمایت	مسٹر ایم وائی خان	۳۷۹
۵	ایک بہت بڑی مشہور مسلمان زاہدہ	جناب ایم اے ۔ ایس جے مجید صاحب	۳۸۷
۶	فلسطین پر ایک نظر	محترمہ بیگم صاحبہ میر امیر الدین صاحب	۳۹۳
۷	مکتوبات ووکنگ	مترجم	۳۹۸
۸	گوشوارہ آمد و خرچ بابت ماہ جولائی	جناب فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ	۴۰۰

نورانی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعتِ اسلام

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۸ء

شذرات

رسالہ ہذا کو مسٹر میلوم عبدل شو بیرو کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔ صاحب موصوف ایک برطانوی نژاد نومسلم ہیں۔

حق سبحانہ وتعالےٰ کی عنایات بے غایات ہمارے شامل حال ہیں۔ سرزمین مغرب میں تبلیغ اسلام یوماً فیوماً ترقی پذیر ہے۔

ایک بالغ نظر انسان اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہو سکتا کہ دُنیا کے تمدنی اور اخلاقی نظام میں آج ایک زبردست انقلاب رونما ہو رہا ہے۔ دُنیا کی تاریخ میں ایسے مواقع پر کوئی نہ کوئی مذہب ہی تعمیر نو کے لئے سنگ بنیاد بنتا ہے۔ آپ کی رائے میں اس موقعہ پر کونسا مذہب اس شاندار خدمت کو انجام دے سکتا ہے؟ بالفاظ دگر، وہ مذہب کونسا ہے جو اس زمانہ کے چیلنج کو قبول کر سکتا ہے؟ ہر شخص جو اس تبلیغی مشن کی خدمات سے واقف ہے بخوبی جانتا ہے کہ اس نازک موقع پر، صرف ایک ہی مذہب ایسا ہے جو نہ صرف میدان میں آسکتا ہے بلکہ آچکا ہے۔ اور وہ مذہب اسلام ہے۔

تاہم تعمیری کاموں کے لئے ہمیشہ بڑے استقلال کی ضرورت ہوتی ہے، انگلستان کے، جو اس وقت

یورپین متمدن ممالک میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور جس کے تمدن نے، بلا شبہ دنیائے انسانیت کو متاثر کر دیا ہے مسلمان ہو جانے کا امکان، اب صرف ہم جیسے مسلمانوں کا خواب نہیں رہا ہے۔ بلکہ اغیار بھی اس کے پہلوؤں پر غور کرنے لگے ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا، ایک پارسی مصنف مسمی آیٹم نے اپنی کتاب Turning of the Tide میں اس امکان کو صاف لفظوں میں تسلیم کیا ہے اور ابھی ایک سال نہیں گزرا ہے کہ مشہور ویلش فسانہ نگار اور سیاح مسٹر ہیوز نے، سوانسی جیاگرفیکل سوسائٹی میں اپنا موضوع سخن یہ قرار دیا تھا، " اگر انگلستان مسلمان ہو جائے "؟

ایک مسلمان کے لئے، برطانیہ کے مسلمان ہو جانے کے امکان کے تصور سے بڑھکر اور کوئی تصور خوش آئند نہیں ہو سکتا۔ وہ برطانیہ جو گزشتہ ۳۰۰-۴۰۰ سو سال سے باوجود اپنے اس دعوے کے کہ وہ مذہبی معاملات میں غیر جانبدار ہے، غیر شعوری طور پر اپنے تمام سیاسی، اقتصادی اور ذہنی وسائل کو، اسلام کے خلاف استعمال کر رہا ہے، بایں معنٰی کہ دنیا میں ایک طاقت کی حیثیت سے اسلام فنا ہو جائے۔ آپ یقین کریں کہ میں یہ بات علیٰ وجہ البصیرت کہہ رہا ہوں کہ انشاء اللہ برطانیہ، اپنی سابقہ مخالفت اسلام کا کفارہ ادا کرے گی بایں معنٰی کہ وہ اسلام کی خادم ثابت ہوگی، ٹھیک جس طرح سلطنت روما نے (اسلام سے پہلے) مسیحیت کی اشاعت میں، اور قدیم ترکوں نے اسلام کی اشاعت میں معاونت کی تھی۔

ووکنگ مسلم مشن، اب محض ایک پروپیگنڈا کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ سمجھدار لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ تحریک، وہ منبع ثابت ہوگی جس سے، آئندہ چلکر برطانیہ، تعمیر نو کے لئے طاقت حاصل کرے گی اور مختلف الحیثیات افراد کی طرف سے، مزید روحانی روشنی کے حصول کی جو درخواستیں مشن میں موصول ہوتی رہتی ہیں وہ اس حقیقت پر شاہد عادل ہیں۔

مجھے تو یہ نظر آ رہا ہے کہ اس ملک کے اہل الرائے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جب اسلام ہی اس ملک کا مذہب ہوگا۔ لیکن فقدان جرأت کی وجہ سے، وہ لوگ اس حقیقت کو ایسی پبلک میں پیش کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں جو اپنی قدامت پسندی کے لئے مشہور و معروف ہے اور

روایات پارینہ پر سختی کے ساتھ عامل ہے۔

پس ہمارے سامنے اہم کام یہ ہے کہ ہم عامۃ الناس کی ہمدردی حاصل کریں۔ اور برطانوی عوام کی ایک خوبی کا تذکرہ اس جگہ ضروری ہے کہ اب انہیں اپنے مذہبی لیڈروں پر وہ اعتماد باقی نہیں رہا ہے۔ اور نہ وہ ان کی زندگیوں کے طرز عمل سے ایسے مطمئن ہیں، جیسے کہ پہلے تھے۔ کچھ عرصہ سے ان میں نہ صرف اپنے مذہبی زاویہ میں بے چینی پائی جاتی ہے بلکہ وہ اپنے معاشرتی طرز حیات سے بھی غیر مطمئن نظر آتے ہیں۔ ہم مسلمانوں کی قدیم نسلیں، زندگی اور معاشرتی طرز عمل کے متعلق خواہ کچھ خیال کریں، لیکن اگر ان امور کی وضاحت کردی جائے تو برطانوی افراد، ان امور میں ایک بہتر نظام کے آرزومند ہیں۔ میں نے اپنے گزشتہ ہشت سالہ قیام انگلستان میں ان امور کا بخوبی تجزیہ کرلیا ہے اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ بات برطانوی افراد کی زندگی کے نمایاں ترین حقائق میں سے ایک ہے۔ فالحمد للہ۔

میرا خیال یہ ہے کہ بعض مسلمان جو دنیا میں اسلام کی اخلاقی اور ثقافتی طاقت کے اعتبار سے اس کی استعدادوں کے متعلق حسن ظن نہیں رکھتے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کے خارجی پہلو کا، اور ان زوایائے نگاہ سے، اس کا مطالعہ نہیں کیا، جو متمدن زندگی میں اہمیت رکھتے ہیں۔ مثلاً باطنی طمانیت، معاشرتی تعلقات میں خوشگواری، اور زندگی کے نشیب و فراز کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کرنا۔ زندگی کی آخرالذکر خوبی ایسی ہے، جو اسلام ہمیشہ خصوصیت کے ساتھ اپنے پیروؤں کو عطا کرتا ہے۔ خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید۔ اور یہ خوبی نتیجہ ہے اس کی اعلیٰ تعلیمات اور شائستہ رسومات کا۔ اور یہی وہ خوبیاں ہیں جن کے متعلق برطانوی عوام کا یہ خیال ہے کہ اسلامیان عالم کا یہ فرض ہے کہ وہ اس وقت دنیا میں ان کی نشر و اشاعت کریں۔

شکی مزاج اصحاب کی نظر میں، تمام دنیا کی اصلاح و فلاح کا بیڑا اٹھانا، شاید مبالغہ آمیز عبارت معلوم ہو، لیکن درحقیقت مسلمانوں کو اس وقت اسی حوصلہ کے اظہار کی ضرورت ہے۔ دنیا جن باتوں کو ناممکن گردانتی ہے۔ اللہ کے لئے وہ باتیں بالکل آسان ہیں۔ اور اسی طرح اس کے برعکس بھی

ہو سکتا ہے۔ آج مسلمانوں کو یہ موقع حاصل ہے کہ وہ ایک نئی دُنیا کی تعمیر میں، اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے پورا کرنے والے بنجائیں۔ اور حیات اجتماعیہ کے عام مشاغل میں التواء یا ان کی قربانی، خدمت کے اس عظیم الشان موقع کی بالکل ناکافی قیمت ہوگی۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ بہت کم مسلمان ایسے ہیں جو اس پوزیشن کی صحیح اہمیت کا احساس کرسکتے ہیں۔ گزشتہ ایام سے اگر ایک طرف برطانیہ میں تبلیغی جدوجہد کی ضروریات روز بروز بڑھتی جاتی ہیں تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے حوصلہ اور جوش میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ اسلام کو جو کامیابی مغرب میں حاصل ہوئی ہے اس نے جوش میں اضافہ کرنے کے بجائے بظاہر ایک تعطل پیدا کردیا ہے۔ کچھ عرصہ سے مشن کی مالی حالت بہت خراب ہورہی ہے۔

ذاتی طور پر میں اسے خدا کی طرف سے ایک آزمائش سمجھتا ہوں۔ ہمارے لئے بھی جو تبلیغی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اور آپ جیسے مخلص انسانوں کے لئے بھی جو مادی رنگ میں دور بیٹھے ہوئے ہماری امداد کررہے ہیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں اگر ہمارے اندر بیداری پیدا ہوجائے اور حصول مقصد کے لئے دل میں تڑپ، تو پھر ہر ابتلا خدا کی طرف سے کامیابی کا تازہ نشان اپنے ساتھ لاتا ہے اور تازہ کامیابی کا نشان بنجاتا ہے۔ خدا کرے یہ موجودہ ابتلا بھی اسی قسم کا ہو۔

ہم اس آزمائش سے حقیقی معنے میں بہترین فائدہ اٹھانے کی کوشش کررہے ہیں اور میں یقین کرتا ہوں کہ اس عریضہ کو ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ بھی اپنی جگہ خاموش تو نہ بیٹھینگے۔ کیا میں آپکی خدمت میں وہ طریق عرض کرسکتا ہوں جس کی بنا پر آپ مشن کی مالی بہبود کے لئے ہماری کوششوں میں ہمارے شریک حال ہوسکتے ہیں؟ آپ اپنے شہر کے سمجھدار اصحاب کا ایک جلسہ منعقد کریں اور انہیں بتائیں کہ مشن کی مالی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ اس وقت، اللہ تعالیٰ اسلام اور فنا پذیر تہذیب انسانی کے نام پر آگے بڑھیں اور حسب استطاعت چندہ دے کر مشن کی بنیادوں کو مضبوط کریں کیونکہ مشن کی ۲۵ سالہ زندگی میں یہ ایک بڑا نازک وقت آن پڑا ہے۔ آپ ان کے دلوں پر یہ حقیقت نقش کریں کہ آج اس کام سے بڑھکر کوئی کام مفید اور ضروری نہیں۔ اور مسلمانوں کا کوئی مفاد تبلیغ اسلام

کے مفاد سے بلند تر نہیں ہو سکتا۔ آپ انہیں بتائیں کہ اگرچہ یہ تبلیغی مشن ایک چھوٹی سی تحریک ہے۔ لیکن دراصل بیسویں صدی میں اور کوئی تحریک دنیائے اسلام میں ایسی پیدا نہیں ہوئی ہے جو خود مسلمانوں کے لئے بھی، اوران کے لئے بھی جن کی خاطر اس کا آغاز کیا گیا ہے اس درجہ مفید ہو۔ یورپ کی اسلام کے ساتھ اخلاقی دشمنی اب بمنزلہ صفر ہو گئی ہے اور مادی اور عقلی مخالفت بھی کچھ زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکے گی۔ علاوہ بریں وہ سابقہ مخالفت بتدریج عملاً امداد کی شکل میں مبدل ہو رہی ہے اور یہ امداد آگے چلکر حمایت کا رنگ اختیار کرنے والی ہے۔ پس ہمیں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرنا چاہیئے۔ یہ زمانہ ایسا ہے کہ آئے دن مختلف قسم کے "یوم" منائے جاتے ہیں۔ اور اس طرح یوم منا منا کر، معمولی معمولی اداروں کے لئے ہزاروں روپے جمع کر لئے جاتے ہیں۔ میرا یہ خیال ہے کہ اگر رفقائے مشن سے یہ درخواست کی جائے کہ وہ اپنے اپنے شہروں میں "ووکنگ مشن ڈے" کے انعقاد کا انتظام کریں تو غیر مناسب نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ موجودہ زمانہ میں جس قدر تحریکات، فلاح و بہبود انسانی کے لئے قائم کی گئی ہیں یہ تحریک ان سب میں اہم ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ مشن کے طریق کار اس کی جدوجہد اور اس کے نتائج، ان میں سے کوئی بات بھی ایسی نہیں جو لائق اعتراض یا مایوس کن ہو۔ مشن کی پالیسی شروع سے غیر فرقہ وارانہ رہی ہے اور اس کی بدولت اسلام کو وہ استحکام حاصل ہو سکتا ہے جو صدیوں سے مفقود ہو چکا ہے۔ مشن کی جدوجہد نہایت سائنٹفک طریق پر ہوتی آئی ہے اور اس کی نشر و اشاعت کے طریق میں کفایت شعاری اور استواری کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور اس کی جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ نہ صرف انگریزی بولنے والی اقوام عالم میں، بلکہ اس کے علاوہ بھی، اسلام کے متعلق ایک خاص بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ اسلام کے متعلق اعلیٰ پایہ کی کتابوں اور مضامین کا دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے جس کی بدولت مسیحیت کا مقابلہ کرنے میں اسلام کو خاص طور پر امداد مل سکی ہے۔

علاوہ بریں اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ یہ ووکنگ مشن ہی ہے جس نے تمام دنیائے اسلام میں مسلمانوں کے اندر یہ بیداری پیدا کر دی ہے کہ وہ اس زمانہ میں اسلام کی عقلی لحاظ سے خدمت پر کمر بستہ ہو سکیں۔ دنیائے اسلام میں جو متعدد منظم اور نیم منظم تبلیغی جماعتیں مصروف عمل

عمل ہیں۔ وہ سب ووکنگ مشن کو اپنے لئے رہنما سمجھتی ہیں۔ اور اگر یہ مشن ترقی پذیر اور مسلسل مصروف تبلیغ رہے تو دنیا کی تمام اسلامی تبلیغی انجمنوں کو اس کی بدولت روحانی تقویت حاصل ہو سکتی ہے۔

اب ہم اپنے مخلص بھائیوں اور بہنوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مشن کے مالی استحکام کے لئے زبردست پیمانہ پر جد و جہد کا سلسلہ شروع فرمائیں۔ اور اس کو مالی مشکلات سے بالکل آزاد کر دیں۔ کیونکہ اس وقت دنیا کو مشن کی تبلیغی خدمات کی جس قدر ضرورت ہے۔ اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ لیکن کس قدر عجیب بات ہے کہ مالی مشکلات اس وقت مشن کی راہ میں سد سکندری بنی ہوئی ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ آپ خدا کی خوشنودی کے لئے ان طریقوں پر عامل ہونے کی انتہائی خلوص کے ساتھ کوشش فرمائیں گے، جن کا سطور مذکورہ بالا میں، اظہار کیا گیا ہے۔ تاکہ اس ادارہ کی زندگی میں اس نازک موقع پر، آپ اس کے لئے کافی سرمایہ جمع کر سکیں۔ اللہ یقیناً آپ کی سعی کو مشکور فرمائے گا۔

مشن کی امداد کے تین (۳) طریقے

(۱) رسالہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا بھی درحقیقت ووکنگ مسلم مشن ہی کی امداد ہے۔ کیونکہ اس کی آمد بہت حد تک ووکنگ مشن ہی کے اخراجات میں صرف ہوتی ہے۔

(۲) دوسری صورت مشن کی امداد کی یہ ہے کہ رسالہ اسلامک ریویو کی مفت اشاعت میں سعی و جہد کی جائے۔

(۳) تیسرا طریق اعانت یہ ہے کہ مشن کی اسلامی مطبوعات کی خریداری کیطرف توجہ مبذول کیجائے

دوسرے لوگ ہمارے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں

مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ مشن لکھتے ہیں کہ میں نے ڈبلیو میچن کا مراسلہ بڑی دلچسپی سے پڑھا۔ مگر میں اس مراسلہ کی چند چیزوں میں اصلاح کرنا ضروری سمجھتا ہوں سب سے پہلے ہماری قوم کا نام محمڈن نہیں بلکہ مسلم ہے اور یہ چیز مذہب کا ہر طالب علم جانتا ہے۔ جب میں نے عیسائیوں کے متعلق اسلامی زاویہ نگاہ کا ذکر کیا۔ میں آپ کے مراسلہ نگار کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے اس وقت تمام مسلمان قوم شیعہ، سنی اور تمام دوسرے اسلامی فرقوں کی ترجمانی کی۔ کیونکہ یہ سب قرآن حکیم پر ایمان رکھتے ہیں۔ مسٹر میچن چونکہ ہندوستان کے کسی دور دراز مقام پر رہتے ہیں اس لئے انہیں یہ نہیں معلوم کہ میں جس ووکنگ مسجد کا امام ہوں وہ سب اسلامی فرقوں کی نمائندہ مسجد ہے مگر مسٹر میچن کے خط میں جو بات سب سے زیادہ اہم تھی وہ یہ تھی کہ انہوں نے لکھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں کا نقطہ نگاہ کچھ مفید مطلب نہیں۔ کیونکہ وہ حضرت مسیح کے تقدس اور آپ کے نجات دہندہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتے۔ میرا اب تک یہ خیال ہے کہ یہ سادہ حقیقت ان پادریوں کو اچھی طرح معلوم ہے جن کو میں نے مخاطب کیا تھا۔ ہم مسلمان حضرت مسیحؑ کو وہی حیثیت دیتے ہیں جو ہمارے نزدیک ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔ لا نفرق بین احد من رسلہ۔ ہم انبیاء میں سے کسی رسول میں فرق نہیں کرتے۔ سب کا ایک ہی طرح احترام کرتے ہیں۔ اگر یہ چیز بھی ہمارے عیسائی دوستوں کو مطمئن نہیں کرسکتی تو ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتے۔ مجھے اعتراف ہے کہ ہم مسلمانوں کے کچھ فرقوں میں عیسائیوں کے خلاف جذبات موجود ہیں اور میں نے اپنی زیر بحث تقریر میں اس کی طرف اشارہ بھی کردیا تھا۔ مگر ان جذبات مخالفت کا باعث یہ نہیں ہے کہ مسلمان حضرت مسیحؑ کو عیسائیوں کے ساتھ ملاتے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عیسائیوں کو حضرت مسیح کے طرز عمل سے بہت مختلف پاتے ہیں۔ اور انہیں بہت سے پادریوں اور عیسائی سیاستدانوں کے کردار سے یہ تجربہ حاصل ہوا ہے۔

مسٹر ہیچن نے اپنے مضمون میں ارمنیوں پر ترکی مظالم کا ذکر کیا ہے اور اسے بہت افسوسناک واقعہ قرار دیا ہے۔ مگر وہ یہ بھول گئے ہیں کہ ترک قطعاً متعصب مذہبی نہیں ہیں۔ اور میں تو یہ کہتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ بادشاہ قوم کی طرف سے رعایا پر ظلم وستم تو ترکوں سے زیادہ عیسائیوں کی تاریخ کا نمایاں پہلو ہے۔ اور اس سلسلہ میں بیسویں صدی کے عیسائیوں نے تمام پچھلے ریکارڈ توڑ دیئے ہیں اور جہانتک مذہبی رواداری کا تعلق ہے عیسائی ریکارڈ، اسلامی ریکارڈ کا کسی طرح مقابلہ نہیں کرسکتا صلیبیوں، عیسائی مذہبی عدالتوں کے مظالم اور ہسپانیہ کے مسلمانوں کے قتل کچھ ایسے حقائق ہیں جن کی مثال پوری اسلامی تاریخ میں کہیں نہیں مل سکتی۔ حتٰے کہ تاریک ترین اسلامی دور میں بھی ہمیں یہ چیز نظر نہیں آتی۔ اور لطف یہ ہے کہ جن مسلمان ہسپانیوں کا قتل عام ہوا۔ انہوں نے اپنے دور حکومت میں عیسائیوں کے ساتھ نہایت برادرانہ سلوک کیا۔

رقابت کا ہونا ناگزیر ہے۔ اور یہ نہ صرف دو مختلف مذاہب میں پائی جاتی ہے بلکہ ایک ہی مذہب کے مختلف فرقوں میں بھی موجود ہے۔ اور کوئی شخص بھی اسے دور نہیں کرسکتا۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے سے شریفانہ اور مہذبانہ سلوک کرنے کے بھی روادار نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ ہم ایک دوسرے پر احسان کریں۔

مسلمان حضرت مسیح علیہ السلام سے پوری عقیدت رکھتے ہیں اور آپ کا احترام کرتے ہیں قرآن حکیم نے بے شمار مقامات پر حضرت مسیح کی تعریف کی ہے اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ حضرت مسیح کی تعریف کو اپنے ایمان کا جزو سمجھیں۔ کیا عیسائی بھی اپنے اندر اس قسم کا احساس پیدا کرنے پر آمادہ ہیں۔ کیا وہ حضورؐ کے احترام کے لئے تیار ہیں اور کیا وہ دنیا کے ان دو بڑے مذاہب کے ماننے والوں میں عملی دوستی پیدا کرسکتے ہیں؟

میں نے آزاد کلیسا کے پادریوں کو مخاطب کرتے ہوئے جو تقریر کی اس میں میں نے ان سے یہی سوال کیا تھا اور آج دنیائے تاریخ کے اس سب سے زیادہ تنقیدی دور میں بھی عیسائی قوم سے میں یہی سوال کروں گا۔ اگر عیسائی مسٹر ہیچن کے اس خیال کی اتباع میں جس کا اظہار انہوں نے اپنے خط میں کیا۔ اس سوال کا جواب نفی میں دیں تو مجھے یقین ہے کہ دنیائے انسانیت کو ان کے اس غیر دانشمندانہ رویہ پر بہت افسوس ہوگا۔ مگر مجھے اطمینان ہے کہ صورت حال یہ نہیں ہوگی

جری اور دور اندیش عیسائی رہناؤں کو اس کمزوری سے جس میں وہ ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لئے مبتلا ہیں خود کو منزہ کر لینا چاہیئے۔ اور آگے بڑھ کر میرے اس اعتماد کو قوی کرنا چاہیئے جو مجھے عیسائیت پر ہے۔

اسلامک ریویو کے مارچ کے پرچہ میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کا عنوان تھا "اسلام میں عورت کا معیار زندگی"۔ اس مضمون میں یہ ایک دلچسپ جملہ تھا۔

عورت کی ترقی اور نشو و نما کے سلسلہ میں جو پہلا قدم اٹھایا گیا وہ عورت سے اس الزام کو دور کرنا تھا جس میں اسے گناہ کا اصل منبع اور جنت سے آدم کے نکالے جانے کا باعث قرار دیا گیا۔ اسلام کا اس سلسلہ میں نقطہ نگاہ یہ ہے کہ آدمؑ اور حوا دونوں بہکائے گئے۔ اور اس فریب خوردگی میں ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے الزام صرف حضرت حواؑ پر ہی عائد نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں حضرت آدم بھی برابر کے شریک تھے۔ ایس ٹی بان کی طرح قرآن حکیم یہ نہیں کہتا کہ عورت اس گناہ میں پیش پیش تھی۔ قرآن حکیم کے الفاظ میں حضرت آدمؑ پوری جرات سے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں ربنا ظلمنا انفسنا اے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ حضرت آدم یہ نہیں فرماتے کہ حضرت حوا نے انہیں دھوکا دیا۔ قرآن حکیم اس کے متعلق فرماتا ہے وازلھما الشیطٰن جسکے معنٰے ہیں کہ شیطان نے انہیں بہکایا۔

دوسرے مذاہب کی روایات اس کہانی کی مزید تصدیق کرتی ہیں اور حضرت آدم پر تمام ذمہ داری ڈال دیتی ہیں۔ انگرس کہتے ہیں کہ اسی قسم کے شخص سے انسانیت کی ابتدا ہونی چاہیئے تھی۔

فری تھنکر ۱۷ / اپریل ۱۹۳۰ء

نوٹ:۔ یہ تنقید پڑھ کر امام صاحب ووکنگ مشن نے فری تھنکر کے ایڈیٹر کے نام مندرجۂ بالا خط لکھا۔ مگر آج تک اس کا کوئی جواب نہیں موصول ہوا۔ (ایڈیٹر)

ناظرین کرام

مکاتبت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں تاکہ تعمیل فرمائش میں تاخیر نہ ہو۔

آقائے مدنی صلے اللہ علیہ وسلم

(مسٹر حامد رضا صاحب بی ۔ اے)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو جلد ۲۴ نمبر ۸)

آنحضرت صلعم کی شخصیت کا حسن و جمال آپؐ کی انسانیت میں مضمر ہے ۔ ہم فانی انسانوں کو، اس دُنیا میں خدا کے بیٹوں یا اوتاروں کے قیام کی ضرورت نہیں کہ وہ ہمیں راہ راست دکھائیں ۔ دراصل اس زمانہ کے لوگ اوتاروں کے زمانہ سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں ۔ اوراب ہمیں اس بات کا یقین نہیں ہے کہ وہ ہمارے لئے نمونہ بن سکتے ہیں ۔ ہمارے رسولؐ نے اوتاروں کے عقیدہ کو باطل اور غیر معقول ثابت کرکے دُنیا میں نئے دور کا آغاز کردیا ہے ۔ انبیا اور حکماء کی مبارک فہرست میں آنحضرت صلعم پہلے نبی ہیں جنھوں نے ایسی تعلیم دی کہ ان کی امت نے، ان کے سوانح حیات کو پریوں کے قصوں میں تبدیل نہیں کیا اور نہ ان کی شخصیت کو الوہیت کے مرتبہ پر پہنچایا ۔ آپؐ نے مذہب کے متعلق غور و فکر کرکے بالکل اچھوتے اصول پیش فرمائے ہیں اور یہ حیرت انگیز بات ہے کہ آج مفکرین مغرب انہی اصولوں کو اختیار کرتے جاتے ہیں ۔ ان اصولوں کے مطابق کلیسائی تعلیمات، داستان پارینہ بن گئی ہیں ۔ اور تحکمانہ عقائد کی دلدل میں پھنسکر رہ گئی ہیں اور جدید خیالات کی رَوان کو خس و خاشاک کی طرح بہائے لئے جارہی ہے ۔ یورپین فکر، فلسفیانہ، سائنٹفک اور مذہبی نے آزاد خیال کلیسائی عہدیداروں کو مجبور کیا ہے کہ وہ روایتی مسیحیت کے اصولوں پر نظر ثانی کریں جدید الٰہیات نے ان لوگوں کو مجبور کیا ہے کہ اپنے خیالات کو جدید لباس میں پیش کریں ۔ اوراب یہ سوال ان کے سامنے ہے کہ مذہبی عقائد میں تغیرات کی بنا پر کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اپنے مذہب کے اصولوں کو کسی استوار بنیاد پر قائم کیا جائے ؟ حامیان تحریک جدید، کے مذہب کی تعبیر، آنحضرت صلعم کی پیشکردہ تعلیمات میں ملتی ہے ۔ بشپ گور ۔ ڈین انج ۔ ڈاکٹر ریشڈل اور بشپ بارنز، اس نئی مسیحیت کے وکیل ہیں ۔ اوران خطرات سے آگاہ ہیں جو اس وقت کلیساء کے لاحق حال ہیں ۔ یہ لوگ اپنی عقلی تحریکات کو پوسی مسیحیت کے عقائد کے مطابق نہیں کرسکتے ۔ تجسم، کفارہ اور تثلیث کے

تحکمانہ عقائد کے متعلق، تنقید اعلیٰ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان کا ماخذ وہ مشرکانہ مذاہب ہیں۔ جو مسیحؑ سے پہلے دنیا میں موجود تھے۔ اس لئے نئی الٰہیات میں یسوع کو محض ایک انسان تسلیم کیا گیا ہے۔ اور حامیٔ تحریک جدید، اس ترقی پذیر نظریہ کی تشکیل کا فرض عمومی انجام دے رہے ہیں اور اس حقیقت کو ظاہر کر رہے ہیں کہ مسیحیت مدت دراز سے، انسانوں کی زندگی میں رہنمائی کے فرض سے قاصر ہے۔ انسان ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اس کا دماغ ان ہیجان تحکمانہ عقائد کی غلامی میں گرفتار ہے۔ پس موجودہ مسیحی وکلا کی خوبی یہ ہے کہ وہ مسیحیت کو ترقی پذیر انسانی فکر کے مطابق بنا رہے ہیں۔ رد مسیحیت کی مسلسل اور دانشمندانہ کوشش کہ اسے بے قیمت بنایا جائے اس کی ناکامی کا باعث ہے اور اس کا افسوسناک پہلو ہے۔ لیکن یہی تو اس کی تباہی کا موجب ہے۔ موجودہ سائنس کی تحقیقات مسیحیت کے دعاوی کی تکذیب پر کمربستہ ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کی تعلیمات سے بالکل متفق ہے۔ مثال کے طور پر ایک حامی تحریک جدید کے خیالات ملاحظہ فرمائیے " یسوع نے الوہیت کا دعوٰے نہیں کیا۔ ممکن ہے اس نے خود اپنے کو مسیح یا ابن اللہ کہا ہو یا لوگوں کو ایسا کہنے کی اجازت دی ہو۔ لیکن کوئی مستند روایت ایسی نہیں جس میں یہ بیان کیا گیا ہو کہ خدا کے ساتھ اس کا تعلق، خدا اور بندے کے تعلق کے علاوہ کچھ اور تھا۔ اس اعتراف سے یہ ثابت ہوا کہ یسوع حقیقی معنے میں انسان تھا مثل دوسرے انسانوں کے۔ اور نہ صرف وہ ایک انسانی جسم رکھتا تھا بلکہ اس کی روح، عقل اور قوت ارادی بھی انسانی تھی۔ باکرہ سے پیدا ہونا اگر یہ تاریخی طور پر ثابت بھی ہو جائے تو اس سے یسوع کی الوہیت ثابت نہیں ہو سکتی اور نہ اس کے ثابت نہ ہونے سے اس عقیدہ پر کوئی شبہ وارد ہو سکتا ہے۔" ڈاکٹر رَشڈل، کا یسوع کی الوہیت کے عقیدہ سے انکار کرنا مسیحی فلسفہ کی تاریخ میں ایک اہم واقعہ ہے۔ لیکن اس بات کو بغیر عذر تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس معاملہ میں رشڈل نے تعلیمات محمدی کی معقول اور شریفانہ پیروی کی ہے۔ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آج مغربی علمائے مسیحیت کو شمع ہدایت دکھا رہے ہیں کہ اس کی روشنی میں وہ کلیسائی تعلیمات کا جائزہ لے سکیں اور اصلاح کر سکیں۔ یہ رہنمائی جناب یسوع کے مذہب کی بجا طور پر حمایت ہے جس پر آج فکر جدید کے شارحین عمل کر رہے ہیں۔ سر آلیور لاج لکھتا ہے:۔ یسوع کی انسانیت حقیقی، معمولی، کامل اور تمام ہے سنفرشا

وسط زندگی میں بلکہ ابتداء اور وفات اور بعد وفات میں بھی ، . . . . یسوع کی معمولی انسانیت ، عدم یکتائی ، پہلی اور مستقل صداقت ہے ۔ جسکے ساتھ ، نیک نیتی اور تقدس کے رنگ میں اوہام پرستی کا عنصر غالب ہوگیا ہے ۔" ہیکل ، یسوع کو " شریف اور پرجوش پیغمبر قرار دیتا ہے جو انسانیت کی محبت سے لبریز تھا" اور سی ٹی گورہم جب مفصلہ ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے تو بالکل اسلامی نظریہ پیش کرتا ہے " یسوع کے کام اور مقصد کے متعلق کہ وہ گناہوں سے نجات دینے کے لئے آیا تھا ہمیں معلوم ہوگا کہ جو غیر معمولی اہمیت کلیسا نے اسے دی ہے وہ ایسی ہے کہ خود یسوع نے اس کا دعوےٰ نہیں کیا ۔ اس کا دعوے اپنے متعلق صرف نبوت کا تھا ۔ یا نئی بادشاہت کے مسیحی سردار ہونے کا ۔ یہ تمام اقتباسات ، جو مشہور مسیحی علماء کی تصنیفات سے ماخوذ ہیں ۔ آنحضرت صلعم کے اثر کو ظاہر کرتی ہیں جو مسیحیت کی تاریخی نشو ونما پر نمایاں ہے ۔ کفارہ اور تثلیث کے متعلق جو کچھ کلیسا نے تعلیم دی ہے اس کی بنا پر بنی نوع آدم کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا ۔ کیونکہ ان خیالات کے حامیوں کا منشا یہ رہا ہے کہ حریت فکر کو تباہ کیا جائے ۔ حالانکہ یہ چیز انسانی ترقی کے لئے بیحد ضروری ہے ۔ دراصل کلیسائی عقائد جناب مسیح کے مذہب سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے ۔ کفارہ یا فدیہ کا عقیدہ بھی روز بروز پایۂ اعتبار سے ساقط ہوتا جاتا ہے ۔ اور یہ بات مسیحیت کی عقلی تہی مائگی پر روشن دلیل ہے ۔ اور یورپ کو گزشتہ پندرہ صدیوں سے اس حقیقت کا تجربہ ہو رہا ہے ۔ غالبًا نیٹشے بالکل بجا طور پر دریافت کرتا ہے " مسیح نے کس چیز کا انکار کیا ؟ اور اس سوال کا یہ جواب دیتا ہے " ہر اس چیز کا انکار کیا جو آج اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے ۔ نیٹشے کی تنقید مسیحیت ، آنحضرت صلعم کی تعلیمات سے مطابقت تامہ رکھتی ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ ہی کی تعلیمات سے ماخوذ ہے ۔ آنحضرت صلعم نے جملہ مذاہب عالم کی اصلاح کے عظیم الشان کام کا بیڑا اٹھایا ۔ اور اس سلسلہ میں مسیحی مذہب کی اصلاح عقائد کا فرض بھی انجام دیا ہے ۔ چنانچہ مسیحیت کی اصلاح کی جس قدر کوششیں ہوئی ہیں وہ سب آپ ہی کی تعلیمات سے ماخوذ ہیں اور حامیان تجدید اور عقلیت محض اسلامی اصولوں کی پیروی کر رہے ہیں ۔ پس آنحضرت صلعم نے ، اعلیٰ مذہبی فلسفہ کو مستقل طور پر متاثر کیا ہے ۔ اور آپ مشرق اور مغرب میں ان تمام تحریکات کی روح و رواں ہیں ۔ جن کا مقصد مذہب کو معقولیت کا رنگ دینا ہے ۔ چنانچہ آپ ؐ نے انسانی دماغ کو کفارہ کے عقیدہ سے نجات عطا فرمائی اور نجات کو کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص نہیں کیا اور

جملہ بادیان مذاہب کی تعظیم کا حکم دے کر، آپ نے مذہبی منافرت کا ہمیشہ کے لئے سدباب فرمادیا۔ اور اس طرح آپؐ نے اخوت انسانی کے خواب کی تعبیر بیان فرمائی۔ آپؐ نے تمام انبیائے عالم کی عزت کو تسلیم فرمایا۔ اور ان پر ایمان لانا، اپنے پیروؤں کے لئے فرض قرار دیا۔ اسی وجہ سے آنحضرتؐ تمام انبیاء میں یکتائی حیثیت رکھتے ہیں۔ کہ آپؐ کی تعلیم میں عالمگیریت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ آپؐ نے بنی نوع آدم کو صلح اور ترقی کا شاندار راستہ دکھایا ہے۔ اور جب دنیا کے لوگ اس قدر عقلمند ہوجائیں گے کہ وہ شہریوں کے باہمی تعلقات کو منضبط کرسکیں گے تو اس وقت آنحضرت صلعم کی تعلیمات کی ثقافتی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہوسکے گا۔ اسٹینلی لین پول نے کس قدر معقول بات کہی ہے کہ "اسلام خالص توحید کی تعلیم دیتا ہے، جو مسیحیت کے مختلف فرقوں کی توحید سے آسان تر اور سنجیدہ تر ہے۔ جو کہ بلحاظ رشتہ مابین خدا و انسان بلند تر ہے اور بنی نوع آدم کے باہمی فرائض اور فرائض مابین انسان و ادنیٰ مخلوقات کے اعتبار سے بہت شریفانہ ہے۔"

بہ حیثیت ایک تعلیمی تجربہ کے، اسلام "ایک نئی قسم کی تربیت ہے، جو انسان کو ایک نئی طرز زندگی کے لئے تیار کرتا ہے۔"

رہبانیت کو، طریق حیات قرار نہ دینے کی بنا پر، آنحضرت صلعم نے دنیا والوں کے تخیلات کو یکسر بدل دیا ہے، آپؐ نے دنیا کو زندگی بسر کرنے اور غور و فکر کرنے کا ایک نیا طریقہ تلقین فرمایا۔ آپؐ نے ترک دنیا کی تعلیم کو مردود قرار دے کر مذہب کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے اور انسانیت کی ترقی کے لئے نئی راہیں کھولی ہیں۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ زندگی فرائض اور ذمہ داریوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ شریعت کا مقصد ترک دنیا نہیں بلکہ تسخیر دنیا ہے۔ اسلام، مادیات سے علاقہ پیدا کرنے سے منع نہیں کرتا۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے کہ "دنیا میں جو تیرا حصہ ہے اس کے حصول سے غافل مت ہو۔" اس طرح اسلام انسان کو ایک خوشگوار دنیاوی زندگی کے لئے تیار کرتا ہے۔ اور اس کو رہبانیت اور ترک لذات کی لعنت سے رہائی عطا کرتا ہے۔ اسلام جس انداز سے انسان کی زندگی کو سانچہ میں ڈھالتا ہے وہ نہ تو تخیل کی خاطر حقیقت کو قربان کررہا ہے اور نہ حقیقت کے لئے تخیل کو فنا کرتا ہے بلکہ روح اور مادہ، ارادہ اور فطرت، عقائد اور عمرانی ضروریات سب کو ایک ہم آہنگی کے ساتھ ترکیب دیتا ہے۔ انسان کی فطرت کے مادی اور روحانی عناصر کا یہ امتزاج، اسلام

کی خصوصیات میں سے ہے۔ وہ کائنات کی خارجی قوت اور اس کے ساتھ انسانی علاقہ میں مطابقت پیدا کرتا ہے اور باہمی منافرت دور کر کے خیال اور عمل میں یکسانیت قائم کرتا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ :- " انسان اور کائنات میں، کائنات کے نخچیۃ اصولوں اور انسانی حیات کے طریقوں میں جو یہ شدید تناقض پایا جاتا ہے۔ اسی نے مسیحیت کو اس درجہ متاثر کیا ہے۔ اس بنیادی تعلق کے بارہ میں یہ اصولی فرق ہی ان دونوں مذاہب کے رجحان کو معین کرتا ہے۔ جو کہ موجودہ ماحول میں زندگی کے متعلق پایا جاتا ہے۔ دونوں کا اقتضا یہ ہے کہ انسان کی روحانی خودی کا اثبات کیا جائے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اسلام تخیل اور عمل کے اتصال کو تسلیم کرتا ہے اور مادی دنیا کا اثبات کرتا ہے۔ اور اس کو مسخر کرنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے تاکہ زندگی کے واقعی انضباط کی بنیاد دریافت کی جا سکے۔" پس بلند ترین زندگی وہ ہے جس میں شخصیت کے تمام پہلوؤں کی یکساں طور پر آبیاری ہو سکے۔ آنحضرت صلعم کی تعلیم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے اپنی امت کو یہ سکھایا کہ شوروغل کی دنیا میں رہ کر اپنی روحانیت کو قائم رکھو۔ اس کے لئے کسی زاہد کا کنج عافیت اور خاموش گوشہ تلاش مت کرو۔ آپ کی تعلیم کے مطابق انسان کو مادی دنیا سے کنارہ کش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاکہ صحرا میں جا کر تقدس کا راستہ دریافت کیا جائے۔ نیٹشے کا تصور رہبانیت دراصل اسلامی ہے جبکہ وہ کہتا ہے "کیا دنیا میں صحرا نشین زاہدوں سے بڑھ کر بھی کوئی غلیظ چیز ہو سکتی ہے؟ ان کے اردگرد صرف شیاطین ہی نہیں تھے بلکہ خنازیر بھی تھے۔ اگرچہ دیگر مذاہب نے ترک دنیا کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے لیکن اسلام نے اسکی تردید کی ہے۔ اس کی تاریخ مادی، اور روحانی اشیا کے مابین تذبذب کی ایک طویل تاریخ ہے۔ مسٹر ولیم جیمس لکھتے ہیں۔" مادیات اور انسان کے متعلق مسیحیت نے جو ناقابل اطمینان تعلیم دی ہے، اس کی بنا پر انسان کے دل پر خوف غالب ہو گیا ہے۔ اور اس لئے یہ مذہب جسم کو ایذا پہنچانے کا زبردست محرک بن گیا ہے۔" لیکن اسلام کی تعلیم اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس کے اخلاقی ضابطہ میں زاہدانہ نفس کشی کی مطلق اجازت نہیں ہے۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔" اسلام ایک قابل عمل مذہب ہے اور اس پر بآسانی عمل کیا جا سکتا ہے لیکن جو شخص افراط سے کام لے گا۔ اسے نقصان پہنچیگا اس لئے درمیانی راستہ اختیار کرو اور مرتبہ کمال حاصل کرو۔ اور خوش رہو۔ یہ عمدہ تعلیم زندگی بسر کرنے کا ایک فطری طریقہ سکھاتی ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام زندگی بسر کرنے کا ایک فطری

طریق ہے اور نفس کشی سے باز رکھتا۔ اور ان باتوں سے روکتا ہے جو دوسرے مذاہب نے نفس کشی کے متعلق تلقین کی ہیں محض اس خیال سے کہ ان کی بنا پر روحانیت حاصل ہو سکتی ہے۔ ایسے ضابطۂ اخلاق کی رہنمائی میں ایک مسلمان کی ذہنیت ایسی پست نہیں ہو سکتی کہ زندگی اور ادبیات کے متعلق اس کا زاویۂ نگاہ تاریک ہو جائے۔ یہ زندگی اس کے لئے بارگراں نہیں بن سکتی۔ ممنوع چیزوں کو چھوڑ کر وہ تمام دنیاوی مسرتوں سے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے اور اسے زندگی کا وہ لطف حاصل ہو سکتا ہے جو دوسرے مذاہب کے لوگوں کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ الغرض، دنیا کے متعلق اسلام کا رجحان بزدلانہ اور گریزپا نہیں بلکہ دلیرانہ اور فتحمندانہ ہے۔

اگر آج یورپ میں، مذہب پر ابتلاء کا دور طاری ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مسیحیت غیر مشہود امور کا مجموعہ ہے، اور رہبانیت کو مذہبی نصب العین قرار دیتی ہے۔ رہبانیت وہ پھل ہے جو ہندو اور مسیحی تخیلات کے صحرا میں پیدا ہوتا ہے۔ اور جدید مذہب فطرت کی تحریک نے اس نظام کی خرابیوں کو اچھی طرح واضح کر دیا ہے۔" جدید تخیل کی پاکیزگی اور رجائیت نے، دلیم جیمس لکھتے ہیں " کلیسا کے رجحان کو جو قبل ازیں جسمانی ایذا رسانی کے متعلق پایا جاتا تھا۔ تبدیل کر دیا ہے۔ اور اب سوسو یا الکنٹارا کا پطرس ہمارے دلوں میں عزت کے جذبات پیدا نہیں کرتے۔ بلکہ ناکام عطائی نظر آتے ہیں۔" جیمس کا زاویہ نگاہ، کلیسا سے بالکل مختلف ہے۔ اور رہبانیت کی تردید کرنے کے سلسلہ میں وہ غیر شعوری طور پر آنحضرت صلعم کی خدمت میں خراج تحسین پیش کر رہا ہے۔ یہ آنحضرتؐ کا اعجاز ہے کہ آپؐ نے فلسفہ رہبانیت کی تردید کر کے سائنس کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ اور انسان کی جبلی طاقتوں اور شرافت نفس کا اس طرح اثبات کیا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یورپین فلسفہ اور مذہب، نسبتاً جدید فکر کے ارتقا میں تازہ حوادث ہیں۔ اور ان مردہ مذاہب اور پارینہ فلسفہ کی داستان بیان کرنا، جن کی بنیادوں پر فکر جدید قائم ہوئی ہے۔ ایک خشک اور غیر دلچسپ کام ہے لیکن یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم نفس کشی کی مخالفت کرنے والے ضابطۂ اخلاق جدید کے پہلے وکیل ہیں۔ اور جب آپ یہ فرماتے ہیں کہ " لا رهبانية في الاسلام" تو آپؐ دنیا کے سامنے ایک نیا نظریۂ حیات پیش کرتے۔ چنانچہ مذہبی زہد و رہبانیت کی وہ تنقید جو جدید تحریک انسانیت نے کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر شاہد ہے۔ رہبانی نصب العین

کے متعلق تمام فلسفہ جدید کے خیالات کو آنحضرت صلعم کی تعلیم سے تقویت حاصل ہوئی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مسیحی علماء کا رجحان طبع، روز بروز مسیحیت کے امتیازی پہلوؤں کو ترک کرنے کی طرف ہوتا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ آنحضرت صلعم کو اپنا راہنما بنا رہے ہیں۔ چنانچہ ڈین انج لکھتا ہے۔ "ہم اس شدید رہبانیت کے اصولوں کو تسلیم کرنے پر مجبور نہیں ہیں جو کلیسا پر مسلط ہو گئے تھے۔ کیونکہ رہبانیت دراصل کوئی مسیحی تحریک نہ تھی۔"

اندریں حالات قرآن مجید اس بات کا مستحق ہے کہ اسے منجانب اللہ تسلیم کیا جائے کیونکہ اس نے سب سے پہلے رہبانیت پر حسب ذیل الفاظ میں تنقید کی:۔

"اور جہانتک رہبانیت کا سوال ہے، سو یہ مسلک عیسائیوں نے خود ایجاد کیا۔ ہم نے اس کو ان پر فرض قرار نہیں دیا تھا۔ ان کا مقصد اس طرح خوشنودی الٰہی حاصل کرنا تھا۔ لیکن انہوں نے اس معاملہ میں احتیاط سے کام نہیں لیا۔ (۵۸: ۲۷)

قرآنی بیان سے دو باتیں بالکل واضح ہیں۔ اولاً یہ کہ رہبانیت جناب مسیح کے سادہ مذہب میں بعد میں شامل کی گئی۔ اور ثانیاً یہ کہ خدا نے اسے انسان پر فرض قرار نہیں دیا بلکہ یہ غلطی خوردہ انسانوں کی ایجاد تھی۔ "تاکہ خدا کی خوشنودی حاصل کی جائے۔" خدا اپنے بندوں کی عمداً غلطیوں کا ذمہ دار نہیں ہے۔" اب ہم دکھائینگے کہ موجودہ فلسفہ کے رجحان نے قرآنی تعلیمات کی صداقت پر مہر توثیق ثبت کر دی ہے۔ پروفیسر جے اے کو لکھتا ہے:۔ "رہبانیت کا سب سے بڑا عنصر یہ ہے کہ ایک اخلاقی طور پر غیر ذمہ دار خدا کی ناراضگی سے محفوظ رہا جائے۔ یا اس کی نظر میں محبوب بنا جائے۔" مسیحی رہبانیت کا قرآنی تجزیہ "انسانی دماغ کی موشگافیوں سے بالاتر ہے اور اپنے الہامی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ ایک مخالف نقاد بھی اس تجزیہ کی صداقت پر گواہی دیتا ہے۔ "یسوع نے اپنے شاگردوں کو راہبوں کی جماعت نہیں بنایا" یہ بات کہ مسیحی دنیا کے نامور علماء رہبانیت کے متعلق اسلامی نظریہ کو قبول کرتے جا رہے ہیں۔ بشپ آف برمنگھم کے اس مضمون سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ "ہمارا مقصد یہ ہے کہ جسم کو مضبوط اور منظم کیا جائے۔ تاکہ وہ عقلی فعالیت اور روحانی ادراک دونوں سے مطابقت پیدا کر سکے۔ ہم جدید تحریک کے حامی، جو جسم اور روح کی ثنویت کے عقیدہ کی تردید کرتے ہیں، اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ ایک کو

اس لئے نقصان پہنچایا جائے تاکہ دوسرا مضبوط اور زیادہ حسین ہو سکے ..... آزار خوردہ جسم سے ایک اعلیٰ درجہ کے دماغ کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ جسمانی بہبود سے۔ بموجب اقتضائے فطرت انسانی۔ مذہبی بہبود حاصل ہو گی۔ اور جسمانی بہبود کو شاندار دماغی کامیابیوں اور اعلیٰ روحانی تجارب کا زینہ سمجھنا چاہیے۔ ان حقائق سے صرف وہی لوگ روگردانی کر سکتے ہیں جن کی ذہنیت خراب ہو چکی ہے۔ یا جو نفس کشی میں ایک غیر معقول مسرت حاصل کرتے ہیں۔ جو صوفیانہ کیفیت سے پہلے کی جاتی ہے۔ ایسے لوگ اس بات کے مدعی ہیں کہ نفس کشی کی یہ خوفناک صورتیں ان تجارب کے لئے ضروری تھیں جو ان کے بعد حاصل ہوئے۔"

جزیہ کی حمایت

(مسٹر ایم وائی خان)

جزیہ کی دو قسمیں تھیں، ایک تو اپنی مرضی سے، اور باہمی گفت و شنید کے بعد جس کی شرح فریقین کی مرضی سے معین کی جاتی تھی۔ دوسری قسم وہ تھی جسے امام اپنی مرضی سے عائد کرتا تھا اور ادا کرنے والوں کو ان کی دولت اور جائداد کا مالک تسلیم کرتا تھا۔ اس کی شرح امرا سے ۴۸ درہم سالانہ اور غربا سے ۱۲ درہم سالانہ تھی۔ اس کی وصولی کا طریقہ، جس کا بیان ہو چکا ہے۔ ایسا تھا کہ اس کو دیکھ کر اس معاملہ میں کوئی شک نہیں رہتا کہ اس کی وصولی میں کسی قسم کی سختی روا نہیں رکھی جاتی تھی۔ ھدایہ میں مذکور ہے :۔" اور جزیہ ذمیوں پر خراج کی شکل میں عائد کیا جاتا ہے جس کی رو سے انہیں اسلامی سلطنت کی طرف سے شخصی آزادی، مذہبی رواداری اور اپنی جائداد پر مالکانہ تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے۔

آنحضرت صلعم نے غیر اقوام کے ساتھ، جن پر جزیہ عائد کیا گیا، جو معاہدات کئے۔ ان کی رو سے جو حاضر تھے ان کو بھی عام معافی حاصل ہوئی اور جو غائب تھے ان کو بھی۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ کے فرامین سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ ان دونوں حضرات نے جو کہ آنحضرت صلعم کے نقش قدم پر چلتے تھے اور بڑے نامور خلیفے ہوئے ہیں۔ اس معاہدہ کی بہت سنجیدگی کے ساتھ پابندی کی، جو ان کے آقاؐ نے غیر مسلم رعایا کے ساتھ کیا تھا۔ جو جزیہ ادا کرتی تھی۔ اول الذکر نے اپنے جانشین کو اسبات کی وصیت کی کہ آنحضرتؐ کے ان معاہدات کی سختی کے ساتھ پابندی کی جائے جو آپؐ نے ذمیوں سے ان کی جان و مال کی حفاظت کے متعلق کئے تھے۔ اور ان کو وہ تمام مراعات عطا کی جائیں۔ جنکے از روئے انسانیت وہ مستحق ہیں۔ اور آخر الذکر نے جن کی نظر میں جزیہ ادا کرنے والے ذمیوں کے وہی حقوق تھے جو عام مسلمانوں کے۔ برزخ صبور کے گورنر کو فرمان بھیجا کہ اسلامی حکومت کے غیر مسلم باشندوں کو ایذا رسانی سے اجتناب کیا جائے۔

چنانچہ آپ نے فرمایا کہ "اگر تم میرے حکم کی تعمیل نہ کرو گے تو خدا کے سامنے جوابدہ ہو گے اور معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں تمہیں معزول کر دیا جائے گا"۔ دوسرے علما نے بھی جن کی صداقت شعاری عموماً مسلم ہے، ذمیوں کے ساتھ اسی قسم کی نرمی اور رواداری کا سلوک کیا ہے۔ پس علم اللغت اور تاریخ دونوں کی متفقہ شہادت یہ ہے کہ جزیہ نہ تو ایسا ٹیکس ہے جو اسلامی شریعت سے مختص ہو۔ اور نہ کسی رنگ میں ظالمانہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

اسلامی روایات کا توجہ کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو بہت سی ایسی صداقتیں ظاہر ہونگی جو عام مورخین کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ بہرکیف ہمارے مقصد کے لئے اس قدر صراحت کافی ہے کہ جزیہ ایک حفاظتی ٹیکس تھا۔ اور اگر مسلمان کسی وقت محافظت سے قاصر رہتے تھے تو اس رقم کو واپس کر دیتے تھے۔ اسلام نے اس کی تحصیل میں کبھی زبردستی سے کام نہیں لیا اور اپنے پیروؤں کو نصیحت کی کہ ذمیوں کے جذبات کا ہمیشہ پاس مدنظر رکھا جائے۔ اور سالانہ ادائیگی پر اصرار کیا جاتا تھا۔ محصلین جزیہ کو اس بات کی ہدایت تھی کہ وہ لوگوں کے ساتھ رحمدلی کا برتاؤ کریں اور زیادتی سے اجتناب کریں۔ اور عدم ادائیگی کی صورت میں بھی جسمانی عقوبت کی اجازت نہ تھی۔ اسلام نے صرف اس سختی ہی کو دور نہیں کیا، جو رومیوں کے عہد میں جزیہ وصول کرتے وقت کی جاتی تھی۔ بلکہ اس کے دائرہ کو بھی محدود کر دیا۔ یہ ایک بہت معمولی سا ٹیکس تھا۔ جو کبھی بھی غیر مسلموں کے لئے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا موجب نہیں ہوا۔ قرآن میں لفظ جزیہ کا استعمال جو کہ ۹ : ۲۹ میں ہوا ہے، قرآن کی ہمہ گیر نوعیت پر دلالت کرتا ہے۔ جو کہ بقول باسورتھ سمتھ ایک نظم کی کتاب بھی ہے، اور مناجات کی بھی اور ضابطۂ قوانین بھی ہے۔ کوئی تعجب نہیں اگر برک اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ "اس کتاب میں فقہی قوانین کا ایسا اعلیٰ، دانشمندانہ اور روشن خیال نظام شامل ہے جس کی نظیر دنیا بھر میں نہیں مل سکتی"۔

مسیحی پادریوں نے نہ صرف اسلامی تاریخ کو غلط طریق پر پیش کیا ہے بلکہ انہوں نے خود اپنے ہم مذہب لوگوں کی تحریروں کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ جیروگل نے جو عثمان کے عہد میں فرد کا بطریق تھا، لیمئن ملک فارس کے لارڈ بشپ کو ایک خط لکھا تھا جس میں اس نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ مسلمانوں کی حکومت میں عیسائیوں کو کامل مذہبی آزادی حاصل ہے۔ نیز

جیسوجب ثالث نے جو یعقوبی فرقہ کا بطریق تھا، ریورشائر کے اسقف اعظم اور ایران کے لاٹ پادری شمعون کو جو خط لکھا وہ اس اکثر پیش کردہ دلیل کی تردید کرتا ہے۔ کہ مرو کے باشندوں کو تبدیلِ مذہب پر مجبور کیا گیا۔ اور اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ عیسائیوں کو مذہب میں پوری آزادی حاصل تھی اگر وہ اپنی دولت فانی میں سے ایک قلیل رقم ادا کرتے رہیں۔ چنانچہ مرو میں آپ کے لوگ اس رقم قلیل کے ادا کرنے کے لئے تیار رہتے۔" اور رفرن فورٹ نے ۱۸۷۰ء میں کینڈ لیٹس کے تبدیل مذہب کے متعلق یہ بیان کیا کہ ان بدبختوں نے اپنی جانوں کو ایک حقیر رقم کے بدلہ میں فروخت کر دیا۔ . . . پس انہیں یہ حق حاصل ہو گیا کہ جزیہ سے مستثنےٰ کئے جائیں جو کہ ۱۸ روپے سالانہ سے زیادہ نہیں ہے۔" شیفلرس اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ فی کس ایک ڈیوکٹ سالانہ ادا کرنا کوئی بڑی رقم نہیں ہے۔" اور ڈریپر اس قول کی تائید کرتا ہے جبکہ وہ یہ لکھتا ہے کہ" ایک قلیل رقم کے عوض میں مسلمان فاتحین نے عیسائیوں اور یہودیوں کو کامل مذہبی آزادی عطا کر دی۔" گاڈفری ہگنس بھی اس خیال کی تائید کرتا ہے۔" فتح کے بعد باشندوں کو ان کے اموال اور مذاہب کے معاملہ میں کامل آزادی عطا کی گئی اور اس آزادی کے عوض ان پر ایک ہلکا سا ٹیکس عائد کیا گیا جس کا ادا کرنا کسی کے لئے بھی دشوار نہ تھا۔" ڈاکٹر مارگولیتھ اپنی کتاب "محمدؐ اور عروج اسلام" میں لکھتا ہے کہ" آنحضرت صلعم، کا اس اصول کو تسلیم کرنا کہ مالی ادائیگی، مذہبی آزمائش کی قائم مقام ہو سکتی ہے، اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کے دل میں مذہبی تعصب بالکل نہ تھا۔"

پس غیر مسلموں کا اسلام لانا، اس لئے نہ تھا کہ جزیہ اس قدر ظالمانہ ٹیکس تھا کہ لوگ مجبور ہو کر یا تو اسلام قبول کر لیتے تھے یا موت کی آرزو کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ غیر مسلم اپنے آبائی مذہب کی کوئی خاص عزت نہیں کرتے تھے۔ ڈریپر نے سچ لکھا ہے" جس شخص کے دل میں مذہب کی خاص وقعت نہ ہو یا جو اپنے مذہب کو ٹیکس سے کم قیمت سمجھتا ہو، اس کے لئے یہ دشوار نہیں کہ وہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھ کر خواہ وہ قیدی ہو یا غلام، فوراً اپنے آقاؤں کے برابر مرتبہ حاصل کر لے۔ بلاشبہ ان دنوں حالات ہزاروں نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا۔" گبن نے سرعت کے ساتھ اشاعت اسلام کی وجوہ کو نہایت عمدگی کے ساتھ حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:۔" مذہبی تبدیلی کے بعد، رعایا کے افراد، خواہ وہ غلام ہوں یا قیدی یا مجرم ہوں

ایک لمحہ میں فاتح مسلمانوں کے برابر اور آزاد ہو جاتے تھے، ہر ایک گناہ معاف ہو جاتا تھا۔ ہر سابقہ معاہدہ منسوخ ہو جاتا تھا۔ اور تجرد کا عہد فطری تقاضوں کے سامنے فنا ہو جاتا تھا وہ فعال ارواح جو خانقاہوں میں سو رہی تھیں، عربوں کے طبل جنگ سے بیدار ہو گئیں۔"

پروفیسر مونیٹ نے بہتر طریق پر اس بات کی تفصیل بیان کی ہے۔ "جو مذہب اس قدر سادہ اور دلنشین ہو، الہیاتی اور فلسفیانہ پیچیدگیوں سے اس درجہ پاک صاف ہو، اور اس درجہ عام فہم ہو یقیناً اس میں یہ صفت ضرور موجود ہو گی اور اسلام میں ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں اپنا گھر بنا سکے۔" مسٹر گاندھی نے جو ہندوستان کے مشہور لیڈر ہیں اس معاملہ کو اور بھی صاف کر دیا ہے۔ "میں نے دیکھا ہے کہ جب کوئی زولو مسیحیت قبول کرتا ہے تو اسے اس بنا پر عیسائیوں کے ساتھ مساوات کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا لیکن اسلام قبول کرتے ہی وہ اسی گلاس سے پانی پی سکتا ہے جس سے ایک مسلمان پیتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا کھا سکتا ہے۔" سر پی سی رے مشہور ہندو سائنسدان لکھتے ہیں کہ "ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ تلوار کے زور سے نہیں ہوئی۔ بلکہ اسلام کی روادارانہ حکمت عملی کی بدولت۔

"اسلام تمام مذاہب میں سب سے زیادہ جمہوریت نواز مذہب ہے اور بنی نوع آدم میں کامل مساوات پیدا کرتا ہے۔ اسلام قبول کرتے ہی ایک غیر مسلم، ساری دنیا کے مسلمانوں کے برابر ہو جاتا ہے۔ مسجدوں میں بادشاہ اور امراء، درویش اور گداگر حتے کہ بہشتی اور ادنےٰ درجہ کے قلی بھی دوش بدوش کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ اسلام رنگ کے امتیاز کو مطلق تسلیم نہیں کرتا اور اس نے اپنی اسی روشنخیالی کی بنا پر بحر اوقیانوس سے لے کر بحر ظلمات تک ترقی کی ہے اور زمانہ حال میں جزیرہ نمائے ملایا میں اسلام غیر معمولی سرعت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ اور اس کی وجہ نہ تلوار ہے نہ قرآنی حکمت عملی۔ کیونکہ یہ ملک مسلمانوں کے زیر نگیں نہیں ہے۔ بلکہ محض اپنی وسعت نظر اور فراخدلی کی بنا پر۔"

"اسلام یا موت" اور "اسلام کسی مفاہمت کا قائل نہیں ہے" یہ اور اسی قسم کے بہت سے مقولے اور الزامات جو کہ دشمنوں کی طرف سے اسلام پر عائد کئے جاتے ہیں، خاصکر عیسائیوں کی طرف سے جن میں پادری اور پروپاگنڈا کرنے والے پیش پیش ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ

خود کبھی بھی، رواداری سے آشنا نہیں ہوئے۔ ہم نے دکھا دیا ہے کہ اسلام کی رواداری پر مخالفین نے بھی گواہی دی ہے کہ اس کی اشاعت تلوار کے زور سے نہیں ہوئی اور ختم کرنے سے پہلے ہم پھر اس طرف متوجہ ہوں گے۔ سردست میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اگر مذہب کے نام پر ظلم وستم روا رکھا گیا ہے تو وہ مسیحی مذہب میں۔ اور اگر مذہب کے نام پر انسانوں کا خون بہایا گیا ہے تو وہ مسیحی مذہب میں۔ ملمین لکھتا ہے: "کافر تو مسیح اور اس کی کلیسا کا فطری دشمن تھا۔ اگر وہ مسیحیت قبول نہ کرے تو پھر اس کے کفر کی بنا پر اسے سزا دیجاتی تھی۔ اسے قتل کیا جائے اور مقدس تلوار سے اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔" بیسنج لکھتا ہے: "ورمس میں، یہود نے بشپ کے محل میں پناہ لی تو وہاں انہیں بپتسمہ اور تلوار دو میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کی اجازت دی گئی اور جنہوں نے عیسائی ہونا قبول نہیں کیا انہوں نے خودکشی کرلی۔" نیز "بیرویا میں ۱۲ ہزار یہود کو تہہ تیغ کیا گیا۔ جہاں کہیں صلیبی مجاہدین گئے انہوں نے یہود کے سامنے تلوار اور بپتسمہ پیش کرکے ایک چیز کو قبول کرنے کا حکم دیا۔" "انگلستان میں بھی ان بیچاروں کی یہی درگت بنی۔ انہیں بیدردی کے ساتھ لوٹا گیا۔ اور بلا امتیاز تہہ تیغ کیا گیا۔"

ہیکر لکھتا ہے کہ "سٹراسبرگ میں دو ہزار یہود کو انہی کے قبرستان میں زندہ آگ میں جلا دیا گیا۔ اور وہاں ایک بڑی پھانسی بھی قائم کی گئی تھی بعض نے مسیحی ہوجانے کا وعدہ ہوجانے کا وعدہ کیا تو انہیں اور ان کے بچوں کو چتا پر سے نیچے اتار لیا گیا۔

لنڈو، پرتگال میں یہود پر عیسائیوں کے مظالم کی داستان کی شرح میں لکھتا ہے کہ شاہی فرمان جاری ہوا کہ ۱۴ اور ۲۰ سال کے درمیان عمر والے لڑکے بھی والدین سے لے لئے جائیں اور زبردستی عیسائی بنا لئے جائیں۔ چنانچہ صدہا نوجوانوں کو زبردستی کلیسا میں گھسیٹ کر لیجایا گیا۔ اور وہاں زبردستی بپتسمہ کا پانی ان پر چھڑکا گیا۔" گبن لکھتا ہے کہ "ساتویں صدی کے آغاز میں نوّے ہزار یہود کو بپتسمہ لینے پر مجبور کیا گیا۔ منکرین کی جائداد ضبط کی گئی اور انہیں جسمانی ایذا پہنچائی گئی۔ جسٹینین کے ضابطہ میں قتل کفار اور قتل انسان میں فرق تھا۔ یہ کہ اول الذکر فعل کوئی جرم نہ تھا۔ اور اس نے تلوار اور آگ کے زور سے مسیحیت کی وحدت کو قائم کرنے کی کوشش کی۔"

فرانس میں، ۱۶۱۵ء میں یہ قانون پاس کیا گیا کہ کوئی یہودی، کسی مسیحی کے خلاف دیوانی میں دعوائے نہیں کرسکتا۔ ایسا کرنے کے لئے اسے بشپ سے بپتسمہ لینا لازمی تھا۔

۱۵۰۲ء میں ازبیلا اور فرڈیننڈ کے حکم سے کسی شخص کے لئے مسلمان ہونا، یا اسلام قبول کرنا جرم قرار دیا گیا۔ چنانچہ ان متعصب مسیحی حکمرانوں کی قلمرو میں ۴۰ ہزار مسلمان، محض مسلمان ہونے کی بنا پر، قتل کئے گئے۔ اور تقریباً دس لاکھ مسلمانوں کو جلاوطن کر دیا گیا اور ان مسیحی متعصب حکمرانوں کی بدولت اسپین جو کہ ایک متمدن ملک تھا ہمیشہ کے لئے برباد ہو گیا۔ اور اسے آج تک وہ شوکت نصیب نہ ہو سکی جو مسلمانوں کے عہد میں تھی۔

اس کے برعکس اسلام نے مذہبی معاملات میں ہمیشہ کامل آزادی اور رواداری کا درس دیا۔ کیونکہ قرآن مجید کی شاندار تعلیم یہ ہے کہ " دین کے معاملہ میں کسی پر کوئی جبر نہیں ہے" ایک نومسلم انگریز لکھتا ہے:۔ " اسلام نے خدا کا صحیح تصور پیش کیا۔ اور مسلمانوں کے پاس قرآن مجید کی شکل میں ایک بڑی دولت موجود ہے اور اس کی رُو سے وہ دوسرے مذاہب کے لوگوں سے نفرت نہیں کرسکتے۔ مسلمان کا فرض صرف مسجدوں ہی کی حفاظت نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے مذاہب کے مقدس معابد بھی۔ اسلام دُنیا کے تمام انبیاء کی عزت کرتا ہے جب نجران کے عیسائیوں کا وفد آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے ان لوگوں کو اپنی مسجد میں عبادت کر لینے کی اجازت دی۔

" تلوار یا اسلام" یہ اسلام کا اصول نہیں ہے اور نہ کسی جگہ لکھا ہوا ملتا ہے۔ سوائے دشمنوں کے دماغوں میں، یا مسیحی مذہب کے متعصب اور بدنیت پروپیگنڈا کرنے والوں میں میجر اے جی لیونارڈ کی کتاب " اسلام اور اس کی اخلاقی اور روحانی قیمت" سے حسب ذیل اقتباس، اسلام اور بانی اسلام کے خلاف عیسائیوں کے مقاصد مشئومہ پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ " اسلام اور بانیِ اسلامؐ پر طعن کرنا تو یورپ میں داخل فیشن ہو گیا ہے۔ مسیحی عوام الناس نے آج تک اس مسئلہ پر سنجیدگی اور رواداری کے ساتھ غور نہیں کیا ہے۔ پادریوں کا طرزِ عمل اسلام کی طرف، بلاشبہ غیر مناسب اور سراسر غیر معقول ہے۔ انکی خلافِ عقل جہالت اور جاہلانہ روش سے بڑھکر قابل اعتراض ان کی یہ حالت ہے کہ وہ نفسیاتی

طور پر، اسلامی اخلاق اور اسلام کی روح سے ناواقف ہیں۔ اور ان باتوں کے علاوہ وہ بغایت متکبر، خود بیں، تنگ نظر اور متعصب ہوتے ہیں۔ حقیقت میں ان کا رجحان طبع بہت جارحانہ ہے کیونکہ معاندانہ اور گستاخانہ ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام نے اپنی تمام شاندار تاریخ کے دوران میں اور خاصکر ابتدائی زمانہ میں جبکہ مذہبی تعصب قابل معافی ہوتا ہے۔ اگرچہ جنگجویانہ اور شدت پسند انداز اختیار کیا لیکن کبھی بھی محکمۂ احتساب جیسے شیطانی نظام کو اپنے یہاں رائج نہیں کیا۔ اور اپنے مقدس نام کو، بیدردانہ قتل وغارت سے ملوث نہیں کیا جس طرح کہ مسیحیت نے البی جینس، اور والڈینس اور سینٹ بارتھلومئیو کے دن، قتل عام سے، اپنی صورت کو بدنما بنایا۔ اس کے برعکس اسلام نے مذہبی رواداری کی وہ سپرٹ دکھائی جو معقول بھی تھی اور لائق تذکرہ بھی ایک اخلاقی اور روحانی عنصر ہونے کی حیثیت سے، اسلام نے لکھوکھا انسانوں کو قعر مذلت سے نکالکر زندگی کے بہت بلند مقام تک پہنچایا ہے۔"

اور یہ ٹیکس (جزیہ) جو زیر بحث ہے، یہ مسلمانوں کی عدم رواداری کا ثبوت نہیں بلکہ ان کی رواداری کی سپرٹ کو اور زیادہ نمایاں کرتا ہے۔ جس کا اعتراف ڈبلو ایچ ٹی گیرڈنر جیسے متعصب پادری کو بھی ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔ "اسلامی اصولوں کی ایک خصوصیت یہ تھی۔ کہ ان میں معقولیت اور انسانیت پائی جاتی تھی اور انصاف کو عموماً بہت پابندی کے ساتھ مدنظر رکھا جاتا تھا، یہود اور نصاریٰ، جو اسلام لانے سے انکار کرتے تھے وہ خراج ادا کرکے اسلام کی حمایت میں آجاتے تھے۔ یہ انتظام اس قدر تسلی بخش تھا کہ مسلمانوں کی عیسائی رعایا پر دوسری عیسائی جماعتیں رشک کرتی تھیں اور ان کی جانب سے مسلمانوں کے پاس درخواستیں آتی تھیں کہ ہمیں بھی اپنی رعایا بنالو۔ اور اگرچہ عیسائیوں اور یہودیوں کے دائرۂ اسلام میں داخل ہوجانے کی وجہ سے حکومت کو مالی رنگ میں نقصان پہنچتا تھا۔ لیکن متعدد بادشاہوں نے اصلی مذہبی خلوص کا اظہار کیا جبکہ انہوں نے انسانوں کی نجات کو، خزانہ کی توفیر پر ترجیح دی۔"

القصہ جزیہ اصول قانون کا ایک بہترین نمونہ تھا، جو کہ دنیا میں نسل مذہب اور رنگ کے اختلافات کو مٹانے کے لئے وضع کیا گیا۔ وہ ایک مذہبی اصول تھا، ایک ہمدردانہ طریق کار

تھا اور راعی اور رعایا دونوں کے اطمینان کا موجب تھا۔ اگرچہ موجودہ زمانہ میں بھی اسی قسم کے قوانین نافذ کر دیئے جائیں تو متمدن اقوام عالم میں، رنگ کا جو اختلاف نظر آتا ہے وہ آج مٹ سکتا ہے۔ اور ہندوستان کے ہریجنوں (اچھوتوں) کے لئے تو یہ ایک رحمت ثابت ہوگا۔ کہ اس کی بدولت بغیر کسی دقت کے، ان کی ساری معاشرتی اور روحانی مصیبتوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ جزیہ کی بدولت اگر ایک غیر مسلم کو اسلامی حکومت میں کامل مذہبی آزادی حاصل تھی، تو اس کے ساتھ ہی اس کی جان بھی اسی قدر قیمتی تھی جس قدر کہ حکمراں قوم کے افراد کی۔ اس کی بدولت غلامی کی ذلت یکسر دور ہو گئی۔ اور دُنیا نے جمہوریت کا وہ شاندار نظارہ دیکھا، جو آج مغربی متمدن ممالک میں اس قدر بلند بانگ دعاوی کے باوجود نظر نہیں آتا۔ یہ ایک حفاظتی ٹیکس تھا جو ضرورت کے وقت عائد کیا جاتا تھا جبکہ خزانہ خالی ہوتا تھا۔ اور جب بھر جاتا تھا تو یہ ٹیکس منسوخ کر دیا جاتا تھا۔ بدخصلت مصنفین نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان حکمران حفاظت کا ذمہ لئے بغیر جزیہ عائد کرتے تھے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اور نہ یہ ٹیکس اس لئے عائد کیا جاتا تھا، کہ غیر مسلم مجبور ہو کر اسلام قبول کر لیں۔ کیونکہ اس کی شرح بہت کم تھی۔ اور جو لوگ اس معمولی رقم کی ادائیگی کو مشکل تصور کرتے تھے وہ دراصل اپنے مذہب سے کچھ زیادہ محبت نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ مسیحی پادریوں کی تحریروں سے ثابت ہے۔ جنھوں نے اپنے اپنے حلقہ ہائے اقتدار سے مسیحیوں کے اخراج کا ذکر تاسف کے ساتھ کیا ہے۔ لیکن مسلمانوں کی فیاضانہ سپرٹ اور عالی حوصلگی کا شاندار الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔

ڈرائڈن کا یہ قول کس قدر صحیح ہے کہ:۔

"غلط فہمیاں اور غلط بیانیاں، تنکوں کی طرح پانی کی سطح پر نمایاں ہوتی ہیں لیکن جسے موتیوں کی تلاش ہو اسے غوطہ لگا کر تہہ میں جانا ہوگا۔"

پس ہمیں لازم ہے کہ ہم یہ تحقیق کریں کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے اور مسلمانوں کا طرز عمل کیا تھا اور عام طور سے جو کچھ ان امور کے متعلق کہا جاتا ہے اس کو لائق اعتنا نہ سمجھیں۔

ایک بہت بڑی مشہور مسلمان زاہدہ

(از جناب ایم اے اے ایس جے - مجید)

یہ بات بارہا واضح کی جا چکی ہے کہ زہد و تقوے کی راہ مردوں کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ بہت سی عورتیں بھی اس راہ کو طے کر کے منزل مقصود کو پا چکی ہیں۔ لیکن ان متقی اور پرہیز گار عورتوں کو وہ درجہ بلند نصیب نہیں ہوا۔ جو حضرت رابعہ بصری کو ملا۔ حضرت رابعہ بصریؒ تقوے و طہارت اور زہد و عبادت میں بہت سے مردوں سے سبقت لے گئیں۔ اسی وجہ سے انہیں "تاج مرداں" کہا گیا ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ تمام مسلمان عابدات سے زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت رابعہ آزاد کردہ عورت تھیں اور بصرہ میں ۷۱۰ء کے قریب پیدا ہوئیں۔ پیدائش کے وقت ان کے ماں باپ کی مالی حالت بہت خراب تھی۔ ان کے گھر چراغ روشن کرنے کے لئے تیل نہ تھا اور نہ ہی اس نوزائیدہ بچی کے پہنانے کے لئے کپڑے تھے۔ مگر ان کے خوددار باپ نے یہ قسم کھائی کہ وہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرینگے۔ اللہ اور صرف اللہ سے انہوں نے امداد چاہی۔ اس رات جبکہ وہ بڑی پریشانی و اضطراب کی حالت میں سوئے تھے، انہوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، فرماتے ہیں "غم نہ کرو، یہ بچی جو پیدا ہوئی ہے بہت بڑی زاہدہ اور عابدہ ہوگی اور میری امت کے ستر ہزار افراد اس کی پوری عزت و تکریم کرینگے۔ صبح اٹھکر حاکم بصرہ کے نام ایک چٹھی لکھو اور کہو کہ تم ہر رات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک سو دفعہ درود پڑھا کرتے تھے اور جمعرات کو چار سو بار۔ مگر اس جمعرات کو تم نے حضورؐ پر درود نہیں پڑھا۔ اس لئے اس کی سزا تمہیں یہ دی جاتی ہے کہ مجھے چار سو دینار بطور تاوان ادا کرو۔"

حضرت رابعہ کے والدین کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا۔ اور وہ بے گھر یتیم ہوگئیں۔ ایک دن بازار میں گھوم رہی تھیں کہ ایک غلام فروخت کرنے والے سوداگر نے انہیں پکڑ لیا۔ اور چھ درہم پر فروخت کر دیا۔ ان کا مالک بہت سخت دل آدمی تھا اور ان سے بڑی سختی سے کام لیا کرتا تھا۔ ایک دن

ایسا ہوا کہ بدکردار شخص نے ان کو نظر بد سے دیکھا، اور اس سے بچنے کے لئے بھاگیں اور سڑک پر گر گئیں جس سے ان کی کوہنی میں سخت چوٹ آئی۔ سڑک پر گری پڑی تھیں کہ انہوں نے بارگاہ قدسی میں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:-

اے اللہ! میں بے ماں باپ اور بے گھر عورت ہوں، میں یتیم بھی ہوں اور لونڈی بھی۔ سڑک پر گرنے سے میری کوہنی بھی زخمی ہو گئی ہے مگر میں اس پر بھی شاکر ہوں مجھے کچھ شکایت نہیں ہے۔ میں صرف تمہیں اے میرے اللہ خوش کرنا چاہتی ہوں۔"

کہتے ہیں کہ اس کے جواب میں انہوں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا:-

"غمگین نہ ہو، قیامت کے دن اللہ سے تم اتنی قریب ہوگی کہ تم پر بڑے بڑے مقربین الہ رشک کرینگے۔"

اس واقعہ کے بعد سے حضرت رابعہ کی حالت بہت بدل گئی۔ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک وہ روزہ سے رہتیں۔ اور اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرتیں۔ جب رات ہوتی تو وہ ساری رات عبادت کرتیں۔ ان کے مالک نے ایک رات انہیں سربسجود پڑے پایا اور ساتھ ہی دیکھا کہ ان کے سر پر ایک ایسا چراغ روشن ہے جس سے سارا گھر بقعہ نور بن رہا ہے۔ اور وہ دعا کر رہی تھیں۔

"اے اللہ تم جانتے ہو کہ میرے دل کی خواہش یہ ہے کہ میں تیری اطاعت کروں اور میری آنکھوں کی روشنی اس چیز سے قائم ہے کہ میں تیری ذات کی خدمت کروں۔ اگر یہ چیز میرے بس میں ہوتی تو میں ایک منٹ بھی عبادت سے غفلت نہ کرتی۔ مگر تم نے مجھے ایک دوسرے شخص کا غلام اور محکوم بنایا ہے۔"

دوسری صبح ان کے مالک نے انہیں آزاد کر دیا۔ اور وہ جنگلوں میں نکل گئیں۔ اور دن رات عبادت میں مصروف رہتیں۔

حضرت رابعہؒ سے بہت سی کرامات منسوب کی جاتی ہیں۔ ایک بار آپ حج کو تشریف لے جا رہی تھیں کہ عین صحرا کے وسط میں آپ کا سامان جس گدھے پر لدا تھا وہ مر گیا۔ آپ کے چند ساتھیوں نے آپ کے سامان کو اٹھا کر چلنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا مگر آپ نے ان کی امداد لینے سے

انکار کر دیا۔ اور فرمایا۔ دور، آپ اپنا رستہ لیجئے۔ میں آپ کی امداد کی محتاج نہیں ہوں۔"
جب آپ کے ساتھی چل دیئے۔ اور آپ اکیلی رہ گئیں تو آپ اللہ کے حضور سربسجود ہو گئیں، اور
یوں عرض کیا کہ:-

"الٰہی کیا بادشاہ کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ ایک مسافر اور کمزور عورت سے یہ برتاؤ
کرے۔ الٰہی تم مجھے اپنے گھر میں بلا رہے ہو۔ مگر رستہ میں تم نے میرے گدھے کا خاتمہ
کر دیا ہے۔ اور مجھے جنگل میں تنہا چھوڑ دیا ہے۔"

حضرت رابعہؓ کی اس استدعا پر گدھا دوبارہ زندہ ہو گیا۔ اور حضرت رابعہؓ سفر پر روانہ
ہو گئیں۔

کہتے ہیں کہ ایک بار اور آپ حج کو جا رہی تھیں کہ کعبہ ان کی پیشوائی کو بڑھا تو آپ نے فرمایا مجھے
تو مکین چاہیئے مکان کو لے کر میں کیا کرونگی؟ اس پر کعبہ میں سے آواز آئی۔ وہ جو میری طرف ایک
قدم چلتا ہے میں اس کی طرف دس قدم چلتا ہوں۔ حضرت رابعہؓ نے جواب دیا، یہ کعبہ جسے
میں دیکھ رہی ہوں مجھ پر کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ تو اس کے حسن کا مجھ پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔"

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم بن ادھم چودہ سال پیدل چلنے اور رستہ کی ہر مسجد میں
دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد مکہ پہنچے اور کعبہ نظر نہ آیا تو آپ نے رنج و افسوس کے عالم میں کہا
"میری آنکھوں کو کیا ہوا کہ مجھے کعبہ دکھائی نہیں دیتا۔" غیب سے ندا آئی۔ "تمہاری آنکھوں کا
کوئی قصور نہیں مگر کعبہ اپنی جگہ سے چلکر ایک عورت کی پیشوائی کو گیا ہے۔" حضرت ابراہیم کو اس پر
بہت رشک ہوا۔ اور فرمایا وہ عورت کون ہے؟ آپ یہ فرما رہے تھے کہ آپ نے حضرت رابعہؓ
کو آتے دیکھا۔ ادھر کعبہ اپنی جگہ پر تھا۔ حضرت ابراہیمؒ نے حضرت رابعہؒ سے پوچھا کہ یہ آپ نے
اس دنیا میں اضطراب اور بےچینی کیوں پھیلا رکھی ہے؟ حضرت رابعہؒ نے جواب دیا۔ میں دنیا
کے اضطراب و بےچینی کا باعث نہیں ہوں بلکہ تم ہو، جس نے چودہ سال سفر پر ضائع کر دیئے۔"
حضرت ابراہیمؒ بولے، مگر میں تو نمازیں میں مصروف تھا، حضرت رابعہؒ نے جواب دیا۔" تم نے یہ مدت
رسمی نمازیں کاٹی اور میں نے ذاتی التجاؤں میں۔"

حضرت رابعہؒ کو قیامت کے دن کا بہت کم ڈر تھا۔ آپ ہمیشہ اللہ کی عنایت و مہربانی پر یقین

رکھتی تھیں۔ آپ کے ملنے والے سفیانؒ، ایک بار رات کے وقت آپ سے ملنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ آپ نماز میں مصروف ہیں اور نماز ہی میں صبح کر دی، تو سفیانؒ نے پوچھا، جبکہ ہم رات بھر اس کی عبادت میں صرف کر چکے ہیں تو اب اس کے احسانوں کا شکریہ کس طرح ادا کرینگے آپ نے جواب دیا کل روزہ رکھ کر"

آپ کے نزدیک نماز، عنایت و توجہ کا ذریعہ نہیں تھی۔ یہ تو اللہ کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں تھیں آپ کی بہت سی باتیں ضبط تحریر میں آچکی ہیں۔ مگر آپ کی یہ دعا بہت مشہور ہے۔

"الٰہی تمہارے تمام احسانوں میں سے سب سے بڑا احسان مجھ پر یہ ہے کہ تم نے میرے دل میں اپنی امید پیدا کر دی ہے۔ اور میری زبان سب سے زیادہ میٹھا سخن جو لاتی ہے وہ تمہاری تعریف ہے اور میرے اوقات میں سے سب سے اچھا وقت وہ ہے جبکہ میں تمہارے حضور میں حاضر ہوتی ہوں۔ الٰہی میں اس دنیا میں تمہاری یاد کے سوا زندہ نہیں رہ سکتی۔ جب اس دنیا میں میری یہ حالت ہے۔ تو آخرت میں تمہارے دیدار کے بغیر میں کیسے گزر کر سکونگی؟ الٰہی تم سے صرف میرا یہ شکوہ ہے کہ میں اس دنیا میں مسافر ہوں اور تیری عبادت کرنے والوں میں تنہا ہوں۔"

کسی نے ایک چور کی دلچسپ کہانی بیان کی ہے۔ جس نے حضرت رابعہؒ کا نقاب چرانے کی کوشش کی۔ چور گھر میں داخل ہوا۔ نقاب اٹھایا اور دروازہ کی طرف بڑھا مگر چاروں طرف تلاش کے باوجود اسے کوئی دروازہ نظر نہیں آیا۔ یہ دیکھ کر اس نے نقاب کو وہیں رکھ دیا اور دروازہ معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اسے دروازہ مل گیا۔ اب وہ پھر نقاب اٹھانے گیا۔ لیکن پھر اسے دروازہ دکھائی نہ دیا۔ کہتے ہیں چور نے سات دفعہ یہی حرکت کی۔ ہر دفعہ دروازہ بند پایا اسے حیرت تھی کہ یہ قصہ کیا ہے کہ اسے غیب سے آواز آئی:۔

"اے انسان بے فائدہ تکلیف نہ اٹھاؤ۔ یہ خاتون جبکہ سالہا سال سے خود کو ہمارے سپرد کر چکی ہے اور شیطان کو اس پر تسلط حاصل نہیں ہوا، اسے اس کے بگاڑنے کا موقعہ نہیں ملا۔ تو تم ایک چور اسے کیا نقصان پہنچا سکتے ہو۔ یاد رکھو، ایک ساتھی

سو رہا ہے تو دوسرا جاگتا ہے اور پہرہ دیتا ہے۔"

المنوی اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ بالکل سچا اور ممکن الوقوع واقعہ ہی خود، خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے:۔ "اللہ کے بندے کے آگے پیچھے فرشتے ہوں گے"

حضرت رابعہ بصریؒ کو بہت سے لوگوں نے نکاح کا پیغام دیا۔ پیغام دینے والوں میں بڑے بڑے علماء، زہاد، اور مشہور اولیاء اللہ تھے۔ مگر آپ نے تجرد کی زندگی کو ترجیح دی رہتے کہ حاکم بصرہ محمد الہاشمی نے بھی نکاح کی درخواست کی۔ مگر حضرت رابعہؒ کی رائے نہ بدلی۔ اس نے ایک لاکھ دینار بطور مہر پیش کیا۔ اور دس ہزار دینار ماہوار تنخواہ ان کے سپرد کرنے کا اقرار کیا۔ مگر آپ نے جواب دیا کہ میرے لئے اس بات میں قطعاً کوئی خوشی نہیں ہے کہ تم میری غلامی اختیار کرلو۔ اور تمہاری تمام املاک میرے قبضہ میں آجائیں کہ میں ایک لمحہ اللہ کی یاد سے غافل نہیں رہنا چاہتی۔"

آپ اللہ کی طرف اس درجہ متوجہ رہتیں کہ آپ کو اپنی جسمانی تکالیف اور بیماریاں یاد نہ رہتیں آپ کی زندگی میں ایسے بہت سے واقعات پیش آئے جن سے آپ کی سادگی۔ پاکیزگی اور اللہ کی مکمل اطاعت کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک بار مالک دینار کو آپ کی حالت دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ آپ ایک پرانی اور خستہ چارپائی پر لیٹی تھیں۔ سر کے نیچے اینٹ تکیہ کا کام دے رہی تھی آپ ایک ٹوٹے ہوئے پیالہ سے پانی پی رہی تھیں۔ مالک دینار کے بہت سے امیر دوست تھے انہوں نے حضرت رابعہؒ کے لئے ان سے امداد چاہی۔ اس پر آپ نے فرمایا:۔

"مالک تم سے ایک بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ کیا مجھے اور ان کو ایک ہی ذات کھانے کو نہیں دیتی؟"

مالک نے جواب دیا۔ "کیوں نہیں" آپ نے فرمایا۔

کیا اللہ تعالٰے غریبوں کو ان کی غربت کی وجہ سے فراموش کر دیتا ہے اور امیروں کو ان کی امارت کی وجہ سے یاد رکھتا ہے؟"

مالک بولے "نہیں"۔ آپ نے فرمایا "پھر جب اللہ کو میری حالت کا علم ہے تو مجھے اسے یاد دلانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کی خوشی ہماری خوشی ہے۔"

حضرت رابعہؓ نے نوے ۹۰ سال کی عمر پائی - زیادتی عمر کے باوجود آپ کا دماغ حاضر رہا اور آپ اپنے روحانی معتقدین کی رہنمائی اور نگرانی فرماتی رہیں - موت کے وقت آپ کے چاروں طرف بہت سے متقی اور پرہیزگار حضرات جمع تھے - آپ نے ان سب سے درخواست کی کہ وہ چند منٹ کے لئے انہیں تنہا چھوڑ دیں - جب یہ لوگ ہٹ گئے تو آواز آئی -

" یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی "

(ترجمہ) اے نفس مطمئنہ رجوع کر اپنے رب کی طرف خوشی خوشی - پس میرے بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں داخل ہو جا -

" آواز فضا میں گم نہیں ہونے پائی تھی کہ آپ نے جان دے دی - رحمۃ اللہ علیہا -

---

فلسطین پر ایک نظر

(از محترمہ بیگم صاحبہ امیر امیرالدین صاحب)

مجھے مشرق اور مغرب کے بہت سے مقامات دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے مگر ان تمام مقامات نے میری توجہ کو اپنی طرف اتنا زیادہ مبذول نہیں کیا جتنا کہ فلسطین نے۔ فلسطین خوابوں کی دنیا ہے اور ایسے خوابوں کی جو شرمندۂ تعبیر ہوتے ہیں۔ یوں رقبہ کے اعتبار سے فلسطین کوئی بڑا ملک نہیں ہے غالباً یہ صوبہ مدراس کے ایک ضلع "چنگل پٹ" کے برابر ہوگا۔ مگر اس ملک کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ یہ تین مذاہب کے ماننے والوں، عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں کے نزدیک یکساں متبرک ہے۔ یورپ میں فلسطین کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ یہ صرف عیسائیوں اور یہودیوں کا مقدس مقام ہے۔ مگر ان میں سے یہ حقیقت بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ بیت المقدس مسلمانوں کے نزدیک ان سے کچھ کم مقدس نہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک تو بیت المقدس کا نام ہی متبرک ہے۔ عربی میں بیت المقدس کے معنے مقدس شہر کے ہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک فلسطین کیوں مقدس ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیت المقدس کو مسلمانوں کا قبلہ اول ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قرآن حکیم میں اس کا ذکر آیا ہے۔ حضرت عمرؓ کی مشہور مسجد جسے قبۃ الصخرہ کہنا زیادہ صحیح ہے، بھی یہیں ہے۔ یہ نام اسے اس مبارک ٹکڑے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے جس کے متعلق مسلمانوں کا خیال ہے کہ یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم براق کے ذریعہ آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے۔ مکہ اور مدینہ کے بعد مسلمانوں کے نزدیک یہ چٹان بہت زیادہ مقدس یادگار ہے

فلسطین کے حضرت مفتی اعظم نے از کمال مہربانی ہمیں حرم شریف کی سیر کرائی۔ مسجد عمر جو اس کے وسط میں واقع ہے، دور سے بہت ہی باعظمت معلوم ہوتی ہے۔ جس وقت ہم لوگوں نے یہ مقام دیکھا اس وقت سورج بڑی دلفریبی کے ساتھ چٹان کے اوپر اپنی شعاعیں پھینک رہا تھا۔ سورج کی روشنی میں آس پاس کے نیلے رنگ کے مقبرے کچھ عجیب قسم کے مہیب معلوم ہو رہے تھے۔ قبہ چار مضبوط ستونوں پر کھڑا ہے۔ ان ستونوں کے ساتھ ساتھ اندر کی طرف

رومی اور بازنطینی طرز تعمیر کے ۱۲ اور ستون بنے ہیں۔ اس کا قطر ۶۵ فٹ ہے اور اس میں جا بجا سبز اور سنہرے رنگ کی پچہ کاری کی گئی ہے۔ یہاں ہر جگہ خوبصورتی ہی خوبصورتی نظر آئی۔ ہماری آنکھیں عالم حیرت میں ایک حسین چیز سے دوسری حسین چیز پر پڑتی رہیں۔ کبھی وہ خوبصورت کھڑکیوں پر پڑتیں جن میں بیلدار شیشے اور چینی لگی ہوئی تھی۔ ان سے ہٹتیں تو منبر کی زیب و زینت اور حسن و جمال پر پڑتیں۔ وہاں سے شاندار محرابوں پر آکر رک جاتیں۔ پھر وہاں سے اٹھتیں تو شاندار محرابوں اور جنوبی حصہ کے مصلوں پر جہاں سنگ موسیٰ کے ٹکڑے لگے تھے آکر رک جاتیں۔ قبۃ الصخرہ سے ہم مسجد اقصےٰ کی طرف آئے۔ مسجد اقصےٰ کا بیرونی منظر بہت ہی شاندار ہے۔ اس کے بیرونی ہال میں گوتھ طرز تعمیر کے مختلف ستون بنے ہیں۔ پچھلے تین سال تک مسجد کے ترچھے بازو کو اطالوی نقش و نگار نے بدصورت بنا دیا تھا۔ مگر مفتی اعظم حضرت امین الحسینی کے دور میں یہ نقش و نگار دُور کر دیئے گئے۔ اور ان کی جگہ خوبصورت بیل بوٹے بنا دیئے گئے۔ جنوبی حصہ کے محراب پر بھی خوبصورت نقش و نگار بنے ہیں۔ اور محراب کے داہنی طرف میں نے ایک ممبر دیکھا۔ جو سنگ مرمر سے بنا تھا۔ یہ منبر نقش و نگار اور بناوٹ کے اعتبار سے بہت خوبصورت تھا۔ گو اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ تیرھویں صدی عیسوی کے معمار کا بنایا ہوا ہے۔ اس مقدس مقام کی زیارت جو اعلیٰ درجہ کے ماحول میں واقع ہے ایک مسلمان کے جذبات و احساسات کو بہت اونچا لیجاتی ہے اور اس کے دل میں اسلام کی عظمت بٹھا دیتی ہے۔ حرم شریف سے روانہ ہونے سے پہلے ہم لوگوں نے حضرت مولانا محمد علی مرحوم ہندوستان کے ایک قابل فخر سپوت کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔

حرم شریف سے ایک سو قدم چلنے اور ایک تنگ راستہ پر مڑنے کے بعد ہم لوگ یہودیوں کی مشہور دیوار گریا پر پہنچے۔ یہ دیوار بہت مضبوط اور چوڑی ہے۔ یہ ۵۲ فٹ لمبی اور ۵۹ فٹ اونچی ہے۔ یہ ساری دیوار بڑے بڑے پتھروں کی سلوں سے بنائی گئی ہے۔ ان پتھروں کے متعلق یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اصلی معبد سے لئے گئے ہیں۔ یہ لوگ یہاں ہر جمعہ کو جمع ہوتے ہیں اور اس دیوار کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ المیہ گیت گا کر پوری قوم کے زوال پر نوحہ کرتے ہیں۔ میں نے یہاں عورتوں، مردوں، بوڑھوں اور جوانوں کا ایک بڑا اجتماع دیکھا۔ یہ سب کتاب مقدس ہاتھ میں لئے اس دیوار کے سامنے کھڑے تھے مگر دعا کرنے کے بجائے سب

رونے میں مصروف تھے ۔ کچھ لوگ رو رہے تھے ۔ کچھ سینہ کوبی کر رہے تھے ۔ کچھ دانت پیس رہے تھے ۔ اور کچھ اپنے بال نوچ رہے تھے ۔ یہ عبادت کا عجیب اور نرالا طریق ہے ۔ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ جس قدر زیادہ روئیں گے اسی قدر جلدی ان کی عظمت رفتہ ان کو واپس مل جائے گی یہ حرم شریف جسے مسلمان کے نزدیک بہت زیادہ تقدس حاصل ہے ۔ اس کے متعلق ، فلسطین کو یہودی نوآبادی بنانے والے یہ دعوے کر رہے ہیں کہ یہ جگہ وہ ہے جہاں حضرت سلیمان کا معبد تھا ۔ اور یہ لوگ دیوار گریہ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں کہ یہ اسلامی معبد ان کا بن جائے اور یہ ایک ایسا جذبہ ہے جسے مسلمان بہت زیادہ برا سمجھتے ہیں ۔ یہی وہ دیوار گریہ ہے جس کے قریب سنہ ۱۹۲۹ء کا شدید ہنگامہ اور اسی قسم کے دوسرے ناخوشگوار واقعات رونما ہوئے

اس کے بعد ہم نے حضرت مسیح علیہ السلام کا مزار مقدس دیکھا ۔ ایک قصہ مشہور ہے کہ شہنشاہ بیگم ہلینہ حضرت مسیح کے مزار مقدس کی تلاش میں آئی ۔ اور شہنشاہ کونسٹانٹائن سے اصرار کیا کہ وہ اس تاریخی مقام پر ایک شاندار عمارت بنوا دے ۔ تاکہ یہ ممتاز ہو سکے ۔ کلیسا کی عمارت بہت وسیع ہے جس میں بہت سے چھوٹے چھوٹے جداگانہ گرجے ، لاطینیوں ، یونانیوں ، آرمینیوں اور قبطیوں کی عبادت کے لئے بنے ہیں ۔ کیونکہ یہ ایک ساتھ عبادت نہیں کر سکتے ۔ ان عیسائی فرقوں میں ایک دوسرے سے اس درجہ شدید اختلاف ہے کہ عیسائیت کے اس مرکزی گرجا کا محافظ بڑی مدت سے مسلمان مقرر ہوتا چلا آرہا ہے ۔ کلیسا کو جو سڑک آتی ہے اس سڑک پر وہ پگڈنڈی بھی واقع ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس پر سے حضرت عیسیٰؑ صلیب کو اٹھائے ہوئے گزرے تھے ۔ اس راستہ پر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر چھوٹی چھوٹی بے شمار دکانیں لگی ہیں ۔ جن میں عیسائی زائرین کے لئے سوغات کے طور پر ساتھ لے جانے کے لئے صلیبیں اور زیتون کی لکڑی کی بنی ہوئی تسبیحاں بیچی جاتی ہیں ۔ آپ جونہی اس کلیسا میں داخل ہوں گے آپ کی نظریں اس پتھر کی طرف ضرور اٹھ جائیں گی جس کے متعلق عیسائی روایات کی رو سے کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی لاش اس پر لٹائی گئی تھی ۔ اور دفن سے پہلے اس پر یوسف نے تیل ملا تھا ۔

آرمینین ، لاطینی ، یونانی اور قبطی ، باری باری ، یہاں ہر وقت چراغ روشن رکھتے ہیں

جن کی وجہ سے یہاں مدھم سی روشنی ہو جاتی ہے۔ مزار مقدس کا کلیسا وسط میں واقع ہے ایک ۲۱ مربع فٹ کے کمرے میں یہ مزار بنایا گیا ہے۔ مزار پتھر کا بنا ہے اور اس کی لمبائی اور چوڑائی علی الترتیب ۷ اور ۵ فٹ ہے۔ جس وقت میں کلیسا کی زیارت کے لئے آئی تو اس وقت یہاں آرمینی خدمت انجام دے رہے تھے۔ یہاں پہنچکر مجھے کچھ ایسا محسوس ہوا کہ ہر طرف فضا میں شور و غل بپا ہے حالانکہ اس کے برعکس اسلامی مساجد میں مکمل خاموشی پائی جاتی ہے۔ مجھے یہاں بے شمار قیمتی جواہرات دیکھ کر بھی تعجب ہوا۔ یہ جواہرات وقتاً فوقتاً مختلف بادشاہوں اور دوسرے عقیدتمندوں کی طرف سے مزار پر بطور نذرانہ چڑھائے گئے ہیں۔

جو شخص بھی فلسطین کی سیاحت کرے گا وہ اپنے سفر نامہ میں دنیا کے یگانہ سمندر بحر مارمورا کا جو عام سطح سمندر سے ۱۶۰۰ فٹ نیچے ہے، ذکر کئے بغیر نہیں رہے گا۔ وہ ملک جو اس سمندر کے ارد گرد واقع ہے وہ زیادہ تر صحرا ہے۔ اسے صوبہ مدراس کے ریڈ اضلاع سے مشابہت دی جا سکتی ہے۔ ہم اس میں سے گزر رہے تھے کہ ہم نے فضا میں غبار سے پھیلے دیکھے زمین تقریباً سفید معلوم ہوتی۔ یہانتک کہ ہم سبزی مائل نیلے پانی کے وسیع ذخیرہ تک پہنچ گئے۔ راہبر نے ہمیں بتایا کہ اس کا نام بحر لیط ہے۔ اس نے اس کے متعلق یہ کہانی بھی بیان کی کہ جب سودام اور گومیر یا خدا کو بھول گئے تو انہیں سزا کے طور پر تباہ کر دیا گیا۔ اور ان غرق شدہ شہروں پر پانی ہی پانی پھیل گیا۔ پانی کے اس وسیع و عریض ذخیرہ کو بحر مارمورا اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں نہ تو کوئی مچھلی زندہ رہ سکتی ہے اور نہ ہی کوئی پودہ اگ سکتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں پوٹاشیم میگنزیم کلورائڈ اور اسی قسم کے دوسرے نمک کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود اس کا پانی اتنا صاف ہے کہ سطح آب سے لے کر تہہ تک ہر چیز نظر آتی ہے۔ پانی نمک کی کثرت سے اس درجہ گہرا ہے کہ کوئی شخص اس میں ڈوب نہیں سکتا۔ سائنس کا نظریہ یہ ہے کہ انتہائی دوپہر کے وقت سورج کی گرمی سے سیال مادہ بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے اور باقی جو بچتا ہے اس میں ۲۷ فیصدی نمک ہوتا ہے۔ "انگلش جیوش کمپنی" اس نظریہ کو صنعتی مقاصد کے لئے بروئے کار لا رہی ہے۔ اور اس نے ساحل پر پوٹیشن بنانے کا ایک بہت بڑا کارخانہ قائم کر رکھا ہے۔

سنہری رنگ کے سنگتروں کے باغوں اور ایسی سڑکوں سے ہوتے ہوتے جن پر قطار

اندر قطار اونٹ بلبلا رہے ہوں، تل ابیب کی سیر کچھ کم دلچسپ نہیں۔ تل ابیب
بیت المقدس سے ۵ میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب واقع ہے۔ ابتدا میں اس کی کوئی
حیثیت نہ تھی مگر اب چونکہ یہ یہودیوں کا بہت بڑا مرکز بن گیا ہے اس لئے اسے بہت اہمیت
حاصل ہوگئی ہے۔ اس کے مکانات مغربی طرز کے ہیں۔ اور ان میں رہنے والوں کی طرز رہائش
اور بود و باش بھی مغربی ہے۔ چونکہ ارض فلسطین کو وطن یہود بنانے والے یہودی صاحب دولت
و ثروت ہیں اس لئے غریب اور مفلس عربوں سے ان کی غربت و افلاس کی بنا پر زمین خرید تے
رہے ہیں۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں فلسطین کی آبادی تقریباً دس لاکھ تھی۔ مگر اب ہجرت یہود کی وجہ سے
بہت بڑھ گئی ہے۔ یہودی فلسطین کو اپنا وطن سمجھتے ہیں۔ بلاشبہ ان کے آباؤ اجداد تین ہزار
سال پہلے یہاں آکر آباد ہوئے۔ مگر اس ملک میں وہ ۵۰۰ سال سے زیادہ خود مختار نہیں رہے
حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں بیت المقدس فتح کیا گیا۔ اور ۵۰۰ سال سے کم مدت کے اندر
اندر ان کی نسل کا بہت سا حصہ اسے چھوڑ کر کہیں اور جا بسا۔

فلسطین، پہاڑی اور صحرائی ملک ہے۔ جرجان اس کا بہت اہم دریا ہے۔ یہ دریا ایک بہت
ہی پست وادی کے اندر بہتا ہے۔ اس لئے اس سے آبپاشی کا فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔
لیکن اس کے باوجود یہ ملک کاشت کے لئے بہت موزوں ہے۔ اور یہودیوں نے تو اس کی
زرخیزی سے فائدہ اٹھانے کی مہم شروع کر دی ہے۔

یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینا بہت ضروری ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو فلسطین کے نشوونما کے
ذرائع خواہ کتنے ہی سائنٹفک کیوں نہ ہو جائیں۔ اس میں بیس لاکھ اشخاص سے زیادہ کے
رہنے کے لئے گنجائش نہیں اور اسے کسی طرح بھی بیس لاکھ سے زیادہ یہودیوں کا وطن نہیں
بنایا جا سکتا۔ یہودیوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اللہ کی اس وسیع زمین کے کسی اور ایسے
مناسب گوشہ کو رہنے کے لئے انتخاب کریں جو قدرتی صلاحیتوں کے اعتبار سے
مفلس عربوں کے اس بے رنگ و بو وطن سے بہتر ہو۔

مکتوبات ووکنگ

بگرامیخدمت مسٹر آفتاب الدین احمد امام مسجد شاہجہاں ووکنگ ۔ سرے ۔ انگلینڈ

جناب والا۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ ۔ آپ کے نوازشنامہ اور ان معلومات کا شکریہ جو آپ نے مجھے چاند تارا کے متعلق بہم پہنچائیں ۔ اسلام کے امتیازی نشان کے طور پر چاند اور تارا کے استعمال پر میں بہت کافی تحقیقات کرتا رہا ہوں ۔ پہلی وجہ یہ ہوئی کہ مجھ سے ان کے استعمال کے متعلق بہت سے سوالات کئے گئے ۔ اور دوسری وجہ یہ ہوئی کہ میں حال ہی میں ایتھر ہارڈنگ ایم ڈی (لنڈن) کی کتاب مسٹریز آف ویمن لنشنٹ اینڈ ماڈرن پڑھ رہا تھا۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ چاند پہلے بھی مذہبی نشان تھا۔ اسی وجہ سے بعد میں مسلمانوں نے اسے اپنا لیا۔ یہ دعوے مضحکہ خیز ہے ۔ میں اس مسئلہ پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد مصنف سے اظہار خیال کروں گا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ چاند ایک مذہبی نشان ہے ۔ مگر مصنف اس سلسلہ میں غلطی پر ہے کہ مسلمانوں نے اس وجہ سے اسے اپنا امتیازی نشان قرار دیا ۔ حتیٰ کہ عیسائیوں کی صلیب ایک مذہبی امتیازی نشان ہے مگر ہم جانتے ہیں کہ مذہبی امتیازی نشان ہونے کے باعث عیسائیوں نے اسے نہیں اپنایا ۔ بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہے ۔ قدیم مصری ، صلیب کی طرح چاند کو بھی اپنے مذہبی نشان کے طور پر استعمال کرتے رہے مگر یہ کہنا کہ اس زمانہ اور اس زمانہ کا ایک ہی مقصد ہے ۔ یہ ایک سمجھدار آدمی کے لئے قابل شرم چیز ہے ۔

ممالک متحدہ میں اسلامی عروج کے متعلق میں افسوس سے یہ کہوں گا کہ یہ ابھی ابتدائی مراحل میں ہے ۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں نہ کوئی مسجد ہے نہ مشنری اور نہ ہی کوئی تبلیغی سرگرمی ہی نظر آتی ہے ۔

یہاں جو بھی غیر ملکی مسلمان آتا ہے اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ روپیہ پیدا کرے ان کی اخلاقی یا مالی مدد حاصل کرنا ناممکنات میں سے ہے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں کو

اسلام کی ترقی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ باقی رہے امریکن نومسلم، تو ان کی تعداد اتنی کم ہے کہ اس سے کچھ زیادہ ترقی کی امید نہیں کی جاسکتی۔

یہاں لاس اینجلز میں ہماری حالت کچھ اور ہی ہے۔ ہم شاہزادوں، شاہوں، اور نجومیوں کے ہاتھوں بہت تنگ ہیں۔ ان میں سے اکثر مسلمان ہیں۔ اور یہ سب اسلامی ممالک کے باشندے ہیں۔ حال ہی میں میری ملاقات ایران کے ایک شہزادہ شاہ بابر سے ہوئی۔ اسے میرے یہاں کے اسلامی شغل کے متعلق معلوم ہوا تو اس نے مجھے ٹیلیفون کیا۔ میں اس سے ملنے کے لئے گیا۔ یہ شخص ایک نجومی ہے۔ اور اس نے مجھ سے خواہش کی کہ میں اور وہ دونوں مل کر اسلامی مشن قائم کریں۔ اور شرط کی کہ اس سے جو آمدنی ہوگی اس کی ایک تہائی اسے ملنی چاہیے۔ مگر میں نے اسلام سے متعلق اس سے جو چند سوالات کئے تو وہ ان میں سے ایک کا بھی جواب نہ دے سکا۔ اس نے آج تک کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک تک کا مطالعہ نہیں کیا۔ اور قرآن کریم کے متعلق بھی اس کی معلوم صفر تھیں۔ یہ کتنا غیر ضروری ہے کہ میں نے اس کی تجویز کو ٹھکرا دیا۔ میں اسلام کا کام اس لئے نہیں کر رہا کہ اس کی بدولت روپیہ پیدا کروں۔ اور سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ میں فرضی شہزادوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار نہیں ہوں۔

یہ ہے ـــــ ممالک متحدہ امریکہ میں اسلام کی افسوسناک حالت۔ مجھے مسرت ہوگی، اگر آپ مجھے آئندہ بھی خط لکھیں گے۔ میں آپ کے پُر از معلومات خط کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں ہوں آپ کا خادم

ہنری، ری، سنکیلے

ویسٹ، ایس، جان این بالی۔ کینیڈا

اعلان

حسبِ معمول ماہِ رمضان کی وجہ سے رسالہ اشاعت اِسلام کا نومبر دسمبر نمبر ڈبل شایع ہوگا۔

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور - ماہ جولائی ۱۹۳۸ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۱	۳۹۰	جناب ایس بی زمان سکوائر			۱۰
۴	۳۹۶	″ کے بی احمد صاحب			۲۰
″	۳۹۷	″ احمد اللہ خان صاحب			۱۵
″	۳۹۸	″ خانبہادر شیخ منہاج الدین صاحب			۱۰
″	۳۹۹	″ ڈاکٹر محمد مہتاب الدین صاحب			۵
″	۴۰۱	″ محمد فرید الدین صاحب			۵
۵	۴۰۳	″ خانبہادر محمد علی صاحب			۱۰
″	۴۰۵	″ اے آر خان صاحب			۲
۶	۴۲۲	″ ڈاکٹر عثمان صاحب			۱۰
″	۴۲۳	″ کرم الٰہی صاحب قریشی			۵
۷	۴۲۸	″ نواب غلام احمد صاحب کلامی ۱۰ روپے وصول ۵ روپے برائے مفت تقسیم کتب مبلغ ۵ روپے برائے مشن			۱۰
″	۴۲۹	ایس ایم حسین خان صاحب			۱۰
۸	۴۴۳	واپسی پیشگی از بل نمبر ۲۴ - اندراج سابقہ		۴	۲۱۳
″	۴۴۴	ہز ہائینس نواب صاحب بہادر پالنپور		۸	۴۹
″	۴۴۵	جناب عبدالحق صاحب			۱۵
″	۴۴۶	″ کے سعید الدین احمد صاحب			۱۲
″	۴۴۷	″ محمد ایوب صاحب			۱۰
″	۴۴۸	″ وراج الدین احمد صاحب			۱۰
″	۴۶۴	″ لطف الرحمن خان صاحب		۴	۱۰
۹	۴۶۵	″ کے بی جی آر اے قریشی			۵
″	۴۸۱	″ محبوب خان صاحب			۳
۱۱	۴۸۴	″ کشفی شاہ صاحب نظامی			۲۵
″	۴۸۵	″ ایم عبدالکریم صاحب			۲۰
″	۴۸۶	″ اے ایم سیال			۵

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۱	۴۸۷	جناب علی احمد خان صاحب واشمن			۵
″	۴۸۸	″ محمد انوار الحق صاحب			۳
″	۴۸۹	″ کے ایچ منیار			۲
۱۵	۵۳۹	″ ڈاکٹر محمد ادریس ملک			۵
۱۶	۵۵۲	″ ڈاکٹر علی عطائی صاحب			۱۰
۱۸	۵۵۳	″ بی محمد صاحب			۵
″	۵۵۴	″ شیخ چاند علی صاحب			۵
۲۰	۵۶۸	منافع از سرمایہ محفوظ		۴	۲۴۹
۲۱	۵۷۷	جناب ایم اے باقر صاحب			۱۵
۲۲	۵۷۹	عبدالکریم صاحب			۵
۲۵	۵۹۰	کیپٹن ایس - ایم خورشید صاحب			۲۵
″	۵۹۱	ایم فتح الدین صاحب			۱۰
″	۵۹۲	″ مولوی عبدالکریم صاحب			۱۰
″	۵۹۳	″ ڈاکٹر محمد یعقوب علی خان صاحب			۵
۲۶	۵۹۹	″ احمد ابراہیم صاحب			۱۰
″	۶۰۱	″ روحان الدین صاحب			۵
″	۶۰۲	″ ڈاکٹر برکت علی صاحب			۵
″	۶۰۳	الکھف اینڈ کو			۱۰
۲۷	۶۰۴	″ مشرف علی صاحب			۱۰
۲۸	۶۰۸	″ حکیم گل محمد صاحب			۳
۳۰	۶۱۰	″ منظور احمد			۲
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو جولائی ۳۸ء		۶	۶۶۱
		″ اشاعت اسلام		۱۲	۶۲
		″ ووکنگ گزٹ			۹
		″ کتب	۳	۱۵	۲۳۳
		میزان	۳	۵	۱۸۵۷

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور - جولائی سنہ ۱۹۳۸ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۸	۲۰	امپیرسٹ بل بہ تفصیل ذیل محصول ڈاک از نمبر ۱۴ تا ۱۵ مالیہ خرید کتب برائے فروخت سٹیشنری سیاہی لفافے موسمی خرچ و بجلی کا بل ٹائپ کرائی مضمون ایم پیپر برائے گزٹ ترجمہ متفرق	۳	۱	۱۹۷
″	۲۱	پیشگی برائے سفر خرچ مشنری مسجد ووکنگ			۴۱۲
″	۲۲	″ ″ ″			۳۰۰
″	۲۳	″ ″ ″			۲۱۰
″	۲۴	واپسی پیشگی		۴	۲۱۳
″	۲۵	کرایہ دفتر و بلڈنگ بابت ماہ مئی ۳۸ء			۶۵
″	۲۶	سیکرٹری صاحب اپریل و مئی			۶۰
″	۲۷	کرایہ گودام ماہ اپریل و مئی ۳۸ء			۲۰
″	۲۸	امپیرسٹ بل بہ تفصیل ۲۰۶-۷			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
	۲۸	ٹائپ کرائی مضامین سادہ منی آرڈر فارم وغیرہ کتابت اشاعت اسلام علی الحساب ترجمہ اشاعت اسلام تار ایم آرٹ پیپر برائے اشاعت اسلام خرید کتب برائے فروخت سٹیشنری متفرق		۵	۲۹۴
	۲۹	تنخواہ عملہ ماہ جون ۳۸ء			۲۶۶
	۳۰	میسرز معراج الدین علی الحساب جلد سازی اسلامک ریویو و اشاعت اسلام			
	۳۱	سفر خرچ برائے مشنری ووکنگ از لاہور تا بمبئی		۷	۴۵
	۳۲	خرچ پارچات مشنری برائے ووکنگ مسجد	۶	۳	۷۵
		میزان	۹	۶	۲۱۵۸

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک رواداراانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قایم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ (۹) اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں۔ اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے (۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریکِ خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲/- ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳/- ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴/- ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا ہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زرِ کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیتِ کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کارِ خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عیدِ قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعتِ اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ۔ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے سر انجام ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آئندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لندن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹراتِ آمد میں چڑھ کر۔ ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں۔ (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے۔ (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔
Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.
(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں۔

Nomber 1938 4 Regd L. No 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا ۔ لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عیؔ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلیٔ
درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام ۔ عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور ۔ پنجاب ۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اللّٰہ اکبر — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان — مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے۔ (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے۔ (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے۔ جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماع میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے۔

"Having been brought up from childhood to manhood in Christianity, and being familiar with all the elements of that religion, I feel convinced that in Islam there are all important points which indicate that Christianity remains incomplete. I became fully convinced when day after day I watched Muslims at Prayer, and observed the cleanly way in which they confront their Maker. I became attracted and kept reading books which I obtained from the Woking Muslim Mission, and which finally have brought about my conversion to the faith of the last Holy Prophet Muhammad."

Ash-hado an là ilàha ila 'l-Lah Muhammada'r-Rasúla'l-Làh.

I will, as opportunity offers itself, contribute my own quota in that wonderful "ISLAMIC REVIEW" of yours which is working such wonders for Allah. It really is a very useful monthly paper for all to read and be enlightened by. I do most cordially congratulate you. May the Review ever continue to propagate the Truth of God to His Creatures on Earth.

MOHAMMAD MUSTAPHA COLLEY,
Bathurst. Gambia.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۴ | بابت ماہ نومبر ۱۹۳۸ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ | نمبر ۱۱

...زیر اہتمام ... روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپ کر عزیز منزل ۱۰ برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ نومبر ۳۸ء

شذرات

رسالہ ہٰذا کو مسٹر محمد مصطفےٰ اکولی کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔ صاحب موصوف نے عیسائی گھرانے میں پرورش پائی ہے۔ آپ اکثر اسلامیات کے مطالعہ میں اپنا وقت صرف کیا کرتے تھے۔ مرورِ زمانہ سے آپ کی طبیعت میں اسلام کی حقانیت کا بیج بویا گیا۔ اور آپ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

گزارش

رسالہ ہٰذا کے اکتوبر نمبر میں "اعلان" کے عنوان سے ہم نے قارئین کرام کو مطلع کیا تھا کہ رسالہ اشاعت اسلام کا آئندہ نمبر ڈبل ہوگا۔ یعنی نومبر اور دسمبر کے نمبر یکجا شائع ہوں گے۔ بعض وجوہ کی بنا پر ہم ایسا کرنے سے قاصر رہے۔ لہٰذا نومبر ۱۹۳۸ء کا واحد نمبر ہی ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے دسمبر کا پرچہ حسب معمول شائع ہوگا۔

آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم

مسٹر حامد رضا صاحب بی اے (علیگ)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو جلد ۲۴ نمبر ۱۰)

مسٹر میک لیک کی رائے یہ ہے کہ "جدید مسلک تشکیک کی یہ حیرت انگیز کامیابی جسے جدید غیر مسیحی یا غیر مذہبی مسلک انسانیت کہنا چاہیئے۔ یورپ کے ہر ملک میں دہرائی گئی۔ اس غیر مسیحی مسلک کا باعث، مذہب اسلام ہے، جس کی بدولت، ادبیات جدیدہ میں مسلک انسانیت کا پس منظر قائم ہوا۔ مارلو۔ والٹر ریلے اور ملٹن یہ سب مسلک عقلیت کے پیرو تھے۔ ملٹن کے عقیدہ مخلوقیت ابن اللہ اور تعدد ازدواج کو کلیسائی مذہب کے خلاف قرار دیا گیا۔ امریکہ کے معیاری شعراء بھی اسی جدید انقلابی فکر کے حامی نظر آتے ہیں۔ ہاتھورن، ایمرسن، لانگ فیلو، وہٹیر اور ہومز، یہ سب موحد عیسائی تھے۔ مسیحی توحید دوسرے لفظوں میں مسیح کی الوہیت کا انکار اور اس کی انسانیت کا اعتراف اور آنحضرت صلعم کی تعلیمات سے اس مسلک کو موجودہ زمانہ میں مزید تقویت حاصل ہوئی ہے۔ ان شعراء کو مسیحیت میں کوئی روحانیت نظر نہیں آئی۔ چنانچہ ایمرسن لکھتا ہے کہ مسیحیت تو علم الاصنام ہو کر رہ گئی ہے جس طرح اس کے ظہور سے قبل یونان اور مصر کی شاعری تھی۔ رسل لویل، ایلن پو۔ لی لینٹ برئیٹ ہارٹ، وہائٹ مین، یہ سب عقلیت کے پیرو تھے۔ انگلینڈ اور خصوصاً یورپ میں، شاعروں کی حقیر اقلیت بے شک مسیحی تھی۔ لیکن امریکہ میں کوئی مسیحی نہ تھا۔" انیسویں صدی کا لٹریچر ہمارے دعوے کا مؤید ہے کہ اس کے غیر رہبانی رجحانات خالص اسلام کی پیداوار ہیں۔ میٹرلنک، اناپاسینٹ مورو، وکٹر ہیوگو، فرانس میں، فشر، گرلپارزر، نیٹشے، رکٹر، ہین، گوئٹے، شلر، فختے کینٹ، اور سپینگلر، جرمنی میں، ای ڈی ایمس، بوئیٹو، پسکولی، ڈی کونٹل، اور ریپی سارڈی، اطالیہ میں، بیگیسین کاونٹ گلنبورگ، ابسن، کیگرین، اور سٹرنڈبرگ شمالی یورپ میں، ان سب لوگوں نے باقاعدہ اس زہد اور رہبانیت کے خلاف لکھا ہے جس نے صدیوں تک کلیسا کی تاریخ کو متاثر کیا ہے۔ ڈارون، ہکسلے، ہیکل، فرائڈ، میک ڈوگل، مارکس، برگساں

انگرسال ، جیمس ، ہافڈنگ ، لیکی ، شا ، ویلز ، بریڈلے ، الگزینڈر ، ایڈنگٹن ، جیمس جینز آرتھر کیتھ اور دیگر متعدد علماء نے جو فلسفہ جدید کے علمبردار ہیں ، اس مسلک کی تدوین کے لئے جدوجہد کی ہے جو رہبانیت کے سراسر خلاف ہے۔ اور رہبانیت کے خلاف جو کوشش انہوں نے کی ہے ، یقیناً اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر کی ہے ۔ حتیٰ کہ لوتھر بھی مسیحیت کی خرابیوں کے خلاف آواز بلند کرنے میں آنحضرت صلعم کی تعلیمات سے متاثر ہوا ہے ۔ اور نٹشے نے رہبانیت کے خلاف جو یہ تاریخی فقرہ سپرد قلم کیا ہے اس کا ماخذ بھی اسلامی تعلیمات ہی ہیں ۔

" اور اگر اس (انسان) نے خانقاہیں قائم کیں اور ان کے دروازوں پر یہ عبارت لکھی کہ " یہ تقدس کے دروازے ہیں " تو بھی میں یہ کہتا ہوں کہ اس سے کیا فائدہ ہوا ؟ یہ بے وقوفی کی ایک صورت ہے ۔ ایک طاقتور ، مضبوط اور عظیم الشان انسان ظہور میں آنے والا ہے ۔ جو سراپا زندگی ہوگا ۔ اور اس کی نسل سے فوق البشر پیدا ہوگا ۔ جو اپنی زندگی ، امید اور ارادہ کا مقصد غیر قابل تسخیر جذبہ کو بنائے گا ۔"

اسلام دراصل ایک انقلاب ہے ۔ جس سے بڑھ کر کوئی کامل ، حیرت انگیز اور فوری انقلاب آج تک بنی نوع آدم پر اس دنیا میں طاری نہیں ہوا ہے ۔ اسلام جدید علمی افکار میں ، جدید تمدنی اور ثقافتی مسائل میں اور بین الثقافتی تعلقات میں بنی نوع آدم کی تمام اعلیٰ ضروریات کو پورا کرسکتا ہے[1]۔ اس نے ضعیف آزاری کے تمام ذرائع اور روح کو فنا کرنے والی تمام جہالتوں کو یکسر مٹا دیا ہے ۔ آنحضرت صلعم نے مذہبی پیشواؤں کو دنیاوی اور دینی ، دونوں طاقتوں سے محروم کرکے ، دنیا کی راحت اور آزادی میں بہت اضافہ فرما دیا ہے ۔ واضح ہو کہ مذہبی پیشواؤں کے اختیارات اور حقوق کی وجہ سے تہذیب کی ترقی میں بڑی رکاوٹیں پیدا ہوگئی تھیں حقیقت

موجودہ اقتصادی مشکلات کے حل سے آگاہی کے لئے ناظرین کو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ کے فاضلانہ اور سیر حاصل مضمون " اقتصادی مشکلات کا اسلامی حل " کی طرف متوجہ کرتا ہوں ۔ جو اسلامک کلچر حیدر آباد دکن ، اپریل ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا ہے ۔ اس کے ساتھ ہی مسٹر این پی اگنائیڈ کا مضمون " مالکیات کا اسلامی نظریہ " بھی غور کے ساتھ پڑھنا مفید ہوگا ۔

یہ ہے کہ اجاریت کے منصب نے روحانی مذہب کو بہت ہی نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس طبقہ کی روحانی اجارہ داری، نسل انسانی کی تاریخ میں غالباً ذلیل ترین فریب کاری ہے۔ افسوس یہ ہے کہ تہذیب کی ترقی نے، اس جرم کی اہمیت کا ابھی تک صحیح اندازہ نہیں لگایا۔ اجار کے زیر اثر آکر، مذہب لوگوں کے لئے، مشرق اور مغرب، دونوں میں ایک قسم کی افیون بن گیا ہے چنانچہ یورپین تاریخ کے صفحات سے پاپایان روم کی چیرہ دستیوں کی داستان کبھی محو نہیں ہو سکتی اور ہندوستان میں برہمنوں کی مذہبی فرمانروائی کی تاریخ بھی کچھ کم شاندار نہیں ہے۔ یہ لوگ اس ملک کے باشندوں کی روحانیت کی حفاظت کے مدعی رہے ہیں۔ پس آنحضرت صلعم بنی نوع آدم کے سب سے بڑے محسن ہیں۔ کیونکہ آپؐ نے ہمیشہ کے لئے اجاریت کے مہلک عنصر کو مذہبی دُنیا سے خارج فرما دیا ہے۔ اور اس اصلاح کی بدولت آپؐ نے تمام مذہبی اور دنیاوی تاریخ کا رُخ بدل دیا ہے۔ اور مذہب کو فن حکومت اور بازیچۂ سیاست کی شاخ بنجانے سے محفوظ کر دیا۔ مغربی ممالک ہنوز ارباب مذہب و سیاست کی گرفت میں ہیں اور یہ گرفت انسانیت کے لئے بہت مضر ہے اور ان ممالک کے باشندوں کو اپنی آزادی کے لئے زبردست مقابلہ کرنا پڑے گا۔

اسلام، بقول کیٹنی دنیائے مذہب میں "ایک عظیم الشان انقلاب" ہے۔ اور آنحضرت صلعم تاریخ کی طاقتوں کو منظم کرنے کے لئے ایک زبردست معلم ہیں، جن کی بدولت تخیلات کی ایک نئی دُنیا پیدا ہو سکتی ہے۔ آپؐ نے محرک عالم نفسیاتی قوتوں کو بیدار کر دیا ہے۔ اور انسانی روح کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ آپ خاتم سلسلہ انبیا ہیں۔ یعنے خاتم النبیینؐ ہیں اور آپؐ نے اپنے متبعین کو ایک ایسا قانون عطا فرما کر، جو انسانی تجارب کی گہرائیوں سے پیدا ہوتا ہے، آزادی عطا فرمائی ہے۔ اسلام کا تخیل ختم نبوت بنی نوع آدم کی سنجیدہ ترین توجہ کا مستحق ہے۔ اس کا نتیجہ جمود نہیں ہے بلکہ بڑی ثقافتی قیمت کا حامل ہے۔ وہ زندگی کی ترقی پذیر حقیقت پر زور دیتا ہے اور ایسی ثقافتی فعالیت پیدا کرتا ہے جو زندگی کے ترقی پذیر نظریہ پر منتج ہوتی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اب آنحضرت صلعم کے بعد بنی نوع آدم روحانی طور پر کسی دوسرے انسان کے محکوم نہیں ہو سکتے۔ اسلام میں ختم نبوت کے تخیل سے انسانی ترقی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسلام اپنی اصل کے لحاظ سے ایک تخلیقی مذہب ہے اور سراپا حریت ہے۔ درحقیقت اسلام کا مفاد، ان تخلیقی قوتوں سے وابستہ ہے جو غیر عقلی زندگی کی ستم رانی کے

کے خلاف بغاوت کرتی ہیں۔ تمام قدیم مذاہب کے مطالعہ کے بعد، اسلام کا مطالعہ انسان کو دماغی تفریح عطا کرتا ہے۔ ہم نے نمایاں طور پر، یہودی انبیا کے مذہب کو چھوڑ کر، اسلام کی نئی قلمرو میں قدم رکھا ہے۔ اسلام کی بدولت انسانیت کو نئی زندگی حاصل ہوتی ہے اور وہ نئی حاصل شدہ حکمت کی بدولت، اپنے نئے مسائل کا حل خود دریافت کر سکتی ہے۔ اور ایک برتر عقلی دنیا میں داخل ہو جاتی ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ "اسلام کا ظہور دنیا میں استقرائی عقل کا ظہور ہے" اجباریت کا خاتمہ، ملوکیت کا خاتمہ، عقل کی حکومت، قرآن کا تجربہ اور مشاہدہ پر زور دینا، اور تاریخ اور فطرت کے مطالعہ کی طرف متوجہ کرنا، یہ سب ختم نبوت کے اصول کے مختلف پہلو ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ صوفیانہ تجارب جو بلحاظ خواص، پیغمبرانہ تجارب سے مختلف نہیں ہیں، حقیقت ثابتہ کے اعتبار سے ختم ہو گئے ہیں۔ پس خاتمیت کے تخیل کے یہ معنے نہیں ہیں کہ زندگی کے آخری انجام یہ ہوگا کہ عقل، انسانی جذبات کو بالکل فنا کر دے گی۔ ایسی صورت نہ تو پسندیدہ ہے اور نہ ممکن ہی ہے۔ بلکہ اس تخیل کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے باطنی تجارب کی نئی نئی راہیں کھل جائیں۔"

(خطبات مدراس صفحہ ۱۴۶)

بنی نوع آدم اس وقت ایک دوراہے پر کھڑے ہوئے ہیں اور انسانی زندگی کے ابتدائی اصولوں کو عظیم الشان تخیلات سے تصادم کا خطرہ لاحق ہے۔ اور مادی فلسفہ عقلیت نے اخلاقی اصولوں پر بے حسی کی کیفیت طاری کر دی ہے اور زندگی کو مادیات پر قربان کیا جا رہا ہے۔ اور یہ فعل خودکشی کا مترادف ہے گویا مذہب اور تمدن کا مستقبل اس وقت بہت خطرے میں ہے۔ فاشستی ملوکیت نے عالمگیر خطرہ پیدا کر دیا ہے اور مذہب کی حیثیت یہ ہے کہ وہ اس وقت یورپین ملوکانہ طاقتوں کا آلہ کار بنا ہوا ہے جس کو توسیع مملکت کی غرض سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ مسیحیت کی ناہمواری اور علوم جدیدہ کے سامنے اس کی سپراندازی کی وجہ سے مذہب کی زندگی بالکل خطرے میں پڑی ہوئی ہے۔ اشتراکیت تو انسانیت سے بالکل ناامید ہو چکی ہے۔ اور چونکہ انسانیت اس وقت مادیت کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ اس لئے اشتراکیت تیزی کے ساتھ اپنا عمل کر رہی ہے۔ بدیں وجہ دنیا اس وقت ایک شدید روحانی انتشار میں مبتلا ہے۔ اسلام کا واسطہ اس وقت ایسے انسان سے ہے جو چکی کے دو پاٹوں کے درمیان ہے۔ ایک تو انسان کی باطنی نفسانی کمزوری، دوسرا مشینوں کا دور، جو اس پر خارج میں حکمران ہے۔ اس وقت تمام

دُنیا اس خوراک کی بھوکی ہے جو اسلام دینے کا مدعی ہے۔ جس طرح درخت اپنا پھل دیتا ہے اسلامی اصولوں پر عمل کرنے سے ہی دُنیا کی نجات ہوسکتی ہے۔ اور صرف اسی طریقہ سے اس کی ترقی ممکن ہے اسلام مکمل فعالیت ہے جو انسانی زندگی کے ساتھ وابستہ ہوسکتی ہے۔ اور تاریخی شہادت اور موجودہ ضروریات اس کی قیمت کو ثابت کرسکتی ہیں۔ اس کی تخلیقی قوتوں کا اظہار جو کہ انسانوں میں راستبازی عدل، اخوت، اور محبت الٰہی کی صورتوں میں ہوتا ہے۔ اس میں بالقوت موجود ہے۔ صرف اسلام ہی ہمکو یکطرفہ مادی رجحان فکر کے ظلم سے رہائی دے سکتا ہے۔ موجودہ عالمگیر انتشار دراصل روحانی اور اخلاقی ہے اور اسلام ہی اس عظیم الشان مسئلہ کو حل کرسکتا ہے۔ جو اس وقت ہر سوسائٹی کو درپیش ہے کیونکہ ایک طرف وہ ان اہم ضروریات زندگی کے لئے فوق العقل احکامات کا حامل ہے۔ جو اس کے لئے ضروری ہیں، اور دوسری طرف، وہ انسان کی عقلی طاقتوں کو آزادیٔ عمل عطا کرتا ہے جنکی بدولت کسی جماعت کے تمام افراد عمرانی استواری کے بلند مقام تک پہنچ سکتے ہیں۔ ان فوق العقل رجحانات کے بغیر جن کی تخلیق جبلت یا مذہب کی طرف سے ضروری ہے، اقوام کی سوسائٹی معرض ظہور میں نہیں آسکتی اور اس کا قیام روحانی دانائی اور دانشمندی کے تعاون پر منحصر ہے۔ اس موقعہ پر بھی اسلام بین الاقوامی سیاسیات کی گتھی کو سلجھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ سنوک ہرگرونجی نے لکھا ہے "تمام انسانی اقوام عالم کو ایک سلک میں منسلک کرنے کا تخیل اسلام سے بڑھ کر کسی مذہب نے پیش نہیں کیا۔ کیونکہ حضرت محمد (صلعم) کے مذہب کی رو سے جو مجلس اقوام عالم قائم ہوگی اس میں مساوات انسانی کا اصول اس طرح کارفرما ہوسکتا ہے کہ دُنیا کا کوئی مذہب اس باب میں اسلام کا حریف نہیں ہوسکتا۔" کوئی شخص اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ اسلام دانش ایزدی کے کمال کا مظہر ہے۔ چنانچہ گوئٹے کا تاریخی اعتراف خصوصیت کے ساتھ لائق توجہ ہے۔" اسلامی تعلیمات میں انسانوں کی تمام ضروریات کا حل موجود ہے۔ اور اس لحاظ سے دُنیا کے تمام مذاہب اور تمام افراد، اسلام سے بہتر نظام حیات پیش نہیں کرسکتے۔" گویا مشرق اور مغرب کے تمام مذاہب میں جسقدر خوبیاں ہیں۔ وہ سب اسلام کے اندر مجتمع ہوگئی ہیں۔

پس آؤ، ہم سب آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں، جس طرح کہ آپؐ کے صحابہ کرامؓ اور روحانی فرزند چلے تھے۔

لاشرقیاً ولاغربیاً

(مسٹر ڈبلیو بی بشیر پکرڈ بی اے - کینٹب)

برادران و خواہران! میں اپنی تقریر سورۂ نور کی حسب ذیل آیت سے شروع کرتا ہوں :-

اللہ نور السموات والارض ؕ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح ؕ المصباح فی زجاجۃ ؕ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیٓء ولو لم تمسسہ نار ؕ نور علیٰ نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیءٍ علیم -"

" اللہ ہی کے نور سے آسمان اور زمین کی روشنی ہے - اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اور اس میں ایک چراغ رکھا ہے اور وہ ایک شیشی کی قندیل میں ہے - اور قندیل گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے - وہ چراغ زیتون کے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی - اس کا تیل ایسا ہے کہ اگر اسے آگ نہ چھوئے تو بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے آپ جل اٹھے گا - غرضکہ نور پر نور ہے - اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف راہ دکھاتا ہے اور لوگوں کے سمجھنے کے لئے اللہ مثالیں (بھی) بیان کرتا ہے - اور اللہ ہر شے کے حالات سے واقف ہے "

میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس آیت کے بعض مقامات کی تشریح قرآن مجید سے کر دی جائے تو میرے مضمون کی وضاحت ہو سکے گی -

اللہ نہ صرف بنی نوع آدم کے لئے روشنی ہے تاکہ وہ ان کو اپنی برکات کے راستہ پر چلائے بلکہ وہ آسمانوں کی روشنی ہے، اور وہ ستاروں کی روشنی کو منضبط کرتا ہے، ہدایت دیتا ہے اور رہنمائی کرتا ہے - جو اس عظیم الشان کائنات میں ہیں - اور وہ ہر ایک ذی عقل شے کا جو اس میں ہے - خالق اور منبع ہے - وہ ہمہ گیر اثیر ہے - اور وہ اس غیر محدود فضا کا مالک اور حاکم ہے - اگر ہم اس کے

نور کی تشبیہ کے جو یا ہیں تو عربی لفظ مشکوٰۃ سے مدد مل سکتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس لفظ کی موزونیت پر غور کریں۔ اور اس کے دوگونہ مفہوم کی خوبی کو ملاحظہ کریں۔ اولاً مشکوٰۃ کا ترجمہ لفظ ستون سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس لفظ سے ہم کو ایک منور چراغ کا مفہوم حاصل ہو سکتا ہے جو کہ ایک ستون پر چمک رہا ہو اور دور دور اپنی شعاعیں پھیلا رہا ہو۔ اور ہر شے کو منور کر رہا ہو، ادنےٰ اور اعلےٰ سب کو گویا برکت کا ایک اعلیٰ نشان ہے۔ ہر شخص اس سے مستفید ہو سکتا ہے اور ہر شخص کو نظر آ سکتا ہے۔ یہ اس لفظ کا خارجی یا ظاہری مفہوم ہے۔

لیکن ثانیاً لفظ مشکوٰۃ کے معنے طاقچہ کے بھی ہیں۔ اور اس لفظ سے ہمارے دماغ میں ایک صوفیانہ مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ یعنی ہمارے دماغ میں ایک مقدس روشنی کا تصور پیدا ہوتا ہے جو کہ مسجد کے طاق سے مومنوں کے قلوب پر صادر ہوتی ہے۔ یا پھر ایک آسان صورت یہ ہے کہ ہم ایک ایزدی چراغ کا تصور کریں۔ جو ایک مسلمان کے گھر میں طاق پر رکھا ہوا ہے اور اس گھر کے اندر ہر شے کو منور کر رہا ہے اور برکت دے رہا ہے اور سب کی رہنمائی کر رہا ہے، ادنےٰ اور اعلےٰ سب کی۔ یہ اس لفظ کا باطنی یا صوفیانہ مفہوم ہے۔

زمین و آسمان کا نور، یا اللہ کا نور یا اسلام، ایک ایسے مبارک زیتون کے تیل سے نکلتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ اور اس مبارک زیتون کے درخت سے ایک روشنی بخش تیل نکلتا ہے۔ جو اپنی منور ذات کی بدولت روشنی دیتا ہے۔ اور جب لیمپ میں جلایا جاتا ہے تو اردگرد سب کو منور کر دیتا ہے اور اس کی روشنی میں دوگونہ چمک ہوتی ہے۔ یعنی وہ نورٌ علےٰ نور ہے۔ پس الہام کا تیل ایک باطنی روشنی عطا کرتا ہے۔ اور الہام ایک روشنی عطا کرتا ہے جو دوسروں تک منتقل ہو سکتی ہے۔ بلاشبہ **نورٌ علےٰ نور۔**

اب خدا کا نور آسمانوں اور زمین پر پھیلا۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ آسمان، زمین سے کس قدر بڑے ہیں؟ اور جب تمام آسمان، خدا کے نور سے منور ہوں تو کس طرح اس نور کو شرقی یا غربی کہا جا سکتا ہے؟ اور آسمانوں کی وسعت میں کیا بالائی اور پستی یا شرقی اور غربی کا تخیل کھپ سکتا ہے؟ کیا یہ اصطلاحات جو بجائے خود محدود ہیں۔ زمین کی محدودیت اور تنگدامانی پر دلالت نہیں کرتیں؟

لیکن چونکہ فی الحال ہم زمین پر ہیں اور ہمارا نفع اور نقصان، برائی اور بھلائی اور نیکی اور بدی کا دائرۂ عمل سب کچھ زمین سے وابستہ ہے تو پھر ہم فی الحال اپنی توجہ صرف زمین ہی پر مرکوز کرنا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ خدا کا نور دُنیا کو منور کرتا ہے! اسلام برکات کی روشنی ہے بنی نوع آدم کے لیے۔ اور اسلام کیا ہے؟ خدا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا۔ ایسی عاجزی کے ساتھ جو طلب ہدایت کا نشان ہو اور ایسی شکرگزاری کے ساتھ جو ہمیشہ خدا کی تعریف پر دال ہے۔ اور خدا کی منور مہربانیوں کو ایسی محبت کے ساتھ استعمال کرتا ہے جس سے ہمارے دل کا غرور سب خارج ہو جاتا ہے۔ اور وہ تمام بنی نوعِ آدم کو ہمارا بھائی بنا دیتا ہے، یہ اسلام، یہ خدا کا نور، ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ شرقی یا غربی ہے؟ بے شک اسلام نہ شرقی ہے نہ غربی۔ کیونکہ اسلام ایسا مذہب ہے جس نے جملہ امتیازات رنگ ونسل و طبقات کو فنا کر دیا ہے۔ اور قومیت کی تنگ حدود کو مٹا دیا ہے۔ اور نسلی تعصبات کو فنا کر دیا ہے پس شرقی اور غربی کی اصطلاحات، اسلام کی اخوت آمیز محبت کی روشنی میں بے معنی قرار پائیں گی حقیقت یہ ہے کہ اسلام اختیار کر کے اس پرخلوص کے ساتھ عمل کرنے سے، مشرق اور مغرب کے افراد ایک بلند مقام پر پہنچ کر ایک دوسرے سے ملاقی ہو سکتے ہیں۔ جہاں نہ شرق ہے نہ غرب، بلکہ صرف ایک سنجیدہ اور محبت کرنے والی انسانیت ہے۔ جسے "مسلم" کہہ سکتے ہیں۔

اور اب میں اپنے سامعین سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنی توجہ مسئلہ کے دوسرے پہلو پر مبذول کریں۔ جب ایک شخص، ایک ایسے مذہب کی وکالت کرتا ہے جو نہ شرقی ہو نہ غربی، تو بعض لوگ شاید یہ کہیں کہ اسلام تو بلاشبہ ایک مشرقی مذہب ہے۔ بلکہ وہ عرب میں پیدا ہوا، اور قرآن جو اسلام کی مذہبی کتاب ہے وہ عربی زبان میں ہے۔

ایسے لوگوں سے میں دریافت کروں گا کہ مسیحیت مشرقی ہے یا مغربی؟ اور دنیائے مسیحیت کہاں ہے جناب مسیح کونسی زبان بولتے تھے اور بائیبل (عہد قدیم اور عہد جدید) کس زبان میں لکھی گئی؟ اگر لوگ مسیحیت کو مغربی کہہ سکتے ہیں تو پھر اسلام بھی مغربی ہے اور اگر لوگ یہ کہیں کہ مسیحیت مشرقی ہے تو پھر مغرب کو یہ غرور آمیز تفوق کہاں سے حاصل ہو گیا؟ اور یہ مغربی مادیت کہاں سے آئی؟ اگر مغرب آج مادیت کا شکار ہے تو مسیحیت کیوں دولت کے دیوتا کی پرستار ہے؟ لیکن متبرک زیتون کا درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی، جو ہم کو خدا کی معرفت روشنی کا تیل دیتا ہے یعنی وحی والہام، جو کہ اس قدر روشن

اس قدر منور، اور اس قدر تسلی بخش اور عند العقل قابل تسلیم ہے کہ اسے کسی انسان کی کوششوں کی ضرورت نہیں۔ وہ خود بخود دلوں میں گھر کرتا چلا جاتا ہے۔ بلکہ اس کی روشنی دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور بلاشبہ یہ چراغ اسلام ہی تو ہے۔

اے بھائیو اور بہنو! میں آپ سے اپیل کروں گا اور ان سے بھی جن کو میرے یہ الفاظ پہنچیں کہ آپ اس حقیقت کا احساس کریں کہ آج خدا کے فضل سے تمام رکاوٹیں دور ہو چکی ہیں۔ اور مشرق اور مغرب کے مابین تمام اختلافات دور ہو چکے ہیں۔ اور آپ مشرق اور مغرب کے اختلاف کے نقش کو یکسر اپنے دلوں سے محو کر دیں۔ بلکہ یہ یقین کریں کہ یہ اختلاف ہمیشہ کے لئے مٹ چکا ہے۔ آپ یقین کریں کہ مشرق مغرب سے اور مغرب مشرق سے متحد ہو سکتا ہے، مشرق، مغرب سے محبت کر سکتا ہے اور مغرب مشرق سے۔

اور یہ کس طرح بہترین طریق پر انجام پا سکتا ہے؟ یورپین اصحاب مشرقی کلچر اور زبانیں سیکھتے ہیں اور مشرق کے لوگ مغربی زبانیں اور کلچر سیکھتے ہیں۔ نہ صرف صنعتی، مادی اور معاشرتی اور روزمرہ زندگی کے اسباب عیش و عشرت بلکہ فلاسفہ حکما، اور مغربی فضلاء کے خیالات بھی اخذ کرتے ہیں۔ آپ ان لوگوں کے سوانح پڑھیں جو بنی نوع آدم کے خادم گزرے ہیں۔ جنہوں نے پوری طاقت کے ساتھ انسانیت کی خدمت کی۔ اے مشرق اور مغرب کے مسلمانو! علم حاصل کرو۔ جب جہالت دور ہو جائے گی، تو تمہارے اندر بردباری، تحمل، برداشت، اور رواداری پیدا ہو جائے گی۔ اور اس طرح آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عامل ہو سکیں گے " اطلبوا العلم ولو کان بالصین علم حاصل کرو خواہ وہ چین ہی میں کیوں نہ ملے۔

کوشش کیجئے کہ دُنیا میں بہت جلد عالمگیر اسلامی اخوت قائم ہو جائے اور اسلام کی خوبیوں کی نشر و اشاعت میں دل و جان سے مصروف ہو جائیں۔ اور اپنا وقت دوسرے مذاہب کی کمزوریوں کے اعلان میں ضائع نہ کرو، اسلام کی خوبصورت بنیادوں کو حسن و جمال کی برکات سے قائم کرو۔ نہ کہ مناظرہ کی تلخی سے۔

"یھدی اللہ لنورہ من یشآء" چونکہ اللہ جسکو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے اس لئے اسلام کیوں نہ عالمگیر ہوتا؟ اتنا ہی وسیع، جسقدر کہ انسانیت وسیع ہے۔ خواہ مشرق کی طرف

سے خواہ مغرب کی طرف سے، خدا جسکو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا اپنی مہربانی سے مشرقی انسانوں اور مغربی انسانوں میں سے جن کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ نیز اس کا مطلب مزید یہ ہے کہ اگرچہ آنحضرت صلعم کی ذات میں نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اور چونکہ آپ آخری نبی ہیں اس لئے آئندہ کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن خدا اپنے الہامات کا نور، اپنے فرمانبردار اور راستباز بندوں میں سے جن پر چاہے گا نازل کرتا رہے گا۔

بالفاظ دیگر اگرچہ قرآن مجید جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا ہے۔ اور انسانوں کے لئے خدا کی طرف سے ہدایت کاملہ ہے اور غیر محرف رہے گا۔ جسکی نہ کبھی تجدید ہوگی نہ اصلاح تاہم اگر خدا پسند کرے تو وہ لوگ جو اس ہدایت کی اتباع کی بدولت اس کا قرب حاصل کر سکینگے، اس کے الہامات کے نور سے محروم نہیں کئے جائینگے۔

واللہ بکل شیٔ علیم ؕ

الصلوٰۃ والصیام فی الاسلام

(از جناب ایم اے رحمٰن صاحب)

۱۳۵۶ برس گزرے، چھٹی صدی عیسوی میں ہمارے رسولؐ نے اولاً عربوں کو اور بعدازاں کل دنیا کو اسلام کی دعوت دی، جو اللہ کا نازل کردہ مذہب ہے۔ بتدریج مگر استواری کے ساتھ اس مذہب کے پیروؤں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ اگرچہ آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہ کو دشمنوں کے ہاتھوں بہت سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ آج اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ اس کے پیرو، دنیا کے ہر گوشہ میں پائے جاتے ہیں۔ اور اس بنا پر اسلام کا دنیا کے چار بڑے مذاہب میں شمار کیا جاتا ہے۔

اسلام جو کہ امن اور خدا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ تسلیم اندھی قسمت پر صابر رہنا نہیں ہے۔ پانچ اصولوں پر مبنی ہے۔ (۱) توحید الٰہی اور رسالت جناب ختمیت پناہی کا اقرار۔ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج۔ میں اس مضمون میں نماز اور روزہ کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

دانستہ اعتراف توحید و رسالت کے بعد نماز کا درجہ رکھا گیا ہے۔ اور یہ وہ سنگ بنیاد ہے جس پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان بچہ پر خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی سات سال کی عمر کے بعد نماز فرض ہے۔ اگر مسلمان کی زندگی سے نماز خارج کر دی جائے تو وہ پھر صرف نام کا مسلمان رہ جائیگا۔

آیئے ان اوقات پر غور کریں، جن پر یہ نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ نماز فجر کا وقت غیر معمولی ہے۔ یہ نماز طلوع آفتاب سے قبل ادا کی جاتی ہے اور اس کے لئے صبح کی نیند قربان کرنی پڑتی ہے۔ اور اس وقت نیند بہت میٹھی ہوتی ہے۔ اسی طرح دیگر چار نمازوں کا وقت بھی قربانی طلب کرتا ہے کیونکہ یہ اوقات ایسے ہیں جبکہ انسان دُنیاوی کاروبار میں بہت مشغول ہوتا ہے۔ اور جب انسان دنیاوی امور میں منہمک ہوتا ہے تو یادِ خدا سے غافل ہو جانا بہت قرینِ قیاس ہے۔ پس لازم ہے کہ ایسے اوقات میں وہ دنیاوی امور کو بالائے طاق رکھ کر، چند لمحے خدا کی یاد میں گزارے۔ تاکہ اس کی دُنیاوی اور روحانی ترقی پہلو بہ پہلو چل سکے۔ کیونکہ مسلمان کی نظر میں، خدا کی معیت کا ایک لمحہ "ملک سلیمان" سے بھی زیادہ قیمتی ہے

اور یہ لمحہ اس کو نماز ہی میں میسر آسکتا ہے۔ وقت اور کام کی اس تھوڑی سی قربانی کا نتیجہ بہ حیثیت مجموعی اگر اس پر مزاولت کی جائے تو انجام کار انسان کو خدا کی قربت کی دولت عطا کر دیتا ہے۔

نماز کی روح اس کے اوضاع سے ظاہر ہوتی ہے۔ اوضاع جسمانی۔ وہ حرکات جسمانی جو بحالت نماز ظاہر ہوتی ہیں جن سے قلبی جذبات کا اظہار مقصود ہے۔ یہ پہلو دوسرے مذاہب میں ناپید ہے۔ تمام مخلوقات اپنے اپنے طریق پر خالق کی عبادت میں مشغول ہیں۔ کائنات میں جس چیز پر غور کریں اور کامشاہدہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تمام مخلوقات زبان حال سے عبادت میں مصروف ہیں۔ گو ہم ان کی عبادت کا مفہوم نہ سمجھ سکیں۔

مختلف مخلوقات مختلف انداز میں، اپنے خالق کی عبادت کرتی ہیں۔ اور چونکہ انسان خلاصۂ کائنات ہے اس لئے اس کی نماز کا طرز تمام مخلوقات کی نمازوں کے طریقوں کا جامع ہونا چاہیے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کا مشاہدہ فرمانے کے بعد کہ فطرت خاموش انداز میں مصروف عبادت ہے۔ اپنے پیروؤں کے لئے فطری عبادت کے قوانین مقرر فرمائے۔ نماز میں چار منازل ہیں۔ پہلی منزل قیام ہے، اور یہ صورت درختوں اور پودوں کی وضع سے مشابہ ہے، دوسری منزل رکوع ہے اور یہ صورت چوپایوں کی حالت سے مشابہ ہے۔ تیسری منزل سجدہ ہے۔ یعنی وہ انتہائی عاجزی کی صورت جو ایک غلام اپنے آقا کے سامنے اختیار کرتا ہے، جبکہ وہ آقا کی قدمبوسی کرتا ہے۔ یہ حشرات الارض کی حالت سے مشابہ ہے۔ چوتھی منزل جلسہ ہے اور یہ حالت جمادات کی وضع سے مشابہ ہے۔

پس ایک مسلمان اپنے خدا کی پرستش میں وہ تمام ممکن صورتیں اختیار کر لیتا ہے جو مخلوقات اپنے خالق کی عبادت کے وقت اختیار کر سکتی ہیں۔

جو دعا فطری طور پر ایک مسلمان کے قلب کی گہرائیوں سے پیدا ہوتی ہے، قرآن مجید نے اسے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ط

اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر، اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھ۔

اسلام کا مقصد یہ ہے کہ انسان، موجودہ دنیاوی زندگی میں، اپنی خداداد استعدادوں کو اپنے فائدے کے لئے بہترین طریق پر استعمال کرے۔ اسلام نے اپنے پیروؤں کو خیرِ اعلیٰ کے حصول کا حکم دیا ہے کہ انسان اپنی زندگی کے چمن کی بہترین اور دیانتدارانہ طریق پر آبیاری کرے۔ تمام انسانوں کے ساتھ نیکی کرے۔ اور ان قوتوں کو جو خدا نے اسے دی ہیں اپنے فائدے کے لئے استعمال کرے۔

روزہ

روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے، اور اسلامی روزوں کا مہینہ رمضان ہے۔ جو تمام دنیا کے مسلمانوں کی نظر میں محترم ہے۔ اسی مہینہ میں قرآن مجید نازل ہوا تھا۔

روزہ کی اہمیت فاقہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے، اس کی بدولت امیر اور غریب، ادنےٰ اور اعلےٰ ایک درجہ میں آجاتے ہیں۔ کیونکہ دولتمند، بھوکے اور پیاسے رہ کر افلاس کی تکلیف سے آشنا ہو سکتے ہیں۔ اور اس طرح مالداروں کے دل میں غریبوں کی امداد کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے اسلام دنیا میں پہلا مذہب ہے جس نے مزدوروں کے لئے کام مہیا کر کے، اور تقسیم دولت کا منصفانہ قانون نافذ کر کے افلاس اور گرسنگی کے مسائل کا صحیح حل پیش کیا۔ اور سوسائٹی کو عدل و انصاف کے اصولوں پر چلنے کی ہدایت فرمائی۔ آج جبکہ یہ مسائل تمام اقوام عالم کے سامنے ایک سنگ گراں کی شکل میں موجود ہیں۔ اور دنیا ان کی وجہ سے متعدد طبقات میں منقسم ہو گئی ہے۔ صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو تمام انسانوں کو روحانی سلک میں منسلک کر سکتا ہے۔ علاوہ بریں روزہ طبی رو سے بھی نہایت مفید ہے۔ تمام سال ہمارے جسم کے تمام اعضا مصروف کار رہتے ہیں۔ اس کی بدولت ان میں انحطاط کا زنگ پیدا ہو جانا لازمی ہے۔

اس کمی کو پورا کرنے کے لئے، اور جسم و دماغ دونوں کو کامل آرام دینے کے لئے اسلام نے روزہ فرض کیا ہے۔ اور ایک ماہ کے مسلسل روزوں سے مسلمان کو یہ جملہ فوائد حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بات یعنی روزے کے فائدے لفظی طور پر بیان کرنے سے اس قدر سمجھ میں نہیں آسکتے جس قدر خود روزہ رکھنے سے سمجھ میں آسکتے ہیں۔

علاوہ بریں، جسمانی بہبود کے ساتھ ساتھ انسان کی روح بھی مدارج عالیہ حاصل کر سکتی

ہے، روزے کی حالت میں تمام کھانے پینے کی چیزیں اور دیگر لذات جسمانی سب ممنوع ہیں۔ بلکہ مسلمان کے لئے ناجائز قرار دی گئی ہیں۔ اور یہ کتنی بڑی قربانی ہے کہ انسان جائز اشیا کو اپنے لئے ناجائز قرار دے لے۔ پس کیا مسلمان اس ماہ میں ان چیزوں سے اجتناب نہ کریں گے جو ان کے لئے ممنوع قرار دی گئی ہیں۔ اگر ایک ماہ تک مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ جائز اشیا کو اپنے لئے حرام کرلیں تو یقیناً وہ بقیہ گیارہ ماہ میں کبھی بھی ان ممنوعات کے نزدیک نہیں جائیں گے۔ جو بالکل حرام ہیں۔ مثلاً شراب، لحم خنزیر، زناکاری قماربازی۔ وغیرہ۔

بشاراتِ محمدیّہ درکتبِ مقدسۂ قدیمہ

اُستاژند

مرزا معصوم بیگ صاحب بی-اے)

الرحمٰن والرحیم خدا کی تمام صفات میں، محبت اور رحم بہت نمایاں ہیں۔ وہ رحمٰن ہے۔ یعنی نہایت فضل وکرم والا۔ اور وہ رحیم ہے۔ یعنی بہت مہربانی اور رحم والا۔ انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اس نے زمین وآسمان میں وہ تمام اشیا مہیا فرمادیں۔ جن پر انسان کی زندگی کا انحصار ہے۔ مثلاً خالص اور تازہ ہوا۔ سانس لینے کے لئے۔ ٹھنڈا اور صاف پانی، پیاس بجھانے کے لئے۔ عظیم الشان آفتاب، روشنی اور گرمی پہنچانے کے لئے، اور زرخیز زمین ماکولات اور خوش ذائقہ پھل اگانے کے لئے۔ مختصر یہ کہ انسان کسی ایسی ضرورت کا تصور نہیں کرسکتا جسے اللہ کی مشیت حکیمانہ نے، اس کرۂ ارض پر انسان کی پیدائش سے پہلے ہی مہیّا نہ کردیا ہو۔

لیکن یہ انسانی زندگی کا صرف نصف افسانہ ہی ہے۔ کیونکہ صرف کھانا پینا اور مزے اڑانا، ہی انسان کی زندگی کا مقصد نہیں، جسکے لئے اللہ نے اس اشرف المخلوقات کو اس دنیا میں بھیجا۔ دراصل انسان کی زندگی میں ایک اعلیٰ مقصد پوشیدہ ہے جسکی تکمیل اس کے لئے لازمی ہے یعنی نفس ناطقہ کی تربیت اور اس کی تکمیل۔ خدا نے اسے صرف اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ لذات دنیوی سے متمتع ہو بلکہ اس لئے کہ وہ اعمال حسنہ بجالائے۔ اور اس دنیا میں اپنے طرزِ عمل سے مخلوق الٰہی ہونے کا ثبوت دے۔ اس لئے انسان کی جسمانی راحت کا سامان بہم پہنچانے والے خدا نے، اپنی مہربانی اور فضل سے اس کی روحانی ضروریات کی تکمیل کا بھی سامان کیا یعنی اس نے ان لوگوں کو مبعوث کیا جنھیں عرف عام میں انبیاءؑ کہتے ہیں۔ اور انسانوں کی بہبود کے لئے ان کو اپنی حکمت اور مشیت سے آگاہ فرمایا۔ یہ برگزیدگان خدا، بنی نوع آدم کی ابتدا سے اس دنیا میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اور انہوں نے لوگوں کو راہ راست کی طرف ہدایت کی ہے۔ یعنی فوز وفلاح کے راستہ کی طرف۔

قومی انبیاء۔ قدیم زمانہ میں، جب بنی نوع آدم، کرۂ ارض پر آباد ہونا شروع ہوئے تو مختلف

گروہ مختلف مقامات میں سکونت پذیر ہو گئے۔ اس زمانہ میں نقل و حرکت اور مخابرت کے ذرائع بہت ہی کم تھے اور قدرتی رکاوٹوں نے انہیں ایک دوسرے سے بالکل جدا کر دیا تھا۔ اور ہر قوم اپنے ملک کی چار دیواری میں مقید ہو کر، علیحدگی کی زندگی بسر کرتی تھی۔ اور ہر قوم کا زاویہ نظر اپنے ہی ماحول تک محدود تھا، اور ہر قوم اپنی ہی جماعت کو، تمام انسانی ہستی کا مرکز سمجھتی تھی۔ ان حالات زندگی میں مشیت ایزدی کا یہی تقاضا ہونا چاہئے تھا کہ مختلف اقوام میں مختلف انبیاء مبعوث ہوں۔ جن کی تعلیم اپنی اپنی قوم کی ضروریات کے مطابق ہو۔ مثلاً اگر ہندوستان میں ویدک رشی پیدا ہوئے اور رامچندر، کرشن، اور گوتم بدھ نے ان کی تعلیمات کی اشاعت کی، تو چین میں کنفوشش کا ظہور ہوا۔ اگر زرتشت نے ایران میں روحانیت کی شمع روشن کی تو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے موسیٰؑ اور عیسٰیؑ مبعوث ہوئے۔ الغرض بقول قرآن مجید "کوئی ایسی قوم نہ تھی جس میں خدا کی طرف سے ایک ڈرانے والا نہ آیا ہو" (۳۵: ۲۴)

چونکہ یہ انبیاء سب، خدائے واحد ہی کی طرف سے آئے تھے اس لئے اصولاً ان کا پیغام بھی واحد ہی تھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ زمین اور آسمان کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا خالق ہے۔ انسان کو صرف اسی کی عبادت کرنی لازم ہے اور صرف اسی سے مدد مانگنی چاہئے۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ہوگی جبکہ انسان کو اپنے اعمال کی خدا کے سامنے جوابدہی کرنی ہوگی۔ ان انبیاء نے چند اخلاقی نصائح بھی کیں جو ہر قوم کے مزاج اور اس کے حالات کے مطابق تھیں۔

مذہبی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی ایک خاص قوم کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوتا تھا۔ پس ہم ان کو قبائلی یا قومی نبی کہہ سکتے ہیں۔ ان کی تعلیم ایک خاص قوم میں محدود ہوتی تھی اور انہیں دوسری اقوام کی اصلاح سے کوئی غرض نہ تھی۔ چنانچہ جب ایک غیر اسرائیلی عورت نے جناب یسوع مسیحؑ سے جو آخری مقامی نبی گزرے ہیں۔ روحانی امداد کی درخواست کی تو انہوں نے جو جواب دیا، اسے متی کی زبان سے سنئے۔ (باب ۱۵۔ ورسیز ۲۲ تا ۲۶)

اور دیکھو کنعان کی ایک عورت اسی ساحل سے آئی اور پکار کر کہنے لگی "اے یسوع ابن داؤد مجھ پر رحم کر، میری بیٹی پر ایک آسیب مسلط ہو گیا ہے" لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور اس کے شاگرد

اس کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ اسے رخصت کر دیں کیونکہ یہ ہمارے پیچھے پڑی ہوئی ہے" لیکن یسوع نے ان سے کہا "میں بنی اسرائیل کے خاندان کی گم شدہ بھیڑوں کے علاوہ اور کسی کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں" اس کے بعد وہ عورت آئی اور اس نے یسوع کی پوجا کی اور کہا "اے خداوند میری مدد کر" لیکن اس نے جواب میں کہا "یہ مناسب نہیں کہ بچوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈال دی جائے" اسی انجیل میں لکھا ہے کہ یسوع مسیح مختلف آدمیوں کے اندر سے دیو نکالتا پھرتا تھا۔ اور روحانی مریضوں کو شفا دیتا تھا۔ لیکن محبت اور آشتی کے اس دیوتا کو بھی ایک غریب عورت کی درخواست رد کرنی پڑی۔ محض اس لئے کہ وہ غیر اسرائیلی تھی۔

برگزیدگی الٰہی کا غلط عقیدہ۔ چونکہ تہذیب انسانی عالم طفولیت میں تھی اس لئے مشیت الٰہی نے مختلف ممالک میں مختلف انبیاء مبعوث فرمائے۔ لیکن ہر قوم نے، اس بات کو فراموش کر دیا کہ خدا نے دوسری اقوام کو بھی اپنی رحمت سے نوازا ہے۔ اور غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ بس میں ہی خدا کی برگزیدہ قوم ہوں۔ اور دیگر اقوام عالم، اجسام مردہ ہیں اور خارج از رحمت الٰہی ہیں۔ ہر قوم نے اپنے مذہب کو آسمانی قرار دیا اور دیگر مذاہب عالم کو القائے شیطانی۔ علیحدگی کی اس روح نے قدرتی طور پر ان کے اندر برگزیدگی الٰہی کا غلط عقیدہ پیدا کر دیا۔ اور اس کے ساتھ اور بھی بہت سے غلط عقائد ان میں رائج ہو گئے۔ ان کے دماغوں میں غیر اقوام سے نفرت اور حقارت کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ اور اس طرح اللہ کی مخلوق کے مختلف گروہوں میں انشقاق اور افتراق رونما ہو گیا۔

یہود اور نصاریٰ آج کے دن تک یہ کہے جاتے ہیں کہ وحی والہام کی نعمت صرف ان کی قوم سے مختص ہے اور دوسری اقوام اس نعمت سے محروم ہیں۔ اسی طرح ویدک دھرم کے پیرو، اس بات کے مدعی ہیں جو کہ نہایت عجیب و غریب ہے کہ آج سے ایک ارب ۹۶ کروڑ برس پہلے بوقت تخلیق کائنات خدا نے، اپنی مرضی صرف چار رشیوں پر ظاہر کی جو ہندوستان میں رہتے تھے، اور وہ مرضی، آج ویدوں کے اوراق میں مرقوم ہے۔ اور یہ مقدس کتابیں حکمت الٰہیہ کی تمام و کمال حامل ہیں جو خدا نے صرف آریہ ورت کے باشندوں پر نازل فرمائی۔ اور دنیا کے باقی تمام ممالک آج تک جہالت کی تاریکی میں غرق ہیں۔ پس ویدک دھرم نے اس غلط اصول کی بنا پر اپنے آپ کو ایک ملک میں مقید کر لیا، اور دوسری اقوام کو فضل الٰہی سے حصہ پانے کا مستحق نہیں سمجھا۔

برگزیدگی الٰہی کا یہ مضر عقیدہ، دراصل سچے مذہب کے مقصد کے خلاف ایک بغاوت تھا جس کا منشا یہ ہے کہ زمین پر وحدت نسل انسانی قائم کی جائے۔ جو وحدت ذات الٰہی کا پرتو ہو سکے۔ سچے مذہب کا منشا یہ ہے کہ دنیا میں سب اقوام کا صرف ایک ہی خالق و مالک ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی ہستی معبود نہیں ہو سکتی۔ اور تمام بنی نوع آدم کی رہنمائی کے لئے صرف ایک کتاب کافی ہے جو سب کے لئے ضابطہ اور قانون ہے۔ اور صرف ایک رسول ہے جو تمام اقوام عالم کا ہادی ہے۔ اور سب کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ اور بنی نوع آدم سب ایک قبیلہ یا جماعت ہیں۔

ظہور رسول عالمگیر۔ اللہ کی حکمت بالغہ میں ہر مرض کی دوا موجود ہے۔ اور اس انسانی غلطی کا علاج بھی موجود ہے۔ پس مشیت الٰہی نے، لوگوں کی اس غلطی کی اصلاح کے لئے یعنی امتیاز نسل کے عقیدہ کو باطل کرنے، اور تمام انسانوں کو ایک جماعت بنانے کے لئے ایک عالمگیر رسول بھیجا، جس کا پیغام بھی عالمگیر ہے، قرآن مجید نے اس رسول کو رحمۃ للعالمین کا لقب عطا کیا ہے اور یہ رسول عرب کی سرزمین میں ظاہر ہوا۔ جو دنیائے قدیم کے وسط میں واقع ہے۔ اور اس لئے ہم اسے قلب عالم کا لقب دے سکتے ہیں۔ ہزاروں سلام ہوں آنحضرتؐ پر جنھوں نے بنی نوع آدم کو امتیاز رنگ و نسل و ملک سے بالاتر کر دیا۔ اور ان میں اخلاقی توازن قائم کیا۔ ہزاروں سلام ہوں اس نبی کامل پر جس نے بنی نوع آدم کو جہالت، اوہام پرستی اور بداخلاقی کی زنجیروں سے رہائی عطا کی۔ آپ سے پہلے جو انبیاء گزرے انہیں ہم آسمانی چراغوں سے تشبیہ دے سکتے ہیں جو ملکوں کو منور کر سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے اردگرد روشنی پھیلائی۔ اور ہر اس شے کو جو ان کے سامنے آئی منور کر دیا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو روحانیت کا وہ آفتاب ہیں جو عرب سے طلوع ہوا۔ اور آپؐ نے سارے عالم میں اجالا کر دیا۔ آپؐ کی روشنی عالمگیر تھی۔ آپ کا پیغام ساری دنیا کے لئے تھا۔ اور آپؐ کی ہمدردی کا دائرہ اسی قدر وسیع تھا جسقدر بنی نوع آدم دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ ذیل میں چند قرآنی آیات لکھی جاتی ہیں جو آپؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

اے رسول! ہم نے آپ کو دونوں جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے (۲۱ : ۱۰۷)

اے رسول! بیشک ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے ہادی بنا کر بھیجا ہے۔ (۳۴ : ۲۸)

تاکہ وہ (رسول)، بنی نوع آدم کے حق میں نذیر ہو۔ (۲۵ : ۱)

تمام دنیا کے باشندوں کو خدا کی یاد دلانے والا۔ (۱۲:۱۰۴)

اے لوگو! میں تمہارے خدا کی طرف سے تم سب لوگوں کے لئے رسول ہوں۔ (۷:۱۵۸)

دنیا کے عظیم ترین رسول کی بعثت کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ جسے خالق کائنات کا الہام، فراموش کر دیتا، اس لئے اللہ نے اپنے نبیوں کی معرفت آپ کی بعثت کی خوشخبری، آپ کے ظہور سے قبل دنیا کو عطا فرمائی۔ اور لوگوں سے عہد لیا کہ جب وہ نبی موعود ظاہر ہو تو کشادہ دلی کے ساتھ اس کو قبول کریں۔ اس موعود نبی کی ایک شناخت یہ ہوگی کہ وہ تمام انبیائے سابقین کی تصدیق کرے گا۔ پس جبکہ ایک طرف اس عالمگیر نبی کی بعثت کی خبر جملہ انبیاء کی معرفت دنیا کو دی گئی تو دوسری طرف اس موعود کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ تمام انبیائے سابقین کی تصدیق فرمائیں۔ خواہ وہ کسی زمانہ میں اور کسی ملک میں کیوں نہ مبعوث ہوئے ہوں۔ آپ تاریخ کی ورق گردانی کریں اور تمام نوشتوں کا مطالعہ کریں آپ کو صرف ایک آنحضرت ﷺ ہی کی ذات بابرکات ایسی ملے گی جنھوں نے اس بیان کردہ اصول کے مطابق عملدرآمد کر کے دکھایا۔ دنیا میں صرف آپ ہی ایک ایسے نبی ہیں جنھوں نے سابقہ تمام انبیاء پر ایمان لانے کو شرط ایمان قرار دیا۔ آیات مندرجہ ذیل اس پر شاہد ہیں۔

(۱) جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا۔ اور جو کچھ آپ سے پہلے انبیاء پر نازل کیا گیا۔ (۲:۴)

(۲) اللہ نے تجھ پر یہ کتاب صداقت کے ساتھ اتاری ہے، جو سابقہ کتب کی تصدیق کرتی ہے۔ (۳:۳)

(۳) بلاشبہ ہم نے ہر قوم میں ایک نبی مبعوث کیا ہے (۱۶:۳۶)

(۴) بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسولوں میں امتیاز کرنا چاہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم بعض میں ایمان لاتے ہیں۔ اور بعض میں نہیں لاتے۔ اور اس کے اور اس کے درمیان ایک راستہ نکالتے ہیں۔ تو بے شک یہی لوگ ہیں جو کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۴: ۱۵۰و۱۵۱)

(۵) تمام مومن ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، فرشتوں پر اور کتابوں پر۔ ہم اس کے رسولوں میں کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھتے۔ (۲:۲۸۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے تمام رسولوں کی صداقت کا اعلان فرما کر، اپنے پیرؤں

پر ان تمام انبیاء میں ایمان لانا فرض قرار دیا ہے۔ اور ان کے مابین کسی قسم کا امتیاز جائز نہیں رکھا۔

پیشگوئیاں۔ اب ہم اس مضمون کے خاص پہلو کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی ان پیشگوئیوں کی طرف جو آنحضرتؐ کی بعثت کے متعلق سابقہ کتب مقدسہ میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اس موضوع پر اظہار خیال کرنے سے پہلے ہم چند امور بطور مقدمہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) کسی پیشگوئی کو واضح کرنا اور اس کے متعلقات کو پوری طرح سمجھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کیونکہ پیشگوئیاں عموماً واضح طور سے بیان نہیں کی جاتیں۔ مثال کے طور پر بائیبل کی پیشگوئیوں کو لے لیجئے۔ خواہ وہ جناب مسیحؑ کے متعلق ہوں یا کسی اور کے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ واضح نہیں ہیں بلکہ مبہم ہیں اور ان کی تشریح اسی رنگ میں کرنی ہوگی۔ جس رنگ میں خوابوں کی تعبیر کی جاتی ہے۔ اور بعض حالات میں جیسا کہ ہمارے مسیحی دوست کہتے ہیں، وہ نبی بھی اس کو نہیں سمجھ سکا جسکے متعلق وہ پیشگوئیاں کی گئی تھیں مثلاً یسوعؑ نے، یوحنا اصطباغی کو الیاس سمجھا " جو آنے والا تھا " (متی ۱۱: ۱۴) لیکن یوحنا نے اس حقیقت سے انکار کیا (یوحنا ۱: ۲۱) ہنود کے نزدیک رامچندر اور پرسرام، دونوں خدا کے اوتار تھے۔ لیکن وہ ایک دوسرے کو شناخت نہ کر سکے۔

(۲) پیشگوئیوں کے الفاظ شخصی ناموں کی طرف نہیں بلکہ صفاتی ناموں کی طرف اشارہ کرتے ہیں کیونکہ خدا کی نظر میں، انسان کا نام کوئی قیمت نہیں رکھتا، بلکہ اس کی صفات۔ ابن مریم کا اصلی نام عیسٰے اور صفاتی نام مسیح تھا۔ چنانچہ عہد عتیق میں آپ، کو عیسٰے کا لفظ ایک جگہ بھی نہیں مل سکتا۔ لیکن لفظ مسیح کئی پیشگوئیوں میں ملتا ہے۔ اسی طرح یروشلیم کی تاویل شہر مکہ سے کیجائے گی۔ یا بدرجۂ آخر اسلام سے۔ کیونکہ عہد جدید نامہ گلاتیو (۴: ۲۵) میں لکھا ہے "کیونکہ اس آگ سے مراد کوہ سینا ہے جو عرب میں واقع ہے۔ اور یروشلیم کا مقابل ہے۔ جو کہ اب موجود ہے۔ اسی طرح اجودھیا جسکے لفظی معنے ہیں، ناقابل تسخیر اور غیر ممکن الحصول، کسی ہندوستانی شہر کو ظاہر نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ تو بارہا مفتوح ہو چکا ہے۔ بلکہ اس سے مقدس شہر مکہ مراد ہوگی، جہاں کہ جنگ و جدل ممنوع ہے۔

(۳) پیشگوئیوں کی اصطلاح میں، ایک دن سے مراد ہمارے حساب سے ایک ہزار سال ہوتے ہیں۔

(۴) اگر کسی کتاب میں، کسی شخص کے متعلق متضاد بیانات پائے جائیں تو ان میں سے صرف ایک ہی بیان لائق قبول ہوگا۔ لیکن یہ تضاد اس کتاب کی عدم صحت پر ضرور ایک زبردست شہادت

ہو گی ۔

(۵) پیشگوئی کا وہ حصہ جو عقل سلیم اور حقیقی علوم کے خلاف ہو گا ، رد کر دیا جائے گا ۔ اور جو بات استعارہ میں بیان کی گئی ہے اسے صاف لفظوں میں بیان کیا جائے گا ۔

(۶) آمد ثانی سے مراد یہ ہے کہ دوسرا شخص پہلے شخص کی خو بو پر آئے گا ۔ چنانچہ یسوع نے الیاس کی آمد ثانی کی یہی تاویل کی ہے ۔ (لوقا ۱ : ۱۷) اور کرشن کا بھی یہی مطلب ہے ۔ جبکہ انہوں نے یہ کہا کہ میں بار بار اس دُنیا میں آتا ہوں ، جبکہ میرے آنے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ (گیتا ۴ : ۷)

استاژند ۔ یا ژند آدم بر سر مطلب ، تمام قدیم نوشتے ، اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مرور ایام سے ان میں تاویل ہو چکی ہے ۔ لیکن اب بھی سچائی کے ذرات ان میں موجود ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئیاں تمام انبیائے ماسبق نے کی تھیں ۔ ہم اس مضمون میں پارسیوں کی کتاب اُستاژند کو اس زاویہ نگاہ سے دیکھنا چاہتے ہیں ۔ حضرت زرتشت فارسی ، ایرانی ، قومی مذہب کے بانی ہیں اور انہوں نے غالباً ۶۶۰ ق م میں اپنے مذہب کی اشاعت کی تھی ۔ انکے مذہب کو زرتشتیت کہتے ہیں ۔ اسے مجوسیت کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے ۔ اس مذہب کی مقدس کتابیں دو ہیں ایک تو اُستاژند اور دوسری دساتیر ، باوجود اس بات کے کہ اگرچہ یہ کتابیں بھی زمانہ کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکیں ۔ تاہم ان میں بہت سی پیشگوئیاں آنحضرت صلعم کی بعثت کے متعلق پائی جاتی ہیں ۔ ہم اس مختصر مضمون میں صرف چند پیشگوئیوں کی طرف اشارہ کر سکینگے ۔

ملاحظہ ہو استاژند ، فرور دین یشت ۱۳ ؁ جہیں خدا نے زرتشت سے حسب ذیل خطاب کیا ہے ۔ " اے مومنو! اے زرتشت! عظیم الشان ارواح وہ ہیں جو قانون کی حامل ہیں اور اس کے مطابق زندگی بسر کرتی ہیں ، یا وہ مومن جو ابھی پیدا نہیں ہوئے ۔ لیکن وہ اس دنیا میں نئی زندگی کی رُوح پھونکدینگے ۔ "

اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا زرتشت سے کہتا ہے کہ جسطرح تیرے پیرؤوں نے قانون الٰہی کی پابندی کر کے روحانی بزرگی حاصل کی ہے اسی طرح ایک اور قوم بھی پیدا ہو گی ۔ جو آئندہ زمانہ میں دُنیا میں نئی روح پھونک دے گی ۔ اور مذہب کو از سر نو زندہ کرے گی ۔

یشت ۲۸ ؁ میں یہ پیشگوئی اور بھی واضح ہو جاتی ہے ۔

" وہ ایک رحمدل فاتح ہوگا۔ وہ ایک قوم کا بانی ہوگا اور اس کا نام استوت ارتیا ہوگا۔ یعنی "رحم مجسم" ہوگا۔ وہ تمام دنیا کے لئے رحمت اور برکت کا موجب ہوگا۔ تمام اقوام کا منجی، وہ مشرکوں کو توحید کا درس دے گا۔ اور مومنوں کی لغزشوں کو اپنی رحمت کے پردہ میں ڈھانپے گا یعنے وہ مشرکوں اور مجوسیوں دونوں کی مذہبی کمزوریوں کا مداوا کرے گا۔"

دُنیا میں صرف ایک ہی رسول ایسا ہے جس پر یہ پیشگوئی پورے طور پر منطبق ہوسکتی ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مکہ کے باشندوں نے آپؐ اور آپ کے صحابہؓ پر بے اندازہ ظلم کئے، اور صفحۂ ہستی سے ان کا نام مٹانے کے لئے ہر قسم کا جور و ستم روا رکھا۔ لیکن چند سال بعد جب مکہ فتح ہوگیا، اور آپؐ کے سارے دشمن، آپؐ کے قدموں میں آکر گر پڑے، اور جبکہ کوئی رحمدل سا رحمدل جرنیل بھی، ان لوگوں کے قتل عام کا حکم دیدیتا، آپؐ نے نہ صرف کوئی لفظ ان کے خلاف اپنی زبان سے نہیں نکالا۔ بلکہ ان سب کو معافی عطا کردی۔ یہ فرما کر کہ "لا تثریب علیکم الیوم" آج کے دن تم پر کوئی الزام عائد نہیں ہوگا۔ تاریخ عالم اس قسم کی نظیر پیش کرنے سے بالکل قاصر ہے۔ آنحضرت صلعم بلاشبہ دُنیا کے سب سے زیادہ رحمدل فاتح ہیں۔ جن کی رحمدلی دنیا میں عدیم المثال ہے۔

" اس کا نام استوت ارتیا ہوگا" ژند سنسکرت سے بہت ملتی جلتی ہے۔ استوت ارتیا لفظ استت سے ماخوذ ہے اور استو کے معنے ہیں حمد و ثنا کرنا۔ دونوں زبانوں میں۔ چنانچہ سنسکرت کا لفظ استتی اور فارسی لفظ ستودن بہ معنے تعریف کرنا، دونوں ہم معنے ہیں۔ پس اس اصطلاح کے معنے ہیں وہ شخص جسکی توصیف کی گئی ہو۔ اور یہ لفظ محمدؐ کا لفظی ترجمہ ہے پس انحضرت صلعم اس قوم کے بانی ہیں جو آئندہ زمانہ میں پیدا ہوگی۔ اور دنیا میں نئی روح پھونک دیگی اور مذہب کو از سر نو زندہ کردے گی۔

یہ دکھایا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلعم دُنیا کے لئے باعث رحمت تھے۔ اور رحمۃ للعالمین قرآن مجید میں آپ کا لقب بھی ہے۔ آپ نے شرک کا ہر صورت میں خاتمہ کردیا۔ اور مجوسیت کو بھی جس میں ثنویت راہ پاگئی تھی، توحید کی اصلی شکل پر دوبارہ قائم کیا۔

زہیاد یشت درس نمبر ۹۵ میں یہ لکھا ہے:-

" اس کے ساتھی خوشحال ہوں گے یعنی محمد (صلعم) کے ساتھی۔ وہ دشمنوں کو قتل کرینگے، نیک مزاج، خوش طبع، پاکیزہ خو، اور دروغگوئی سے نفرت کرنے والے "

آنحضرت صلعم اور آپؐ کے صحابہؓ کا تقدس تو ضرب المثل بن چکا ہے۔ اور پیشگوئیوں میں اکثر اس کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ چنانچہ بائیبل میں بھی " دس ہزار" قدسیوں کا ذکر ہے جو کہ آنحضرت کے ہمرکاب تھے۔ جبکہ مکہ میں آپ کا داخلہ فاتحانہ رنگ میں ہوا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ کسی پیغمبر کی سچائی اور کامیابی کی کسوٹی ہے۔ یعنی اس کے ہمراہیوں کی پاکیزہ زندگی اور پرہیزگاری۔

اسی ضمن میں ہم اپنے ناظرین کی توجہ ایک اور پیشگوئی کی طرف مبذول کرتے ہیں جو آتش نمائش کی درس ۹ میں پائی جاتی ہے۔ زرتشت نے آگ کی طرف خطاب کرکے کہا ہے۔

" اس گھر میں جلتی رہ۔ اور اس مندر میں مسلسل دہکتی رہ۔ تو ایک معین عرصہ تک روشن رہے گی۔ جسکے بعد ایک انقلاب عظیم رونما ہوگا۔ اور دنیا میں تقدس اور تقوے کی بنیادیں استوار ہو جائیں گی۔"

یعنے زرتشت نے پیشگوئی کی کہ آتشکدے منہدم کر دیئے جائیں گے۔ جب مذہب میں وہ عظیم الشان انقلاب رونما ہوگا۔ اور انہوں نے اگر یہ حکم دیا کہ آگ مسلسل روشن رہے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس نشان آئندہ کو یاد دلاتی رہے۔ چنانچہ زرتشت نے کہا کہ جب شریعت آتشیں کے اس عظیم الشان پیغمبر کی بعثت ہوگی تو یہ آتش مسلسل بجھا دی جائے گی۔ اور جب حضورؐ کی بعثت ہوئی تو ایسا ہی ہوا۔ اور جو شریعت آپؐ نے عطا کی، اسے آج بھی شریعت بیضاء کہتے ہیں یعنی روشن چمکدار، کیونکہ یہ شریعت ان امور پر جو انسان کے تمدن اور اس کی مذہبی، اخلاقی اور عمرانی بہبود سے تعلق رکھتے ہیں، کافی سے زیادہ روشنی ڈالتی ہے۔ اور بائیبل نے ان الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔" اس کے داہنے ہاتھ سے لوگوں کے لئے، آتشیں شریعت نکلی "

دساتیر۔ اب ہم دوسری کتاب یعنی دساتیر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کے پندرہ مقالے ہیں۔ جن میں سے نامہ ساسان اوّل میں، دنیا کے بطل عظیم کی پیدائش کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اس کتاب کا وہ نسخہ جس سے یہ اقتباس لفظاً لیا گیا ہے، مشہور پارسی فاضل ملا فیروز دستور نے، شاہ ناصر الدین قاچار کے عہد میں، دوسرے ایرانی فضلاء کے ساتھ مل کر مرتب

کیا تھا۔ ملا فیروز ایک زبردست عالم تھا اور اس کے ساتھ ہی نامور انشا پرداز، وہ پارسی، پہلوی، ژند اور عربی زبانوں کا بھی بڑا ماہر تھا۔ اور یہ محض اس کی مخلصانہ خدمت علم ہی کا نتیجہ تھا کہ دساتیر کا یہ نسخہ شائع ہو سکا۔

(۵۴) چم چمیم کاجام کمند ہرتوار حیام ورتاہ ہود
(۵۵) یوہزار لستامام ہو ہیرتاک ونیرتاک وسیمراک و امیراک سرویم ارتد
(۵۶) وہوند ہرور کتام تیمودام۔
(۵۷) بیرن فہ شائی سمارام مدیر وانتورام ہام ونیغود وتیواک وشایام شمناد۔
(۶۰) وہایم ہارہیشام ورتاہ پامد ہرتال وسمین ہودم ہن بلزیدہ۔

تاکہ اس عبارت کی وضاحت ہو جائے ہم اس کا لفظی ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

چم (جب)، چمیم (ایسا)، کاجام (افعال)، کمند (ایرانی کرینگے)، ہرتوار حیام (عربوں میں سے)، ورتاہ (ایک شخص)، ہیتال ہود (پیدا ہوگا)، یوہزار لستامام ہو (جسکے پیرو)، ہیرتاک (تاج)، نیرتاک (تخت)، سیمراک (بادشاہت)، امیراک (قانون) سرویم (یہ سب)، ارتد (تباہ کردینگے)، ہرورکتام (گستاخ لوگ)، ہوندتیمودام (مغلوب ہوں گے)، بیرن (اپنا منہ کرینگے)، فہ شائی (بجائے)، نیار (بتکدہ)، سیمار (آتشکدہ) کسوار آباد (معبد ابراہیم)، بی جوار (بتوں سے پاک کرکے)، ہدہ نوستاد جو قبلہ تھا)، ہوندو (ہوں گے)، ہوش (رحم)، شنیشور (برائے اقوام عالم) وتد (اورتب)، راہند (قبضہ کرینگے) شائی (مقامات)، سمارام (آتشکدہ)، برمد (مدین کے)، دانتورام ہام (اور اس کے حوالی)، نیغود (طوس)، نیواک (بلخ)، شایام (مقامات)، شمناد (مقدس)، ہایم تار (نبی)، ہیشام (ان کا)، ورتاہ (آدمی)، پامد (ہوگا)، ہرتال (معجزانہ الفاظ)، سمیں ہودم ہن بلزیدہ (قابلانہ اور فصاحت مآب)

اب اس کا سلیس ترجمہ یوں ہو سکتا ہے:-

جب زرتشت کے پیروان کی شریعت سے روگردانی کرینگے اور نافرمانی کے مرتکب ہونے لگیں گے تو عربوں میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جسکے پیرو، ایران کا ملک اور تاج وتخت سب کچھ

فتح کرینگے، نافرمان ایرانی مغلوب اور مقہور ہو جائینگے۔ پھر وہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کے کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کرینگے۔ اور آتشکدہ کے بجائے۔ اس معبد کی طرف رُخ کرکے نماز ادا کیا کرینگے۔ اور وہ لوگ اقوام عالم کے لئے رحمت کا نشان ہوں گے۔ یہ لوگ علاوہ ایران کے طوس، بلخ، اور اس کے حوالی بھی فتح کرلیں گے۔ اور ان لوگوں کا نبی معجزانہ قوتوں اور کلام کا مالک ہوگا۔"

اُستا ژند اور دساتیر جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے پارسی مذہب کی دو مختلف کتابیں اور بعض پارسی، اُستا کو معتبر گردانتے ہیں، بعض دساتیر کو، لیکن ایک مسئلہ میں، یعنے آنحضرت صلعم کی بعثت کے معاملہ میں یہ دونوں کتابیں متفق ہیں۔ اور بیک آواز اعلان کرتی ہیں کہ" عربوں میں ایک عظیم الشان انسان کا ظہور ہوگا اور اس کا مبارک نام محمد صلعم ہوگا۔ وہ بلاشبہ اقوام عالم کے لئے موجب رحمت ہوگا۔ اس مقدس انسان کی شریعت زرتشت کی شریعت کی مصدق ہوگی۔ اور آپؐ کی بعثت پر، ایران کے تمام آتشکدے سرد ہو جائینگے آپ کے پیرو کعبۃ اللہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کرینگے۔ اور اسی کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھینگے آپ پارسیوں، بت پرستوں اور مشرکوں، سب کو توحید کا درس دینگے، اور ادیان عالم میں جو خرابیاں راہ پاگئی ہیں ان سب کا قلع قمع کرکے سچے دین اسلام کو دُنیا میں قائم کرینگے۔

کے سردار بھی شریک ہوئے۔ چونکہ موت وزیست کا سوال درپیش تھا۔ اس لئے جلسہ نے ہنگامہ کی شکل اختیار کرلی۔ اور یکے بعد دیگرے، جلا وطنی، حبس دوام، اور قتل، یہ تینوں صورتیں زیر بحث آئیں۔ چونکہ ایک آدمی کا، آنحضرت صلعم کو قتل کرنا، قاتل کی نشانی بن سکتا تھا۔ اور مقتول کے ورثا، اس کو اور اس کے رشتہ داروں کو بآسانی قصاص میں قتل کرسکتے تھے۔ اس لئے ابوجہل نے یہ مشورہ دیا کہ مختلف قبائل سے ایک ایک آدمی منتخب کرلیا جائے۔ اور وہ سب مل کر (اعوذ باللہ) آنحضرتؐ کو قتل کریں۔ تاکہ اس فعل کی ذمہ داری متعدد قبائل پر عائد ہو۔ اور آنحضرتؐ کے ورثا بیک وقت اتنے قبائل سے برسر پیکار نہ ہوسکیں گے۔ اس مشورہ کو سب نے قبول کیا۔ اور مختلف قبائل سے چند بہادر نوجوان اس خون آشامی کے لئے منتخب کئے گئے۔ جب رات ہوئی تو ان قاتلوں نے آنحضرتؐ کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ ساری رات منتظر رہے۔ تاکہ جب طلوع آفتاب سے قبل آنحضرت صلعم بغرض نماز، مکان سے باہر تشریف لائیں تو حملہ کیا جائے۔ اور گاہے گاہے یہ لوگ دروازہ میں سے جھانک کر دیکھ لیتے تھے کہ آپؐ اپنے بستر پر ہیں لیکن اس اثنا میں حفظ نفس کے جذبہ نے، جس نے مسیح ناصری کو بھی دشمنوں کی نظر سے محفوظ رہنے کی تلقین کی تھی، آپ کو آئندہ خطرات سے آگاہ کر دیا تھا۔ تاکہ محاصرین کی توجہ بستر پر مرکوز رہے، آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنی چادر اڑھا کر اپنے بستر پر سلا دیا۔ اور حضرت داؤد کی طرح کھڑکی سے نکلکر اپنی جان بچالی۔ پہلے آپؐ حضرت ابو بکرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں سے دونوں صاحب سب کی نظروں سے بچکر یثرب کی طرف روانہ ہوگئے۔ اپنے غیرمہربان وطن سے نکل کر پہلے چند روز تک آپ غار ثور میں پوشیدہ رہے جو کہ مکہ سے جنوب کی پہاڑی میں واقع ہے۔

جب قریش نے یہ خبر سنی تو ان کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی کہ قاتلین ناکام واپس آئے۔ اور آنحضرت صاف بچکر نکل گئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کوششوں میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا چاروں طرف سوار دوڑا دیئے کہ کونہ کونہ چھان ماریں۔ اور آپؐ کے سر کی بڑی بھاری قیمت مقرر کی گئی۔ ایک دفعہ دشمن اس قدر نزدیک آگئے کہ حضرت ابو بکرؓ کو سخت ملال لاحق ہوگیا۔ انہوں نے آپ سے کہا حضور! ہم تو صرف دو ہیں اور دشمن اس قدر! آپؐ نے فوراً تسلی دی اور فرمایا "نہیں ہم تین ہیں۔ کیونکہ خدا بھی تو ہمارے ساتھ ہے" اور بلاشبہ خدا تعالےٰ

آپؐ کے ساتھ تھا۔ تین دن کے بعد قریش کا جذبۂ تلاش ذرا کم ہوا۔ اس عرصہ میں حضرت ابوبکرؓ کی دختران دونوں حضرات کے لئے گھر سے کھانا لاتی رہیں۔ تیسرے دن شام کے وقت یہ دونوں صاحب غار سے باہر نکلے اور بمشکل تمام دو اونٹ مہیا کر کے، ان پر سوار ہو کر یثرب کی جانب روانہ ہوئے۔ اگرچہ غیر معروف راستہ اختیار کیا تھا تاہم سفر خطرات سے خالی نہ تھا کیونکہ آنحضرت صلعم کے سر کی قیمت معین کر دی گئی تھی۔ اور کئی سوار آپؐ کے تعاقب میں سرگردان تھے۔ ایک خونخوار وحشی سوار نے، آپؐ کو دیکھ لیا۔ اور معاً آپؐ کے پیچھے اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو پھر بڑی تشویش ہوئی۔ لیکن آپؐ نے تسلی دی کہ اللہ ہمارا ناصر ہے۔ جب وہ سوار آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب آیا تو حسن اتفاق سے اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، اور وہ سوار منہ کے بل زمین پر آ رہا۔ اس واقعہ سے وہ اس قدر خوفزدہ ہوگیا کہ اُس نے آپؐ سے معافی طلب کی اور کہا کہ مجھے معافی نامہ لکھ دیجئے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے ایک ہڈی پر اسے دستاویز لکھ دی۔

اس کے بعد بغیر کسی دشواری کے آپؐ نے سفر ختم کیا۔ اور تین دن کے بعد آپؐ یثرب کی حدود میں داخل ہو گئے۔ ماہ جون ۶۲۲ء میں ایک دن جبکہ گرمی کی شدت تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سرزمین پر نزول فرمایا جو مدت العمر آپ کا وطن بنی رہی۔ ایک یہودی نے جو قلعہ کی چوٹی پر بیٹھا تھا، آپؐ کو سب سے پہلے دیکھا۔ اور اس طرح قرآن مجید کے ان الفاظ کی تصدیق ہوئی:۔ "وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے فرزندوں کو" آپؐ نے چند روز یثرب کے نزدیک ایک موضع قبا میں آرام فرمایا، جو یثرب کے جنوب میں، دو تین میل کے فاصلہ پر ہے، اور اپنے مناظر فطرت اور زرخیز ہونے کے لحاظ سے مشہور تھا۔ یہیں حضرت علیؓ آپؐ سے آکر ملاقی ہوئے۔ ان کو قریش نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحیح سلامت بچکر نکل جانے پر بہت ستایا تھا۔ چنانچہ وہ مکہ سے پیادہ پا روانہ ہوئے۔ دن بھر پوشیدہ رہتے اور رات کو سفر کرتے، تاکہ قریش سے محفوظ رہیں۔

اگرچہ بنو عمر ابن عوف نے جن کا وہ گاؤں تھا، آنحضرت صلعم سے درخواست کی۔ کہ چند روز اور یہاں قیام فرمائیں۔ لیکن آپؐ کے سامنے اہم کام درپیش تھا۔ اس لئے آپؐ یثرب کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور جمعہ کے دن ۱۶۔ ربیع الاول کو (مطابق ۲ رجولائی ۶۲۲ء) شہر میں داخل ہوئے۔

یہ آپؐ کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی داستان ہے۔ جسے یوربین مورخین نے "فرار محمدؐ" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور اسی تاریخ سے سنہ ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔ (سپرٹ آف اسلاف صفحہ ۴۷ تا ۴۹)

اسلام اور مسیحیت میں مماثلت

(مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ)

لتجدن اشد الناس عداوۃً للذین امنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصاریٰ ذالک بان منھم قسیسین ورھباناً وانھم لایستکبرون ط

(اور اے رسولؐ) تم یقیناً ایمان لانے والوں میں سے عداوت میں ان لوگوں کو بہت شدید پاؤ گے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم یہودی ہیں یا وہ لوگ جو مشرک ہیں۔ اور یقیناً دوستی میں، ایمان لانے والوں میں سے ان لوگوں کو بہت قریب پاؤ گے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ان لوگوں میں پادری اور راہب ہیں، اور وہ غرور نہیں کرتے۔ (۵ : ۸۲)

صاحب صدر، خواتین اور حضرات!

قرآن مجید کی ان آیات سے یہ حقیقت آپ صاحبان پر واضح ہو گئی ہو گی کہ موجودہ زمانہ کی فراخدلانہ اور روادارانہ روح نے مجھے اس مبحث پر تقریر کرنے کے لئے مائل نہیں کیا۔ بلکہ یہ مبحث خود قرآن کریم نے مجھے سمجھایا جو مسلمانوں کی مذہبی کتاب ہے۔

اس بیان میں دو باتیں مذکور ہیں، ایک تو یہ کہ عیسائی لوگ دوستی میں مسلمانوں سے قریب تر ہیں دوسرے یہ کہ پادریوں اور راہبوں کی ہدایت کی وجہ سے ان کے اندر، انکساری کی روح پائی جاتی ہے جو مسلمانوں سے موجب اشتراک ہے۔

لیکن گزشتہ تیرہ سو سال کی تاریخ، بظاہر قرآن کریم کے اس بیان کی تردید کرتی نظر آتی ہے محاربات صلیبی، محکمۂ احتساب، موجودہ زمانہ کے آغاز سے مسیحی یورپ کا مسلمانوں کے ساتھ طرز عمل جو ترکی کے حصے بخروں پر منتج ہوا، بلکہ اس طرز عمل کا تسلسل جو کہ ان مقامات میں مختلف مگر پیچیدہ صورتوں میں ظاہر ہوا، جہاں کہیں یورپین سیاست کو غلبہ حاصل ہے۔ یہ سب امور ایسے ہیں، کہ تاریخ کا طالب علم ان دو مذاہب کے مابین تعلقات کی اس نوعیت پر یقین نہیں لا سکتا جو قرآن مجید

نے بیان کی ہے۔ اور انکساری کی خصلت کے متعلق بھی قرآن مجید نے جو کچھ کہا ہے اس پر یقین لانا دشوار ہے جبکہ ہم مشرق سے لے کر مغرب تک یورپین ملوکیت مآب اقوام کے اس سلوک کو دیکھتے ہیں جو وہ اپنی محکوم رعایا کے ساتھ روا رکھتی ہیں۔ ایک جنوبی افریقہ کے باشندہ یا ایک امریکن حبشی، یا سُرخ انڈین کے لئے، کم از کم ان باتوں پر یقین لانا ناممکن ہے۔ لیکن اس مسئلہ کا اگر گہرا مطالعہ کیا جائے تو قرآنی بیان کی صداقت آشکارا ہو سکتی ہے۔ ہمیں نفسیات کے اس اصول کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ تعلقات جس قدر نزدیک ہوں گے اسی قدر رقابت کے پیدا ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ اور یقیناً اسی اصول کی بدولت ہم اس حقیقت سے آگاہ ہو سکتے ہیں کہ عیسائیوں کو مسلمانوں سے دشمنی اور نفرت کی کیا وجہ ہے؟ اور آپ کو حیرت میں ڈالے بغیر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو قوم آج مسلمانوں سے قریب ترین ہے وہی قوم سیاسی اور اقتصادی معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کا مظاہرہ کر رہی ہے اکثر اوقات ہم ظاہری امور سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اور اس خاص معاملہ میں تو یہی ہوا ہے۔ اشد ضرورت ہے کہ مسلمان اور برطانی قوم دونوں اس حقیقت سے آگاہ ہو جائیں۔

اہل مغرب کے طرزِ عمل میں انکساری کی جگہ تکبر کا رنگ پایا جاتا ہے۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر کسی اور قوم کو اس قدر سیاسی قوت اور مادی وسائل حاصل ہوتے تو اس کے غرور کا کیا حال ہوتا؟ اگر ہم اس نہج پر غور کریں اور حالات کا موازنہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ قرآن مجید کا فرمانا صحیح ہے کہ عیسائی اقوام بحیثیت قوم مسلمانوں کی طرح اپنے اندر خدا ترسی اور انکساری کی صفت رکھتی ہیں

ان دونوں اقوام میں یہ روحانی مماثلت کیا محض ایک امر اتفاقی ہے۔ یا بعض عمیق اسباب کا نتیجہ ہے۔ مثلاً بعض مشترک عقائد، بعض مشترک روحانی تصورات، بعض مشترک روحانی جدوجہد۔ آئیے اس مسئلہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں، بادی النظر میں، تو ان دونوں مذاہب میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ موجودہ مسیحیت، یسوع ناصری کی الوہیت پر اصرار کرتی ہے اور اس کے بالمقابل اسلام اس کی پُر زور الفاظ میں تردید کرتا ہے۔ اول الذکر کفارہ کی قائل ہے، اور آخر الذکر نجات کو، انفرادی مساعی پر منحصر کرتا ہے۔ اول الذکر تثلیث فی التوحید کی تعلیم دیتی ہے۔ اور آخر الذکر خدا کی توحید کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں بعد المشرقین ہے جنہیں اتحاد ممکن نہیں ہے۔ لیکن نزدیک سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اختلافات کی بہ نسبت مماثلت کا پہلو زبردست ہے

نہ صرف روحانی تصورات میں بلکہ روحانی اتباع میں بھی ۔

پہلے اتباعی امور کو لیجئے ۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی مذہبی روایات بالکل یکساں ہیں ۔ قطع نظر اس امر سے کہ مسلمان بھی تورات ، زبور اور انجیل کو الہامی کتب تسلیم کرتے ہیں ۔ قرآن مجید نے متعدد مقامات میں عہد قدیم اور عہد جدید کی طرف اشارات کئے ہیں اور ان سے مسلمانوں کو بہت ضروری ہدایات حاصل ہوتی ہیں ۔ پس حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت مسیحؑ تک مسلمانوں اور عیسائیوں کی روحانی روایات بالکل یکساں ہیں ۔ اور اس کے خلاف ہو کس طرح سکتا تھا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روحانی اور جسمانی دونوں طرح سے اولاد ہونے کے مدعی ہیں اور حضرت ابراہیم حضرت مسیح کے مورث اعلیٰ ہیں ۔ اگر حضرت مسیحؑ کا دعوےٰ یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسحٰقؑ کی نسل سے ہیں ۔ تو آنحضرت صلعم کا دعوےٰ یہ ہے کہ میں حضرت کے دوسرے بیٹے ، حضرت اسمٰعیل کی نسل سے ہوں ۔

اس حقیقت کا اعتراف کرنا اس وقت اشد ضروری ہے کہ عرب اور یہود ، دونوں ، نسل اور مذہبی روایات کے اعتبار سے آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔ اور اسی لئے ان کے روحانی رفقا یعنی مسیحی مسلمانوں کے بھائی ہیں ۔ اس انداز سے کہ دنیا میں کوئی دو قومیں اس طرح آپس میں بھائی بھائی نہیں ہیں ۔

عہد قدیم کی روایات عمومی صرف مسلمانوں ، اور مسیحیوں ہی میں یکساں طور پر مسلم نہیں ہیں بلکہ یہود کو بھی تسلیم ہیں ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہود کو اس معاملہ میں تفوق حاصل ہے ۔ اگرچہ بنائے تفوق محل نظر ضرور ہے ۔ یا نسلاً مسیحیوں کی بہ حیثیت قوم وہی کیفیت ہے جو مسلمانوں کی ۔ دونوں کم وبیش باہر سے آئے ہیں ۔

اس اشتراک کے علاوہ ایک امر اور بھی ہے جو دونوں میں موجب اتحاد ہے اور جسکی طرف بہت کم توجہ مبذول کی گئی ہے ۔ یہ خود حضرت مسیح کی شخصیت ہے ۔ دنیا کی متحارب جماعتیں اگر اس حقیقت کا اعتراف کرلیں تو بہت اچھا ہو کہ کسی مذہب میں اہم ترین بات ، بانی مذہب کی شخصیت ہوا کرتی ہے ۔ اور پیروان مذہب ، خدا تک محض بانی مذہب کی شخصیت سے اتصال حاصل کرنے کے بعد ہی پہنچ سکتے ہیں ، جو اپنے مذہب کو الہام ربانی کی بنیاد پر قائم کرتا ہے ۔ مذہب کے

دیگر اصول کم وبیش فروعی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس حد تک روحانی قوت حاصل کرنے کا سوال ہے کسی قوم کی تمام روحانی زندگی، شعوری یا غیر شعوری طور پر، بانی مذہب کی شخصی سیرت کے تاثرات کے گرد گھومتی رہتی ہے۔ یہ تاثرات خارجی امور کی بنا پر ملوث اور ارتقائے مابعد کی بنا پر مکدر بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب تک کوئی قوم ان کو بالکل ہی فراموش نہ کر دے۔ اس وقت تک یہ تاثرات بطور نمونہ کام دیتے رہتے ہیں اور قوم کی انفرادی اور اجتماعی سیرت کی تشکیل کرتے رہتے ہیں۔ یہ بات عیسائیوں اور مسلمانوں کے دونوں کے لئے بہت کارآمد ہے۔ اس حقیقت کا بہت کم صحیح معنوں میں، احساس کیا جاتا ہے، کہ جب ایک مشرک یا بت پرست یا یہودی یا ہندو، اسلام لاتا ہے تو اس سے پہلے اسے جناب عیسٰیؑ کی شان مسیحیت کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ بلاشبہ مسیحیوں کو اس بات سے سچی مسرت حاصل ہوگی کہ دنیا میں کم از کم کروڑ نفوس ایسے ہیں جو اگرچہ عرف عام میں مسیحی نہیں کہلاتے تاہم حضرت مسیحؑ اور حضرت مریم کی عزت کے لئے اپنی جانیں قربان کرنا فخر سمجھتے ہیں۔ اور وہ کبھی کسی شخص کو اپنی برادری میں داخل نہیں کر سکتے خواہ وہ شخص آنحضرت صلعم کی کتنی ہی عزت کیوں نہ کرتا ہو جب تک وہ شخص یہ تسلیم نہ کرے کہ حضرت عیسٰیؑ خدا کے فرستادہ مسیح تھے۔ ورنہ جانیئے۔ دو آدمیوں کا مجھے علم ہے جو اسلام میں محض اس وجہ سے داخل نہیں ہو سکتے کہ اگرچہ وہ اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کے معترف ہیں لیکن وہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے متعلق وہ احترام آمیز خیالات رکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں جو قرآن مجید نے تلقین فرمائے ہیں اور نہ وہ انہیں رسول اللہ تسلیم کرنا پسند کرتے ہیں۔ محض اتنے سے اختلاف کی بنا پر، اگرچہ وہ بالکل اسلام کے دروازے پر کھڑے ہیں لیکن انہیں اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ کاش ہمارے مسیحی دوست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کی اس دردانگیز پوزیشن کا احساس کرتے! آنحضرت صلعم کے پیرو کے لئے، لازمی ہے کہ وہ پورے کلام الٰہی پر ایمان لائے۔ اور اس کتاب میں حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش تعلیمات، دعاوی اور معجزات جملہ باتوں کی تفصیل موجود ہے۔ اور اس میں حضرت عیسٰیؑ اور ان کی والدہ کی جانب متعدد مقامات پر اشارات پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ایک پوری سورت حضرت مریم کے نام سے منسوب ہے۔ اس میں ان تمام اعتراضات کا جواب ہے جو مخالفین مسیحیت کی طرف سے ان کی ذات پر وارد کئے گئے اور آخر میں حضرت عیسٰیؑ اور ان کے متبعین کے متعلق نمایاں پیشگوئیاں بھی درج ہیں واضح ہو کہ ساتویں صدی عیسوی میں مسیحیت، تمدنی اور سیاسی دونوں پہلوؤں سے دنیا میں بہت

پست تھی۔ تاہم قرآن مجید نے ان الفاظ میں اس کے متعلق پیشگوئی فرمائی :۔

" اور جب خدا نے کہا اے عیسیٰ میں تمہیں وفات دوں گا۔ اور اپنی حضوری میں تمہارا مرتبہ بلند کرونگا اور تمہیں تمہارے منکروں کے عائد کردہ الزامات سے پاک کروں گا۔ اور تمہارے متبعین کو تمہارے منکرین پر غلبہ دوں گا قیامت کے دن تک (۳: ۵۴)

مسیحی اور اسلامی اقوام کے مابین دوستی اور تعاون کو مدنظر رکھ کر اس پیشگوئی کو جسقدر بھی اہمیت دی جائے تھوڑی ہے۔ یہ گویا ان دو جماعتوں کے دائمی اتحاد پر خدا کی طرف سے تصدیقی مہر ہے۔ واضح ہو کہ اس پیشگوئی کی رو سے حضرت عیسیٰ کے پیروؤں کو غلبہ کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور گزشتہ تیرہ سو سال کی تاریخ، اس پیشگوئی کی صداقت پر گواہی دے رہی ہے۔ اس پیشگوئی کے ظہور سے تا ایندم جناب عیسیٰ کے پیروؤں کو، ان کے دعویٰ مسیحیت کے منکروں پر نمایاں غلبہ حاصل رہا ہے۔ بلا شبہ آنحضرت صلعم کے پیروؤں کی ذات میں یہ پیشگوئی سب سے پہلے پوری ہوئی۔ لیکن اس کی بنا پر حضرت عیسیٰ کے متبعین کے دوسرے طبقہ کی تاریخ، جن کو عیسائیوں کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، غیر متاثر نہ رہی۔ خواہ آپ کے مورخین کچھ ہی کیوں نہ لکھیں یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے عروج کے ساتھ ساتھ عیسائیوں میں بھی ایک زندگی پیدا ہو گئی، جوں جوں اسلام طاقتور ہوتا گیا مسیحیت بھی سرسبز اور ترقی پذیر ہوتی گئی۔ اور صرف کوتاہ اندیش مورخین ہی ایسے ہیں جو اس حقیقت کا احساس نہیں کر سکتے۔ کہ اسلام کے عروج سے مسیحیت کو زبردست اخلاقی مدد حاصل ہوئی۔ اسلام کے عروج سے پہلے دنیا میں حضرت عیسیٰ کے دعاوی کی حمایت کرنے والی نہ تو کوئی زندہ سیاسی قوم تھی اور نہ کوئی زندہ ترقی پذیر تہذیب۔ اور اسلام کی ہمہ گیر طاقت کی بدولت یہ برسوں کی ضرورت پوری ہوئی۔ اسلام کے کامیاب علم نے آنحضرت صلعم کی صداقت کے ساتھ ساتھ حضرت عیسیٰ کی صداقت بھی دنیا میں قائم کی۔

اسلام کی مشرقی اور مغربی یونیورسٹیوں نے آنحضرتؐ کی عزت اور تفہیم کے ساتھ ساتھ دنیا میں حضرت عیسیٰ کی عزت اور تفہیم کی بنیاد استوار کی۔ اور اگر اسلام کو عروج حاصل نہ ہوتا تو نہیں کہا جا سکتا کہ دنیا میں مسیحیت کی کتنی پست حالت ہوتی۔

بازآمدم بر سر مطلب، حضرت عیسیٰ کی شخصیت، قرآنی زاویہ نگاہ سے، تاریخ کی رفتار میں ایک فیصلہ کن عنصر ہے اور انسانیت کی تمدنی زندگی میں دو نمایاں طبقات پیدا کرتی ہے اور یہ تقسیم مسلمانوں

اور عیسائیوں کو، ایک دوسرے کی آغوش میں لاکر ڈال دیتی ہے۔ اور ان دونوں کی تقدیریں منفک غیر طور پر باہم گروابستہ کر دیتی ہے۔ خدا کرے دونوں قومیں بہت جلد اس حقیقت کا اعتراف کر سکیں۔ ان کو عقائد کے اختلافات اور رسمی مناقشات کو بالائے طاق رکھکر، روحانی تقدیر کے اس بہاؤ کا اندازہ کرنا چاہیئے۔ جو ان کی متحدہ تاریخی ہستی کی تہہ میں پوشیدہ ہے۔

ایک متلاشی حقیقت انسان اس جگہ ایک سوال دریافت کرسکتا ہے۔ وہ یہ کہ خدا نے اس شخصیت کا اس طرح انتخاب کیوں کیا؟ بلاشبہ اللہ تعالٰے کی مشیت کو بندوں پر واضح کرنا ایک مشکل کام ہے۔ انسان کے لئے یہ سمجھنا آسان نہیں ہے کہ کونسی نیکی کی بات، اللہ کی نظر میں محبوب ہو جاتی ہے لیکن محدود عقل کے باوجود ہمارے لئے یہ سمجھنا کچھ دشوار نہیں ہے کہ حضرت عیسٰےؑ اللہ کی نظروں میں کیوں محبوب ہو گئے۔ آپ ہی نے دُنیا کو خدا کے اس وعدے کی اہمیت سے روشناس کیا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے دُنیا کو برکت دے گا۔ اگرچہ اناجیل اربعہ جیسی کہ وہ آج ہم تک پہنچی ہیں، اس معاملہ میں بہت واضح نہیں ہیں۔ تاہم یہ بات عیاں ہے کہ حضرت عیسٰےؑ کو یہود کے مقابلہ میں غیر یہود کی طرف روحانی میلان زیادہ تھا۔ ممکن ہے یہ کسی ناکامی کا نتیجہ ہو۔ لیکن اس بات کا امر واقعی ہونا اس بات سے ثابت ہے کہ رفتہ رفتہ ان کا مذہب صرف دُنیا کی بت پرست اقوام میں مختص ہو کر رہ گیا۔ پس اگر آنحضرت صلعم نے حضرت ابراہیمؑ کے خاندان کی برکت کو، تمام دُنیا کے لوگوں کے لئے عام کر دیا تو یقیناً حضرت مسیحؑ نے دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اس بخشش کے لئے راستہ تیار کیا۔ علاوہ بریں چونکہ وہ یہودی قوم کی تاریخ میں ایک زبردست انقلاب کے پیش رو تھے۔ تو انہیں اس جدت طرازی کا خمیازہ بھی خود ہی بھگتنا پڑا۔ اور کلیوری کے مقام پر واقعہ مصلوبیت اس مہم کی قیمت تھی۔ لہذا کوئی تعجب کی بات نہیں اگر خدا کی نظر میں حضرت مسیحؑ کی عظمت اس درجہ مقدر ہو گئی۔ اور اسی لئے قرآن مجید نے انہیں ارتقائے تقدیر انسانی میں ایک نئی منزل کا نشان قرار دیا ہے۔

اگر ایک مشترکہ تقدیر اور جناب مسیح کی شخصیت سے مشترکہ وابستگی ان دو مذہبی جماعتوں کے مابین مماثلت ثابت کرتی ہیں تو یہ بات اگرچہ دشوار ہے مگر ناممکن نہیں کہ دونوں کے مذہبی عقائد میں بھی خاندانی بہت مشابہت دریافت کی جائے، جو بظاہر اس قدر مختلف معلوم ہوتے ہیں۔ اس معاملہ میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے۔ یہ ان دونوں جماعتوں کے مابین تعلقات کا نزاعی نقطہ ہی

پس میں اپنے مسیحی اور مسلمان دونوں بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میری اس بات کو بہت ہمدردی کے ساتھ سنیں جو کہ میں اب بیان کرنے والا ہوں۔

مسیحی عقائد میں سب سے اہم بات جو ہمارے لئے سب سے زیادہ دشوار ہے، تثلیث کا مسئلہ ہے۔ یعنی ایک خدا میں تین اقانیم، لیکن ہماری سہولت کے لئے، ان اقانیم ثلاثہ کے تین مختلف القاب ہیں۔ ایک باپ ہے۔ دوسرا بیٹا ہے اور تیسرا اقنوم روح قدس ہے۔ اب اسلامی عقائد میں پہلے تین عقائد یہ ہیں (۱) خدائے واحد میں عقیدہ (۲) ملائکہ (۳) الہام ربانی معہ وسائط جن کو رسول کہتے ہیں۔ فلسفہ یونان کے اثر کو مدنظر رکھکر، جس سے مسیحی عقائد بلاشبہ متاثر ہوئے ہیں۔ ایک دانشمند انسان کو، ان دونوں مذاہب کے عقائد میں ایک گونہ مشابہت نظر آسکتی ہے۔ مسلمانوں کو اس بات سے متحیر نہ ہونا چاہئے کہ رسولوں کو استعارتاً خدا کا بیٹا کہہ سکتے ہیں۔ جس طرح غیر قابل اصلاح گناہگاروں کو شیطان کی اولاد کہا جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ قرآن مجید نے خدا کے متعلق باپ کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ کیونکہ ازمنہ سابقہ میں مادی نسبت کی وجہ سے اس لفظ نے غلط فہمی پیدا کر دی تھی۔ بلکہ وہ محفوظ تر اور سریع الفہم لفظ رب استعمال کرتا ہے جسکے معنے ہیں کائنات خلقت کا پیدا کرنے، پالنے اور ترقی دینے والا۔ تاہم عیسائی دوستوں کی تفہیم کیلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے اسلامی تخیل میں، انسانیت اور خصوصاً نیکوکاروں کی نسبت سے اس کی روحانی ابوت کا تصور بھی موجود ہے۔ اور جب تک غلط فہمی کا امکان نہ ہو ہم روحانیات میں استعارتاً انسانی تعلقات ظاہر کرنے والے الفاظ استعمال کر سکتے ہیں۔ فی الجملہ خود قرآن نے بعض گنہگاروں کے متعلق "شیطان کے بھائی" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے راستباز بندے بقول بائیبل اس دنیا کے نہیں ہوتے۔ اگرچہ وہ اس دنیا میں رہتے ضرور ہیں۔" بلاشبہ وہ جسمانی علائق کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اس روحانی پیدائش کی بنا پر جو انہیں آئندہ حاصل ہوتی ہے۔ بوجہ ان کی کامل اطاعت الٰہی کے وہ خواہشات جسمانی پر غالب آجاتے ہیں۔ کیونکہ روحانیت کا مرتبہ جسمانیت سے بلند ہے۔ چنانچہ اب جو کچھ اقوال و افعال ان سے سرزد ہوتے ہیں وہ جسمانی نہیں ہوتے بلکہ روحانی ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ سرتاپا نور خداوندی میں منجذب ہو چکتے ہیں۔ بالقوۃ تو ہر انسان بقول بائیبل ایک معنی میں خدا کا بیٹا ہوتا ہے لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں جن کو ان کی نکوکاری کی

باعث خدا کے فرزند، کہا جا سکے جب کسی قوم کے اندر روحانی نسبت کا یہ احساس مردہ ہو جاتا ہے تو خدا کی طرف سے اس قوم میں ایک نبی مبعوث ہوتا ہے اور صرف اسی شخص میں اس احساس کا احیاء ہوتا ہے، اور اسی کی نظر میں خدا، ایک حقیقت ثابتہ کے رنگ میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ پس اگر ایسے شخص کو استعارۃً خدا کا بیٹا کہہ دیا جائے تو یقیناً یہ اصطلاح غلط نہیں ہے۔

پس اگر ہمارے مسیحی دوست اس کمزوری پر غالب آ جائیں جو کہ تقریباً تمام مذہبی جماعتوں میں پائی جاتی ہے۔ اور یہودی اور غیر یہودی تمام انبیاء کے لئے یہ لقب استعمال کر سکیں تو پھر ان کا عقیدہ تثلیث اسلامی عقائد سہ گانہ سے زیادہ مختلف نظر نہیں آئے گا۔ ہمارے دوست اس بات کو مدنظر رکھیں تو بہت اچھا ہو گا۔ کہ جناب مسیحؑ نے اس ابن اللہ کے لقب کو محض اپنی ذات سے مختص نہیں کیا ہے۔ مسیحی "خداوند کی دعا" میں "اے ہمارے باپ" کا جملہ اس پر شاہد عادل ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کی نظر میں تمام نیک لوگ خدا کیلئے یہ رشتہ فرزندی رکھ سکتے ہیں۔ رہے ملائکہ وہ اسلامی عقیدہ میں ان وسائط کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ سے الہام الٰہی انبیاء کے دلوں پر القا کیا جاتا ہے اور وہ ہر انسان کے اندر نیکی کی ترغیب پیدا کرتے ہیں۔ اور ملائکہ کا یہ منصب وہی ہے۔ جو کہ روح قدس، کا ہے۔ پس قلیل اختلاف جو دونوں کے عقائد میں باقی رہ جاتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ اسلام میں، ابن اللہ اور روح قدس دونوں خدا کی مخلوق ہیں اور اس لئے اپنی ہستی کے لئے دونوں اس کے ماتحت ہیں۔ اور مسیحی مذہب میں وہ غیر مخلوق اور خدا کے مساوی ہیں۔ علاوہ بریں خود مسیحی جماعتوں میں بھی اس مسئلہ کے متعلق کبھی اتفاق آرا نہیں ہوا ہے۔

اس کے بعد حشر اجساد کا تخیل بھی قلیل اختلاف کے ساتھ دونوں مذاہب میں مشترک ہے اسلام ابدی عذاب کا حامی نہیں ہے۔ اور اس باب میں دوزخ کے مسیحی تخیل سے مختلف ہے لیکن ہمیں مسرت ہے کہ رومن کلیسا نے اعراف کا تخیل اپنے ہاں محفوظ رکھا ہے۔ اور یہ اسلامی تخیل کے مطابق ہے۔ اسلام میں دوزخ کا تخیل یہ نہیں کہ وہ ابدی عذاب کی جگہ ہے، مومن یا کافر کے لئے کیونکہ خدا کی شان رحم، کسی مخلوق کے لئے ابدی عذاب کی متقاضی نہیں ہو سکتی، دوزخ جیسا کہ ہونا چاہئے اصلاح اور تطہیر کی جگہ ہے۔ اور اسلام نے اس کا یہی تخیل پیش کیا ہے۔ اگر اعراف کی وہ مراعات جو رومن کلیسا مومنوں کو دیتی ہے منکروں کو بھی دی جائیں تو یہی دوزخ کا اسلامی مفہوم بن جائے گا۔

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن — اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات — (۱) مشن کی اکیس[۲۱] سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات۔ تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس[۲۱] سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے

قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اِس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعتِ اسلام** ہمارا اولیں نصب العین ہونا چاہئیے۔

ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے

دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر۔ اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں۔ اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہوسکتی ہے

(۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کردیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِخیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ؀ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی مما[لک کی] پبلک [ل]ائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ [ر]سالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت [اسلام ا]ردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ؀ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۸؍ ہے (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ [ی]ورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کراکر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ [ا]س مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جاسکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچادی جاوے گی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ [ا]نگلستان میں ہرسال بڑے تزک واحتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہوجاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہرسال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہرسال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زرِ کثیر صرف ہوتا ہے جس میں [ک]وئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کرکے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کاملہ سے [ر]وشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعتِ اسلام [ک]ا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کارِخیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عیدِقربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس [نی]ک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعتِ اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہوسکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی اِن رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت وحمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہرقسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بجنسہٖ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزروفنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کررہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ وقائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمیٔ امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہوکر آئندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِخیر کیلئے فراہم نہ کرسکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم ونسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبرانِ مینجنگ کمیٹی کی امانت ودیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت واشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہوکر۔ رجسٹراتِ آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد وخرچ کا بجٹ باضابطہ ہرسال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد وخرچ کی پائی پائی تک ہرماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کردی جاتی ہے (۷) ہرماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کردیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط وکتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور ولنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط وکتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں